



**NADWA MOVEMENT ITS CONTRIBUTION TO
THE DEVELOPMENT OF ARABIC LANGUAGE
AND LITERATURE IN INDIA**

Thesis submitted for the Degree of

Doctor of Philosophy

IN

ARABIC LITERATURE

BY

MOHD. SOHAIB SIDDIQUI

Under the supervision of
Prof. MOHAMMAD RASHID NADVI

**DEPARTMENT OF ARABIC
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH (INDIA)**

1993

سیرت ندوۃ العلماء، عربی زبان و ادب میں اسکا ترجمہ

تلیخیص

مقالہ برائے

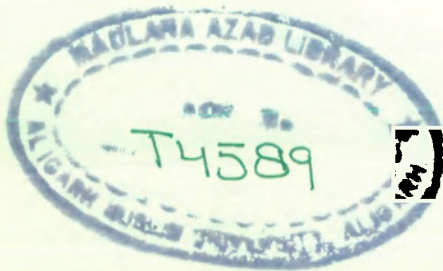
پتی. ایچ. ڈی (عربی)

مقالہ نگار

زیرنگرانی

محمد صہیب صدیقی

پروفیسر محمد راشد ندوی



شعبہ عربی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۹۹۳ء

تحریک ہندوۃ العلماء عربی زبان زبان و ادب میں اسکا حصہ : تلخیص

پندرہویں صدی عیسوی کا دور عہد وسطی کا اختتام ، مہد جدید کا آغاز
اور زبردست تبدیلی کا دور ہے ، اسکا انقلاب تبدیلی صدیوں پر نقش ہے
اس دور میں مغرب اپنے عروج و اقبال کے راہ پر تھا ، تو مشرق انحطاط
و ادبار کے راہ پر ، اس وقت کائنات انسانی کے تہذیب و تمدن
کی تعمیر و ترقی کی یہ ایک ایسی منزل تھی ، جہاں پرانا فرسودہ نظام دم
توڑتا نظر آتا ہے ، ایک طرف یورپ کا صنعتی انقلاب سماج و سیاست
تہذیب و ثقافت کی بنیادیں بدل دیتا ہے ، تو دوسری طرف سائنسی محدود
ترقی کے ذریعے زمان و مکان و سمت سمجھاتی ہے مگر اس وقت مشرق
نے اپنی فرضیت و تیاری کے طویل عرصہ کھودے ، اس عمومی انحطاط کی وجہ
سے مشرق و مغرب جنگی مہارت میں بہت دور پہنچ گیا ، اس میدان میں یورپ
نے اپنی ایجادات اپنی زبردست تنظیمی صلاحیت کے بدولت ہتھیار
پر دست غلبہ چلا کر لیا ، اسکی زبردست تعمیر و ترقی اور جدید توسیع
ہندوستان کا بھی کوئی حصہ محفوظ نہیں رہا

یہ سب اس دلت ہوا جب عالم اسلام تفرقہ و انتشار و زبوں حالی اور علمی و فکری اضمحلال میں مبتلا تھا۔ نئے نمبرات و حوادث اور جدید ترین مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت اسکے اندر سے مفقود ہوتی جا رہی تھی، اس وقت خاص کر ہندوستان میں مسلم معاشرہ دو متوازی طبقوں میں بٹا ہوا تھا، بارش قیادت دے رہی قیادت کی داغ بیل پر نے لگی تھی، ایک طرف علماء دین جو عربی مدارس سے قدیم طرز پر پڑھ کر نکلتے تھے، تو دوسرے جدید روشن خیال حضرات جو کالجوں اور یونیورسٹیوں کے سافٹ برداشتہ تھے ان دونوں کے مابین اجنبیت و بیگانگی کی خلیج دن بدن بڑھتی چلی جا رہی تھی

اسکے علاوہ غضب تو یہ تھا کہ مختلف مذہبی فرقے اور فقہی مذاہب ایک دوسرے کو فحارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھنے کے بالکل مادی ہو چکے تھے منافروں و مہادلوں کا سمیت ہولناک بازار گرم تھا، اثبات و تردید کے بجائے تکفیر و تفسیق کی نوبت آ جاتی تھی، علمی حلقے ذہنی عزلت اور گوشہ نشینی کے عادی ہوتے جا رہے تھے، جدید دنیا کے علوم انکمار سے بیگانگی انکی مادے تھی، مسلم معاشرہ کی نگرانی اور مغربی علوم کی تشکیلی اثرات کی حفاظت سے یہ تیار ہو جا رہے تھے

نصاب درس میں کسی قسم کی تبدیلی ایک نامناسب جرات سمجھی جاتی تھی اس نازک برائی صورت میں ایک عارف کامل ذی ہوش عالم و فاضل مولانا سید محمد علی مونگیری کے تحریری اشارے پر مدد سے فیض مامکمانہ کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر تحریک زندہ کا قیام کا فیصلہ ہوا اس تحریک کا قیام مسلمانوں کا باہمی اتحاد، اسلامی نشاطِ ثانیہ، مختلف اجتماعی و اصلاحی اور تعلیمی کوششوں میں ہم آہنگی، اس نئی نسل میں اعلیٰ اخلاق و افتادار کی بالیدگی رسوماتِ قبیمہ کا استعمال، علماء کے ایک مشترکہ پلیٹ فارم کی تشکیل، اسلامی اصول، شرعی ضوابط پر علوم دینیہ کے نصاب درس، عصر حاضر کے مطابق تبدیلی، دینی و فکری افق کو توسیع اور ایسے علماء کے درپاں بنانا جو قدیم و جدید دونوں طبقوں پر مقبول و مکرم ہوں ندوة العلماء کا اہم مسئلہ تھا

یہ مفہیم معیہ نقلی اور روایتی دین کو عقلی و طبعی مصالح روحانی اسرار و حکم کے جامے میں پیش کیا جانا اور دین کو دینِ ظہر و کھد کر اس دور کی عقل زدہ طبعیتوں کے لئے قابل قبول بنا دینا اس الہامی فکر کا پہلا جزو ہے، حضرت شاہ صاحب کے خطب میں منجانب اللہ الفا ہوا تھا لیکن حجتہ اللہ البالغہ کے اسلوب بیان اور طرزِ تفہیم جس میں

عقائد و مسائل کے اسباب کے لئے یہ عقلی حکمتیں اور جہتیں پیش فرمائی
 ہیں حضرت شاہ صاحب نے ان حکمتوں کو متعلقہ آیات و روایات
 کی طرف منسوب فرما کر انہیں زیادہ تر کشفی اور ذوقی رنگ میں رنگ دیا
 اس لئے غدرقی طور پر اس سے صرف وہی عقل پرست
 طبیعتیں مطمئن ہو سکتی ہیں جو کسی نہ کسی حد تک ان روایات کو ماننے
 ہوں۔ انکا ایمان اصلاً مردہ نہ ہو چکا ہو، جو لوگ سرے سے اس اعتقاد
 اور ذوق کے اس کوہ ہی سے نا بلند اور بے ذوق ہوں اور ایسے علم
 حکمت کے بجائے تخیل آخرینی کا عنوان دے کر اڑا دیتے اور بے انتفاعی
 کی نذر کر کے دین سے بدستور محروم رہ جاتے ہیں، ابتدائی دور میں جو
 انگریزوں کی در اندازہوں، عباراتہ شارشوں اور اکتے ممدانہ نظریات
 کا زمانہ تھا، اس دور میں وہ لوگ راہ راست پر آتے رہے، جنہیں
 عقل سلیم سے کچھ واسطہ تھا، اس دور کے عمومی ماحول اور دینی رنگ
 کے پھیلے ہوئے اثرات سے کچھ نہ کچھ مانوس اور متاثر ہوئے اتنے
 بیگمانہ دین نہیں ہوئے کہ کفر الحاد کے دلدل میں پھنس جاتے یا اندرونی
 ذوقی وجدان اور ضمیر کی سداوتی سے کلیتہً بیگمانہ صریح انکار و تکذہ پر آجاتے
 لیکن اس دور کی طفولیت کا زمانہ گزر جانے کے بعد جب عقل پسند کی

کے شباب کا دور آیا اس سارا جی اقتدار اور سازشی دور سے گزر کر ہر عام آیا تو اس نسبت سے یہ دور گھٹنے رگما اور فرنگی نظریات الحادی افکار ایک حریف کی صورت میں سامنے آیا۔ عقلی فلسفے کے ساتھ سائنس کا جوڑ لگ جانے کے بعد یہ نظریات محسوسات کی صورت اختیار کرنے لگے تو عقل محض ہی پیچھے رہ گئی۔ اس سے نظریاتی فلسفوں کے بجائے، شوٹلزم اور حیات فلسفوں کی داغ بیل پڑنے لگی۔ اپنی فدا اور اپنی رسول کی انجمن قائم ہونے لگی۔ اب حاصل یہ سکھ عقلی تہذیب کے بجائے جنسی دور شروع ہو گئی۔ دل و دماغ کی طاقتوں کے بجائے صرف پیشانی کی آنکھ کی لمبائی نگاہ، اور مادیت کی تیز و تند لہر مڑوں دوڑنے لگی

آج یہ صورت حال اپنی اس انتہائی منزل تک پہنچ چکی ہیں کہ آجکی جنگ عقائد و افکار کی تعمیر بلکہ نظریات کی ہے، عقیدہ زیادہ تر عنوانات اور اسالیب کی ہیں،

آج اگر ایک حقیقت فدا رسول کا نام لیکر پیش تو نہیں اس سے راہ فرار اختیار کر لیتی ہیں۔ اگر وہ حقیقت تمدن و معاشرت اور دنیوی مفادات کے عنوان سے پیش کی جائے تو اسے قابل توجہ ہی نہیں بلکہ لائن قبول سمجھی جاتی ہے۔ جن کے یہ نکلنے ہی کر اصل

دشمنی خدا و رسول کے نام سے ہے۔ اصل اسکے پیغام سے نہیہر آج کے
 سلیبت پسند دور میں، ساری مذہبی صفات و فائز کی نہیں صرف عنوانات
 کی ہیں، آج صرف تعبیر اور تعبیری نسبتوں پر حق و باطل کا مدار ٹھہر گیا
 آج اگر ابتداء تلقین عقیدہ کسی دینی روایت پر مذہب

کے نام پر سامنے آئے خواہ کتنی حکمتیں کھول دی جائیں وہ بدستور
 وحشت و فرار کی نذر ہوتی رہے گی، اسی کو اگر سائنس فلسفہ
 معاشیات اور تمدنی مصالح کی عنوانات سے ہمیش کی جائے تو نہ
 صرف یہ کہ وحشت و فرار کا ذریعہ ثابت نہیں ہوتی بلکہ لائق توجہ
 بن جاتی ہے، اس لئے محسوسات اور لفظی عنوانات سے اسکی اہلج
 بھی ممکن ہے، البتہ یہ کوشش ضرور ہونی چاہئے کہ جنہیں دلوں میں ہیومت
 کرنا منظور ہوں، اس دور کے مریضان روح کے علاج کے لئے،
 علماء ربانین کا حلقہ اٹھا، جس نے مذکورہ نہج پر دین مذہب دینی
 عنائد اور دینی اصول و کلیات کو اس الہامی تحریک سے وابستہ
 کر دیا، قرآن و حدیث کو استدلالی اور منطقی طرز بیان سے زمانہ
 کے سامنے ہمیش کیا اس نئے حیاتی فلسفہ و حکمت بنیاد کا نام تحریک
 ندوۃ العلماء پڑا،

اس تحریک کی زور افزوں نرتی سے یہ واضح ہو گیا کہ اس مسئلہ اور ریزی فکر اور دینی رخ کی سوچ بچاری کا کوئی نتیجہ نہیں بلکہ الہام الہی کے مجرد خارج کا ایک نظر ہے یہ کوئی محض درسہ نہیں بلکہ تحریک ہے ، بلکہ آج کل کی اصطلاح میں ایک مستقل مکتب فکر و خیال ہے ، یہ واضح ہے ندویت کوئی ایک فرقہ نہیں ہے بلکہ تمام مسکد و اہل سنت کا ایک حسین برف ہے ، باہمی سالمہ اور صلح پسندی کا آئینہ دار ہے یہی وجہ ہے تمام حق پسند مسکد و مکتب فکر و خیال کے خزاندار جہند ، اس درپا صیوان چشمہ علوم عرفان کے تلاش و جستجو میں دور و دراز کی خاک بجان کر ، یہاں آنے ہیں اور کسب فیض محفوظ ہونے ہیں

ندوۃ العلماء کے اس معتدل فکر و مسکد کو سامنے رکھ کر یہ اندازہ ہونا چاہیے کہ اس مسکد کے اعتدال کے تحت اس یانی دار العلوم ندوۃ العلماء کا مقصد اور مصلح نظر ، ہندوستان کے تمام مسالک صفر اور صحیح مکتبہ خیال کو جوڑنا تھا

اسوقت صورت حال یہ تھی ہر نقبہ صوفی کے خلد تھا

اور صوفی فقیہ کو محروم باطن ظاہر پرست سے بصیرت اور زاہد فشک

اور نفعیہ صوفی کو بے سند تقلیدت اور بنام باطن ذہنی ادبام کا اسیر اور عقائد سلف سے، منحرف شمار کرنا عقائد متکلم کا مخالف تھا، اور متکلم محدث وقت کا۔ متکلم محدث کو حافظ لفظ کہہ کر لفظی تعبیرات میں گم اصول کلیہ سے بے خبر دین کی عقلی تعبیرات سے عاجز اور کندہ نائراشہ سمجھنا تھا۔ بلکہ مسلکی نفقات نزاع میں تبدیل ہو چکا تھا، ندوۃ العلماء کے قیام کے بعد ان تمام اعتقادات اصول کلیہ والدین کو برہان اور نظری مصالح کے لباس میں پیش کیا گیا۔ جو اس قسم کے عقلی شبہات کے لئے اور عقلی المحققوں میں پھنسے ہوئے طبقات کے عقلی نسلی رشتی کا سامان سامنے آیا، اسکے بعد مذہب حق سے ان طبقات کے نکل بھاگنے کا سوال باقی نہ رہا، تجربات شاید ہیں کہ اس قسم کے عقل پسند لوگوں جب اس شرعی مسلک کو عقلی لباسوں اور صحیح فکر کے ملبوسات پہن چلو گے دیکھا تو انکے شبہات زائل ہو گئے اور بصدق دل دل اپنی ناواقفیت پر توجہی کا اقرار کر کے اس مسلک و مکاتب فکر سے فکر فریب تر ہو گئے، اسکے مابین الحزب الذی لا یتجزئی بن گئے، اب صرف ایک سیاسی حلقہ رہ جاتا ہے جو دین مسلک کو الگ رکھنے کے عادی ہیں جنہیں اپنے سیاسی مقاصد کے ضائع ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، تو ندوۃ العلماء کی اس مسلک اعتدال

میں شرعی نقطہ نظر سے پہلے کے لئے سیاسی مقاصد کے تحصیل کا راستہ بھی ہے
 ندوۃ العلماء کا دوسرا بنیادی عنصر تربیت اخلاق اور تزکیہ
 نفس ہے جو ریاضیت و مجاہدات اور سلسلہ تصوف سے وجود پذیر ہوتا ہے
 اس میں باطنی سوز و گداز کے ساتھ ادب شریعت اور اتباع سنت کا
 رنگ بھی غالب آگیا ہے۔ اس میں شریعت کے ساتھ طریقت اور
 سوختہ جانی کے ساتھ ادب والی اور اذلال و کیفیات کے ساتھ اتباع
 سنت جمع ہے، اس سلسلے کے گداز بوریہ نشین محض سوختہ جان
 نہیں ادب داں بھی ہیں ان میں جذبہ جہاد باطنی سوز و گداز کے ساتھ
 غلبہ ادب شریعت اور اتباع سنت کا ہے اس مالمگیر ادارہ کو شاہ
 ولی اللہ محدث دہلوی اور حاجی امجد اللہ مہاجر مکی، شاہ نعین الرحمن
 گنج مراد آبادی، مجاہد اعظم شاہ شہید اور سید احمد شہید کے نسبتوں کا مجموعہ اور
 ان کے پاکیزہ جذبات کا آئینہ دار کہنا چاہئے

بہر کیف جام شریعت برف سندان عشق
 ہر ہوسنا کہ ندارد جام سندان باخشی

ظاہر یکہ اس تحریک حقیقت و معنویت یعنی اسکے ترقی فکراور اسکے اجزاء
 ترکیبی کا وجود الہام ربانی سے ہوا ہے تو قدرتی طور پر اس کی صورت

اور تشکیل و تعمیر میں بھی الہامات الہیہ کا دخل بھی طبعی تھا، یہ حقیقی صورت
میں جلوہ گر ہوا

اس وقت جبکہ اسلموں اقتدار گہن آلود ہو چکا تھا، علم کی
سرپرستی کرنے والوں کی باقی نہ رہا تو اندیشہ تھا کہ سلمانوں کی نسل
ابیں جہالت کا شکار ہو کر اغیار کے ہاتھوں نہ چرچا جائے۔ اس لئے
اس تحریک کا پیام لازمی تھا، یہ تمام تقاضا اسی ذرہ میں پرورش
پاتی رہی

آگے چل کر یہی ذرہ آفتاب و مہتاب، عالم ناب بن گیا

تشریف ندوۃ العلماء، عربی زبان و ادب میں اسکاۃ

مقالہ برائے

پتی. ایچ. ڈی (عربی)

مقالہ نگار

زیر نگرانی

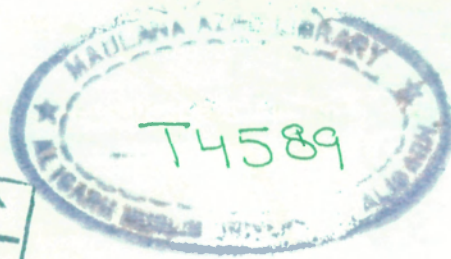
محمد صہیب صدیقی

پروفیسر محمد راشد ندوی

شعبہ عربی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۹۹۳ء



T4589

1

Prof. Mohd. Rashid
COORDINATOR




Phones { External : 27162
 Internal : 8234
SPECIAL ASSISTANCE PROGRAMME
DEPARTMENT OF ARABIC
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH—202 002 (India)

Dated.....

CERTIFICATE

This is to certify that the Ph.D. thesis entitled "NADWA MOVEMENT:
It's Contribution to the Development of Arabic language and literature in
India."

Submitted by Mr. Mohd Sohail Siddiqi Enrolment No. R-7089,
has been completed under my direct supervision, It is an original and
entirely of his own work.


Prof Mohammad Rashid
Department of Arabic
Aligarh Muslim University
Supervisor

فہرست مضامین

۱ مقدمہ :

باب اول :- تاریخی پس منظر :

یورپ کا ارتقاء

ہندوستان میں مغربی اقوام کی آمد

چند عبقری شخصیتیں

ہندوستان میں تحریک آزادی کی آگ

عالم گیر احساس ہرمیت

باب دوم :- ہندوستانی مسلمانوں کی زبوں حالی

حضرت سید احمد شہید

اسباب زوال

سر سید احمد خاں

جنگ آزادی ہند اور ہندوستانی مسلمان

جنگ آزادی ہند اور مسلم قیادت

باب سوم :- تحریک ندوۃ العلماء

ندوۃ العلماء کا فکری اساس

سر سید احمد خاں کے نام ایک خط

ب

ندوة العلماء کا اعراض و مقاصد

بانیان ندوة العلماء کا زندہ جاوید کارنامہ اور ہمارا اظہار تشکر

انبیاء کرام کی وراثت اور ہماری ذمہ داری

قدیم دینی مدارس اور انکا پیش رفت

علم و فلسفہ کا رواج اور اسکے غیر مثبت نتائج

قدیم نصاب تعلیم

قدیم نصاب تعلیم اور لفظی مبادث

قدیم نصاب تعلیم میں عربی زبان و ادب ، تاریخ و سہر علوم عصریہ کا فقدان

قدیم طرز تصنیف و شرحات کا سیلاب

قدیم نصاب تعلیم تبصر و ترمیم

باب چہارم :- وقت کا اہم تقاضا

عربی زبان و ادب کے ساتھ ، تفسیر و حدیث کا فقدان

علم کلام ، فقہ اسلامی ، علم فصاحت و بلاغت اور علوم جدید کی حتمی نوعیت

انگریزی حکومت کی دیرینہ خواہش اور چال

ندوة العلماء کی تاسیس کا مقصد

مولانا شبلی کا انداز فکر

بانیان ندوة العلماء کی علمی بصیرت ، اور اسکا مطمح نظر

حکمران ملت کی یہ دیرینہ خواہش

فکر و نظر کی بالیدگی اور مسلمان
مسلمانوں کا سفینہ حیات خودکشی کے راہ پر

باب پنجم : - تحریک ندوۃ العلماء کا قیام

بانیان کرام

تحرک ندوۃ العلماء اور مولانا محمد علی منگیری

ناظم اول مولانا محمد علی کا ذکر جیل

مولانا محمد علی منگیری کی عبقری شخصیت

مولانا محمد علی منگیری فطرت کی ارجندی اور جوہر کی تامل کی روشن دلیل

ندوۃ العلماء کا لائق مٹنا ہی سفر

ندوۃ العلماء کا روشن دلیل

ندوۃ العلماء کا پہلا سفر

تحریک ندوۃ العلماء کا پرزور استقبال

باب ششم : - ندوۃ العلماء کا اجلاس

علیگڑھ کالج کے اس وسیع فضا میں ندوۃ العلماء کا بازگشت

ندوۃ العلماء کی شہرت اور مقبولیت

ندوۃ العلماء کا دوسرا اجلاس

دوسرے سالانہ اجلاس میں ندوۃ العلماء کی اہم تجاویز

دارالافتا کا قیام

تحریک ندوۃ العلماء کا تقدس اور پیش رفت
بانیان ندوۃ العلماء کا یقین محکم علیٰ بیہم
ایک دارالعلوم کی ضرورت

باب ہفتم :- دارالعلوم کا قیام

نظام درس

رفع نزاع باہمی مسلمانوں کا آپسی اتحاد

صاحب کمال فضلاء کی ضرورت

تحریک ندوۃ العلماء سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ

مخالفت کا طوفان

ارکان تحریک ندوۃ کی استقامت

انگریزی اسکول کالج میں مذہبی تعلیم کا عدم رواج اور ایک دارالعلوم ضرورت

تجویز مقام دارالعلوم

تحریک ندوۃ العلماء اور اسکے روحانی سلسلہ

قیام دارالعلوم کے بنیادی مقاصد

تجدد پسندی کا سب سے بڑا خطرہ

مسلمانوں کی قومی زندگی کا مدار سراسر فطرت پر ہے اس میں ندوۃ العلماء کا رد

باب ہشتم :- تحریک ندوۃ العلماء کا فطری ذوق

موجودہ رفتار زمانہ اور ذہنی رجحانات

آہ نرنہالان ملت

مولانا عبدالحی کا دور نظامت ، انکا علمی ادبی ذوق اور اسکے اثرات

عربی اور اردو نثر نگاری کا بہترین نمونہ

ہندوستان کے مدارس

باب نہم :- عربی زبان و ادب میں اسکا حصہ

منطق و فلسفہ

صاذاخسر العالم با النخطا المسلمین

نحو و صرف

علامہ شبلی کی مختصر حالات زندگی

باب دہم

ندوۃ العلماء میں علامہ شبلی کی آمد اور اسکے اثرات

سید سلیمان ندوی کی شخصیت اور ادبی خدمات

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت

شیخ تقی الدین ایبلائی کی آمد اور اسکے دور رس اثرات

عالم اسلام اور عالم عرب سے گہرے روابط

عرب علماء سے روابط اور اسکے اثرات

رسالہ الضیاء کا بازگشت

البحث الاسلامی

الرائد و تعمیریات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

سرزمین ہندوستان پر ہمیں تاریخ سے ہی علم و ادب اور نوادر روزگار کی جہود کرنی
سلطنتوں کے عروج و زوال کی داستان سے بے پناہ علم و ادب کی تاریخ
کے راجہ اور لشیب و خراز قوموں کی علمی اور ثقافتی پیش رفت یادگار
ماندگی کے آئندہ دار ہونے ہیں

ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے زوال اور فرنگی عہد کی
ابتداء ہی سے سیاسی سطح پر ملت اسلامیہ ہند اپنا امتیاز کھو چکی تھی
علمی میدان میں ایک طرف دینی علوم کا روایتی نصاب زمانہ قدیم سے
جدد آراء کا ٹھکانا بن چکی ہر اکائی کو تقدس کا وہ مقام حاصل ہو چکا تھا کہ اس سے
مواخلاف کو سخت محیوب اور مہنی ہر جسارت تصور کیا جاتا تھا
جبکہ نصاب تعلیم میں فلسفہ و منطق کے وہ مباحث بہت بڑی اہمیت
اور جانفشانی سے پڑھائے اور ثابت کئے جاتے تھے جن کو جدید مسائل
اور جدید فلسفہ نے تاریک گہواروں کی طرح نئی تحقیق کی روشنی میں بکھیر کر رکھ
دیا تھا

دوسری طرف جدید تہذیب کی چمک اور جدید علوم کے بڑھتے ہوئے

پچھلے دو سے متاثر ہو کر مسلمانوں کا ایک حلقہ پوری یکسوئی اور شرج صدر کے ساتھ حالات سے سمجھوتہ کرنے پر آمادہ ہو گیا، اس ضمن میں ملی شخص اور تاریخی تسلسل کے تار و پود کو بڑی رسمی اور نامعین اندلیسی کے ساتھ توڑ کر رکھ دیا گیا

مؤخر الذکر کو طبقہ اور دینی علوم سے وابستہ طبقہ کے دورانی مکرر عمل کی دونوں سطحوں پر زبردست خلیج حائل تھی جو روز افزوں تھی۔ رابطہ کے فقدان اور مکرر عمل کی محنتوں کے اختلافت نے یہاں اس قدر سنگین رخ اختیار کر لیا تھا کہ ملت اسلامیہ ہند کا شہر ازہ منتشر نظر آ رہا تھا

حالات کو مزید سنگین بنادیا علماء و فہم کا مجہود اور روایت پرستی اور ہر جہت سے خداداد اسکے کے ہیر کی نفسیات نے اہم دول ادا کیا، انا غیر معمولی حالات میں امت کے دونوں طبقوں کے اتحاد اور عدم تفہیم کی تصویر کشی اقبال کے الفاظ میں یوں ممکن ہے

واعطد بیل لائے جو لے کے جواز میں

اقبال کو بہ ہند ہے کہ پینا بھی چوڑے

وقت کے تقاضوں کو محسوس کرتے ہوئے دور اندیش
 علماء کی ایک جماعت نے حالات نیرد آزما ہونے کا عہد کیا اور اصلاح
 کی خاطر ایک میانہ روپیش رفت کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کیا جو مختصر
 الفاظ میں یہ تھا کہ جدید و قدیم کے درمیان جمع و تطبیق ”الجمع بین الجدید
 الصالح والقدیم النافع“ کی جائے، اس جماعت کے پیش رو مولانا
 محمد علی منگڑی، مولانا شبلی نعمانی اور حکیم سید عبدالحمید وغیرہ تھے
 یہ تحریک ندوۃ العلماء کا بس بنظر تھا، تحریک
 کے اصلاحی اور علمی کارناموں، جلسوں، نزاع اور اختلاف
 برائے اختلاف سے شدید گریز کی ایک طویل تاریخ ہے،
 تحریک کے یہ تمام تر اقدامات حوصلہ افزا نتائج دئے مگر ایک
 ادارے کی ضرورت برقرار تھی، جو بعد میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی
 صورت میں، منہ شہود پر آیا اور ادب عربی اور علوم اسلامیہ کے
 لئے ایک حوالہ کا اور مرجع کا مقام حاصل کرنا چاہیگا

ندوۃ العلماء نے پہلی مرتبہ ہندوستان میں زندہ جاوے
 عربی ادب کو پورے ارتکاز اور موضوعیت کے ساتھ نصاب میں
 شامل کیا اور ذوقِ سلیم کی نشوونما کے لئے بنیادی حوالہ
 یکجا کرنے کی سعی مشکور کی۔

وقت کے گزرنے کے ساتھ ندوۃ العلماء ہندوستان میں

عربی ادب وہ زبان کا سب سے بڑا مرکز بن گیا، وہاں سے ایک
حیدر ٹرنن لصاب تیار ہوا جس نے اپنی معنویت اور موجودہ دور
میں اپنی اہمیت ثابت کر دی، ندوۃ العلماء کا تعارف دہلی، شام
ترکی، سعودی عرب، فلسطین، الجزائر اور دیگر عرب ممالک میں
ہوا، اور بلا واسطہ ندوۃ العلماء کی آواز البعث کے ذریعہ
باہر تک جانے لگی۔

ندوۃ العلماء نے کچھ ایسی شخصیتوں کو جنم دیا جن کا

مقام عربی زبان و ادب میں بہت بلند ہے، اور عالم عرب
میں ان کے ادبی اسلوب اور انشاء پر داری کو بہت خراج دلی
کے ساتھ سراہا گیا، ماذا خسر العالم، الرسالة المحدثہ،
الطریق الی المدینہ، مختارات من ادب العرب، اور
مخلص الانشاء، و منشورات ثری اور نیک ناسی کی نزل
کے سنگ میل ہیں۔

اس تحقیقی مقالہ کی تیاری کے مختلف مراحل ہیں

اسناد مدرم پروفیسر محمد راشد ندوی صاحب کی ہمدردانہ دھنائی
کی اور گراں نمایا توضیحات کی بدولت یہ کام آج اس اہتمام
تک پہنچ پایا، میں انکی اس نوازش کے لئے سراپا سپاس ہوں۔

نیز اسناد مکرم پروفیسر عبدالباری صاحب کے مخلصانہ شعوروں غسی
 معلومات کی فراہمی سے یہ مقالہ ترتیب کرنے میں بہت مدد ملی ،
 میں انکی مشفقانہ رہنمائی کے لئے شکر گزار ہوں
 یہ مقالہ دس ابواب پر مشتمل ہے ، جو اچانک حسبِ نوبت

- باب اول : تحریک ندوۃ العلماء کا تاریخی پس منظر
 باب دوم : ہندوستانی مسلمانوں کی زبوں حالی اور در ماندگی کا ایک اجمالی جائزہ
 باب سوم : تحریک ندوۃ العلماء ایک تعارف
 باب چہارم : حوجت کے اہم تغاظ
 باب پنجم : تحریک ندوۃ العلماء کا مقصد
 باب ششم : ندوۃ العلماء کے اجلاس
 باب ہفتم : دارالعلوم کا قیام
 باب ہشتم : تحریک ندوۃ العلماء کا خطری ذوق
 باب نہم : عربی زبان و ادب میں تحریک کا حصہ
 باب دہم : علما و شہسبائی کے مختصر حالات زندگی

باب اول
حرف آغاز
تاریخی پس منظر

باب اول

تاریخی پس منظر

پندرہویں صدی کا آغاز عہد وسطی کا اختتام، عصر جدید کا آغاز، سائنس و فلسفہ کا
تغیر پذیر تبدیلی کا دور تھا۔

اس دور میں سبھی یورپ و امریکہ کو تحقیقی و تجرباتی علوم ماسرما
ہاتھ میں آیا ان جدید علوم کو شعل راہ بنا کر ایجادات و انکشافات کے
میدان میں زبردست کوشش کی، تجرباتی روشنی سے خاطر خطرت کے
راز، نئے نئے ایجادات و انکشافات کے ذریعے ایسے نادر اور انمول کامرانے
انجام دیے کہ دنیا و مافیہا کے مالک بن گئے، ایسے تحقیقی نوادر عالم وجود میں آئے
کہ (خواہ عالم کی نگاہیں انہیں دیکھ کر حیراں رہ گئیں، ان تجرباتی علوم میں انمول
کوشش کوشش کی انکو ایک نئی روح اور نئی نازگی ملی، مادی حیات میں
زبردست چمک دکھ، اور غلبہ نصیب ہوا، علوم جدید کے ذریعے انہوں نے
خواتین خطرت کی تسخیر کی راہیں کھولیں گھر چہار دیواری نکل کر صنعت حرفت
(اقتصاد و معیشت پر قابض ہوئے چلائے، حتیٰ کہ میدان جنگ کا نقشہ ہی
پلٹ دیا، اور زمانے کے آئندہ مل بن گئے۔

۱۔ تاریخ مدۃ العلماء، لکھنؤ، مقدمہ

۲۔ تنقیحات، مولانا حودودی ص ۵۰، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵

یورپ کا ارتقاء :- یہ دور تاریخ انسانی کا اہم ترین اسٹیج ہے، اس
کئی انقلابِ آفریں تبدیلی صدیوں پر نقش ہے، ہر شعبہ حیات اس سے متاثر ہے
اس دور میں یورپ و امریکہ کی عقلی و خیالی بالادستی قائم ہے، اس میں
سچی یورپ نے اپنے ایک ایک لمحے کی قدر کی، صدیوں کی مساعف
برسوں میں طے کر لی۔ ۱

مگر اس میں مشرق کی کیا حالت رہی یہ بھی بڑا قابلِ غور
ہے۔ یہ اپنے ابا و اجداد کی بچھائی ہوئی بستر پر پڑے سوتے
رہے۔ نئی نئی ایجادات و انکشافات اور ترقی پسند تحریکات سے
بیگانگی اور راہ فرار مسلسل ان کی عادت رہی،

خاص طور سے عین اس وقت جبکہ سچی یورپ کے عروج و
اقبال کا ستارہ گردش میں تھا تو مشرق کی سفید حیات انحطاط و ادبار
کی راہ پر گامزن تھی،

اس وقت مغربی تہذیب کی انقلابی لہر اس سموتِ رول
دواں تھی جہاں پرانا فرسودہ نظام قدیم روایات و اقدار، طرزِ معاشرت
اس کی جدت کے سامنے ثبات کھوتی اور دم توڑتی نظر آتی ہے۔
ادھر مغربی طاقت حکم اپنے ایجادات و انکشافات، افکار و خیالات

۱۔ علامہ شبلی کا نظریہ حیات، ڈاکٹر عبداللہ خواہی، مقدمہ، ص. ۱-۲-۲

تنقیدات، مولانا مودودی، ص. ۲-۳

اور تہذیب و ثقافت پر بڑا ناز تھا، اس جدید صنعتی انقلاب اور جنگی طاقت کے زعم میں ایک جدید طرز معاشرت کی نئی تشکیل شروع کر دی، عالمی سیاست اقتصاد و معیشت، صنعت و حرفت اور جنگی محاذ پر اثر انداز ہونے کے لئے اپنی لا محدود نقل و حرکت شروع کر دی اور اس میں وہ پالیسی اختیار کی جو انکاظر امتیاز تھا، اقوام عالم کے سامنے اپنے افکار و خیالات و نظریات کی بالادستی کے لئے ایک ایسا عالمی نظام پیش کیا کہ جس میں صرف انہی کی ترقی کا راز مضمر تھا، چنانچہ انہوں نے اپنی لا محدود نقل و حرکت کے ذریعے اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل پر اپنا لا محدود اثر و رسوخ قائم کیا، اس سے عالمی سیاست پر اثر انداز ہونا چاہا گیا، اس عالمی ادارے پر غلبہ آشدد کے بعد خاک و خون میں رنگ بھرنے کا موقع ملا، منصوبہ بندی کی سہولت ملی اپنی ہر اندھی خواہش کی تکمیل کے لئے ہلاکت خیز مادے اکٹھے کئے مختلف Atoms طاغوتوں عناصر کے مابین صالحہ اجزائے ترکیبی کو آخری شکل دی، جدید ترین ہلکے اسلحے تیار کئے، اس سے پہلے در پہلے دنیا کے وسیع حصوں پر قابض ہونے چاہ گئے اور بڑے بڑے جاں باز سورماں اور جنرل تیار کئے، جس سے بحر و بر، خشک و تر کی لا محدود

وسعت آناً خاناً سمٹ کر رہ گئی اور رختہ رختہ لہ محدود طاقت و
 قوت کے زعم میں اپنے وضع کردہ اصول و قوانین کی بالادستی قائم کرنے
 کی تلقین و تبلیغ بھی شروع کر دی،

سولہویں اور اٹھارویں صدی کا وقت بہت عہد
 آفریں اور سخت تبدیلی اور نشیب و فراز کا زمانہ رہا ہے، یہ دور
 ہر لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس دور میں یورپی اقوام نے دور
 دراز ملکوں کے خاک چھانے، صحرانوردی اور

انہوں نے تحقیقات و انکشافات اور ایجادات کے
 ذریعے نئے فتوحات کی راہیں کھولیں، ملکی انتظام و انصرام کا باگ
 ڈور اپنے ہاتھوں میں لے لیا، نوآبادیاتی نظام اور تجارتی منڈیاں قائم کئے
 تحسین معیشت کی راہیں ہموار کیں اور ربح سکون پر سیاسی و اقتصادی
 تہذیبی و تمدنی بالادستی قائم کر لی

یہ بھی حقیقت ہے کہ عین اس وقت جبکہ سلطنت مغلیہ کا
 ستارہ غروب اور آفتاب اقبال گہن آلود ہو گیا تھا، ٹوپورمپ کا
 تند لہر یہاں تک پہنچا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کا تجارتی رشتہ یہاں
 بھی شروع ہو گیا

۱۔ تاریخ مدوۃ العلماء، مقدمہ، ص ۹۔

۲۔ علامہ سید سلیمان ندوی شخصیت و ادبی خدمات، ص ۳۴

جس سے اس بدبسی حکومت کی دخل اندازی کے امکانات روشن ہو گئے، بالآخر سلطنت مغلیہ کا آفتاب تین سو سال کے بعد اپنی بے پناہ وسعتوں اور لامحدود ضیاء پر کرنوں سے محروم ہو گیا۔ شاہی خاندانوں میں محفل و فراست کے سولے ضلک ہو گئے، ٹو اورنگزیب کو در اندازی کا سنہرا موقع ملا۔ چنانچہ انھوں نے اورنگزیب عالمگیر کی نرم رومی سے پورا پورا خاندہ اٹھایا اور اپنی تجارت کو فروغ دینے کے اپنے مقاصد کی برآری کے لئے دسہ کاری اور رختہ اندازی کے ہر اس طریقہ کار کو اپنایا جو ان کے لئے ممکن تھا، رختہ رختہ ملکی حکمرانوں، اسلڈی ظلم و کے خلاف حرم سراؤں سے لے کر ابوانوں تک ایسی بے پناہ سازش تیار ہوئی کہ ضیاء ایمان کی لو تھر تھرا اٹھی، ظلم و تشدد، کفر و طغیان کا وہ طوفاں اٹھا کہ اسلام اپنوں میں اجنبی بن گیا،

یہاں مسلمان داخلی انتشار، عیش و عشرت اور باہمی کشمکش میں پڑے رہے اور یہ انقلابی طوفاں تغیر پریر حالات اور اس قدر عظیم فطرات جس سے قوم مسلم کو خواب غفلت سے جگلیں اور قوم کا سواد اعظم لکھنؤ اور دہلی میں مشاعرہ کرتا رہا اور داد عیش دیتا رہا۔ ان پر خطر حالات میں اورنگزیب کے جانشین بادشاہان

مملکت، شاہی خانوادے، حکماء و اہل پر قوم ملت کی حفاظت کی کیا ذمہ داری تھی، بڑے ٹھنڈے دل سے سوچا جاسکتا ہے، مگر یہ ناکارہ اور عیش پسند نکلے، خواب غفلت میں پڑے رہے کچھ غطری مکروری کے باعث جاوہ منزل ہٹ گئے داخلی انتشار و اختراقی کے باعث ان ہر ضحلی کیفیت طاری ہو گئی ہے شاہی عظمت شان و شوکت، عیش عشرت، رعنائی حسن و جمال کا ہر کیف منظر نے ان کے عقل و فکر کو مغل کر دیا

ان کی مسکور نگاہوں اور بیمار ذہنوں میں وہ خداداد خونی الفطرت، قابلیت و صلاحیت اور اذرا کی حواس، عوامی و ملی فیرت قلبی سوز و گداز باقی نہ رہی جوان کے آباد اجداد کے اندر تھی، جوان کے حفاظتی (نظام)، ملکی عیام و استعمام کی بنیاد کو مضبوط رکھنے، بالآخر یہ سرزمین انگریزوں کے زیر تسلط ہوتی چلی گئی ۳

پہچند عبقری شخصیتیں ^۴ تھیں خط الرجال اور ان پر فطر حالات میں ساری وسعتیں سمٹ جانے کے باوجود اس ملت اسلامیہ معذبہ کا گود خالی نہیں رہا جس نے اپنی تولیدی صلاحیت سے ایسے ہونہار بیٹوں کو جنم دیا جنہوں نے اس مادر وطن کی لاج رکھی، اپنی جہت و بہادری اور ایمانی حرارت سے اس مادر وطن کی گود کو گراخ پر کر دیا اور ناجائز حملہ آوروں کے سناٹے میں شیشہ پلڑتی ہوئی

۱۔ تاریخ ندوۃ المدارس، حصہ اول

۲۔ ہمارے بادشاہی، ڈاکٹر نارا چند، پیس لفظ، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء

۳۔ محمد حسن ^۵ کی ادبی خدمات، ڈاکٹر عابد حسین، ہندوستانی مسلمان آئینہ دیا

۴۔ مسلمانانہ سرشت، ڈاکٹر عابد حسین

دیوار کی طرح ڈٹ گئے اور جہاں کی بازی لگادی،

چنانچہ ان انفرادی و نادر شخصیات میں میسور کے حاکم
حیدر علی، ان کے فرزند ارجمند ٹیپو سلطان، اور صوبہ بنگال کے حکمران
سراج الدولہ نظر آتے ہیں، یہ انگریزوں کے خلاف آزادی ہند کے سرخیل
تھے، ان کی تیرا اور دور رس نگاہوں نے اس تیز و تند لہر، انقلابی
طو خان، اس امڈنے والے خطرات کو قبل از وقت بمقابلہ کیا تھا،
انہی خطرات کے پیش نظر مغربی ساراج کے خلاف زبردست مورچہ لیا
اور مرنے دم تک اس ملک میں انگریزوں کے ناپاک وجود کو
برداشت نہیں کیا اور ملت اسلامیہ ہند پر کی دفاع میں لڑتے رہے اور
جام شہادت نوش فرمایا ۱

۲۔ مگر چونکہ ٹیپو سلطان سچے وطن پرست انسان تھے
مادر وطن کی محبت ان کی گتھی میں پڑی تھی، انھوں نے اس مادر گیتی
ہند کو انگریزی استعمار، غلبہ اور تسلط سے جھوٹانے کے لئے ساری
زندگی قربان کر دی، آپ نے حریت ہند کے لئے اس طرح جرت و بہادری
اور اولوالعزمی کا مظاہرہ کیا جو رحمتی دنیا تک کے لئے تاریخ انسانی

۱۔ مسلمانوں کا روشن مستقبل۔ محمد طفیل۔ ص۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲

۲۔ ڈاکٹر تاج محمد جنگ آزادی ہند و مسلمان۔ ص ۵۷۔ ۶

کاروشن بائیٹ، انہوں نے اس مقصد کی برآری کے لئے سلطان ترکی اسلامی قلمرو اور دیگر ملکی اراء روابط بھی قائم کئے، انگریزی سامراج کے خلاف ایک متحدہ پلیٹ فارم تیار کیا اور سخت نبرد آزمائی کی، فریب تھا کہ انگریزوں کے خلاف فتح و نصرت کا پانسا پلٹ جاتا مگر ان کے نامافیت اندیش وزراء، انگریزوں کے جدید ترین اسلحے سے نبرد و تنگ سے لیس فوجوں کا چمک دمک دیکھ کر حیران رہ گئے، انہیں اپنی فتح و نصرت پر یقین نہ رہا، اپنے روشن مستقبل اور مادی لذت کو بچانے کے لئے سامراجی اہوال سے وابستہ ہو گئے، خود اپنے ہم وطنوں کے خلاف جھوٹ و فریب اور دسبہ کاری کی وہ پالیسی اختیار کی جو اسکا طرہ امتیاز تھا علم

انہوں نے مغربی ریشہ دوانیوں کے خلاف شانہ بہ شانہ ہو کر اپنے ہم وطن اور درد مشترک بھائیوں کا بدترین استحصال کرنا شروع کر دیا ان مجاہدین ملت اور حرر آہن کے سارے منصوبوں پر ہانی پھیر دیا۔ بالآخر ملت اسلامیہ ہند کے گردن پر غلامی کی زنجیر پڑتی چلی گئی ان سخت حالات میں یہ جانباز مجاہد جنکا دھڑکنے والا دل، ایمانی حرارت سے لبریز تھا یہ ملت اسلامیہ کے جاں بلب اور سسکتی ہوئی

۱۔ ڈاکٹر عابد حسین، ^{ہندوستانی} سلطان آئینہ ایام میں ۷۰ ص ۶۷، بارادول

۲۔ ۷۷ کی ادبی احمیت مضمون رسالہ آجکل، دہلی قند آزادی فر ۱۹۷۱ء ص ۲۵

حالت کی تاب لانہ سکی اور ان غریب خوردہ وزرا کی خود سہیگی کے باوجود ہمت نہ ہاری، اس فلدی ذلت پر اپنی موت کو ترجیح دی، ۴۴/ مئی ۱۷۹۹ء کو سرنگاپٹیم کے سرکے میں عام شہادت نوش فرمایا اور اس دار خانی سے چل بسے۔ مگر چونکہ اس ہر فطر ماحول میں بھی یہ مرد مومن اپنے عزم و حوصلے کے پہاڑ تھے ان کے جیتے جی انگریزوں کا ہندوستان میں حکومت کرنے کا خواب ادھورا تھا، انکو یہ احساس تھا کہ یہی شخص ہماری خوابوں کی روشن تعبیر کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے جب تک اسکا وجود دنیا پر باقی رہے گا ہندوستان میں حکومت کرنے کا خواب پورا نہیں ہو سکتا اس لئے انگریزوں نے اپنا سارا زور صفحہ ہستی سے مٹانے بیوگ دی، اور زمانہ نے بھی ایسا پلٹا کھایا کہ مسلمانوں کی عظیم تاریخ بننے بننے رہ گئی،

اسوقت انگریزی جنرل ان کے نقش مبارک کے پاس کھڑے ہو کر بے باک دھل کہا کہ آج سے ہندوستان معمار ہے۔

۱۔ سید سلیمان ندوی شخصیت و ادبی خدمات، ص ۵۳

۲۔ مسلمانوں کا روشن مستقبل ص ۲۶۱

۳۔ Rox Revall N.W. ۱۷۵۰ History of Freedom P. ۲۴۰
Pakistan Historical Society Karachi - ۱۹۶۰

یہ دریائے تندجولاں بھی

علم ” یہ جوئے آب جو دریائے تندجولان بن کر انگریزی اقوام پر مسلط ہوئی تھی قریب تھا کہ ان کو خوش و خاساک کی طرح بہا لے جاتی ان کے اچانک سرد پڑ جانے کے بعد مسلمانوں پر بے حد مابوسی طاری ہو گئی۔

دوسری طرف ٹیپو سلطان کے اس دلور شہادت کے بعد مسلم امراء اور جانباز نوجوانوں کے اندر سخت گرمی آگئی اور انفعالی کیفیت طاری ہو گئی، ان لوگوں نے انگریزی ساراج کے خلاف ایک زبردست محاذ آرا جماعت تیار کی، اور سخت مورچہ لیا، اس عظیم منہدہ محاذ، اور لشکر جبار کو دیکھ کر یقین ہونا تھا کہ یہ لوگ استعماری خوث کا صفحہ پا کر ہی دینگے اے مگر پے در پے ملبسور دکن مدراس، بمبئی، حیدرآباد، ملبوسی اور بکسر کی حفریت در حفریت نئے مسلمانوں کی فہمت پر اور جھاڑو پھیر دیا، خوف و حراس کے تاریک در تاریک سائے ہر طرف چھانے چلے گئے، مابوسی در مابوسی پیدا ہوئی چلی گئی اور اس ہلاکت خیز حفریت کے معاً بعد ہی انگریزوں نے مسلمانوں کا

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء

۲۔ هندوستانی مسلمان آئینہ ایام میں، عابد حسین، ۱۹۲۷ء

بدترین استحصال شروع کر دیا اپنی نئی قوت کبر و نخوت کے زہم میں
 ”مسلمانان ہند پر وہ ہلاکت خیز مظالم ڈھائے کہ اس دلدوز ظلم و
 استبداد اور ہیمنہ قتل عام سے مسلم قوم ایک دم بلبلا اٹھی، ادھر
 ظلم و طغیان کا اس لا متناہی سلسلے نے ہر خاص و عام خصوصاً علماء
 اسلام کے اندر زبردست بیداری اور آزادی ہند کی تیز و تند ہر پیدا
 کر دی۔ نیز ایسٹ انڈیا کمپنی کے اس مخصوص اعلان کے بعد کہ خلق خدا
 کا، ملک بادشاہ کا اور حکم کمپنی بہادر کا مسلمانوں کو مزید براہ گنہگار
 کر دیا، اور انتقامی جذبہ بھڑک اٹھا، ۲

”علامہ حضرت شاہ عبدالعزیز نے حالات کی خطرناکی
 عینی مشاہدہ کیا، اور ہندوستان کو دارالحرب ہو جانے کا اعلان کر دیا
 اور ملت اسلامیہ ہند کو آزادی ہند کے لئے تیار کرنا اور جہاد پر
 آمادہ کرنا وقت کا بہت ہی ناگزیر تقاضا سمجھا اور دوسری طرف چونکہ
 انگریزوں نے جاہ و اقتدار کو مسلمانوں سے چھینا تھا اور وہ مسلمانوں
 کو ہی بغاوت کا سرخیل سمجھتے تھے، چنانچہ وہ مسلمانوں کو کچا چبا جانا بھی
 کم سمجھتے تھے ۳

۱۔ سید سلیمان ندوی، ۲۹

۲۔ تاریخ فتوۃ العلماء، حصہ اول

۳۔ اسرار احمد، ۶، قومی جدوجہد کے دھانی سوال رسالہ آجکل دہلی قند آزار، ۱۹۵۴ء ص ۱۴

”بہر حال میری اس بات کی نائید سرسریکس کے اس تحریر سے ہوتی ہے کہ انگریزوں کے وہم و گمان کے ہر باغی کا دوسرا نام مسلمان ہے۔ عہد خصوصاً یہ کہ اسلامیان ہند پر بے پناہ مظالم الم ناک داستانیں بہت ہی دلہوز ہیں کہ انگریزوں کے ریشہ دوانی اور در اندازی کے دوران مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ ہو کر رہ گیا تھا۔ اور سرنگا پٹیم کے سر کے میں ٹیپو سلطان اور سراج الدولہ کی شہادت کے بعد ہندوستانی مسلم حکمران اور شاہی خاندانوں میں کوئی ایسی سکت باقی نہ رہی، جو اس سیل رواں کو روک سکے، یا دریائے تندر جولان بن کر اس مغربی قوم پر ٹوٹے پڑے، اور اسکا خلع جمع کر دے، ملکی دفاع انتظام و انصرام کی ایک ایسی لاشانی نظمیر پیش کرے برادران وطن، خاص کر اسلامیان ہند کو غلامی کی اس ذلت سے بچا دے، مگر افسوس ہے کہ ان مہمناک حالت میں قوم ہند کی پریشانی مادر ہند کی غبار آلود صورت دیکھ کر ہمارے برگزیدہ اسلاف، آبا و اجداد پر کیا گزری ہوگی جسکی تصویر کشی آسان نہیں ہے۔ - ۵

۵۔ خورشید مصطفیٰ خند آزادی
۱۹۵۷ء ص ۲۳

۱۔ محمد طفیل مسلمانوں کا روشن مستقبل

۲۔ Moynel Heque Thecal Revolution - 245

۳۔ ڈاکٹر ناراجند، مقدمہ خند آزادی ہند، ۱۹۵۷ء ص ۵۱

۴۔ سید سلیمان غروی شخصیت و ادبی خدمات ۱۹۹۰ء ص ۳۵

عمر انہوں نے کس عرق ریزی، خون جگر کے انمول خطروں سے اس مادر
ہند کی آبپاری کی ہوگی، اس چمن بہار کو سینچا ہوگا، مگر ان کی ناخلف
اولادوں اور ناماقبت اندیش جانشینوں نے اس چمن بہار کو خزاں
رسیدہ گلستان بنادیا

اس خواب غفلت اور داد عیش کے نتیجے میں انکو اٹنا بڑا
درس عبرت ملا کہ بنایا نہیں جاسکتا، اس سے رختہ رختہ انکی زندگی ٹنگ
ہوئی چلی گئی اور انکا خون زندگی کے شریانوں کے بجائے ندی نالو
میں بہنے لگا، ان حالات میں علامہ شاہ رفیع الدین اور شاہ ولی اللہ
جیسے درد آہن عزم و حوصلے کے پہاڑ علماء کرام کے علاوہ کون تھا
جو قوم مسلم پر نرس کھانا انکی دور رس نگاہیں انگریزوں کی
استبدادی نقل و حرکت پر مرکوز تھیں، یہ لوگ بھی اس مغربی اقوام
کی غلط روش سے

غلبہ ظلم و استبداد سے بے حد متاثر ہوئے انکی توسیع
پسندی عمر مسلمان کی نسل کشی اور بددلت خیز متعصبانہ کاروائی کی
تاب نہ لاسکے اور جہاد کا اعلان کر دیا اور قوم و ملت کی دفاع کے

۱- تاریخ ندوۃ العلماء، حصہ اول

۲- اسرار احمد، خوی جد جہد، دعائیہ سو سال، مضمون رسالہ آئینہ دہلی لکھنے آزادیء

لے کر بستہ ہو گئے ان لوگوں نے ہر میدان اور ہر محاذ پر انگریزی قوت
غلبہ و استبداد کی ٹوڑکی اور انکی اشرو و خوز کی شدید مخالفت شروع کر دی
اور جنگی محاذ قائم کیا

۱۹۵۷ء کی بغاوت میں برادران وطن کے ساتھ دلکشا بدوش ہو کر انگریزوں کے خلاف جنگیں لڑیں اور منظم طریقے سے اس میں حصہ لیا اور استعماری قوت و غلبہ و استبداد کے خلاف ہر اس طریقہ کار کو اپنایا جو ان کے لئے ممکن تھا سرنگاٹیم کے جنگ اور سلطان شہید کے مجاہدانہ روس کو باقی رکھا ۷۲

عُددت کا عجیب انفاق تھا کہ اس مجاہدانہ سرگرمی میں ہندو مسلم شہر و لشکر ہو کر شانہ بشانہ شریک ہوئے مگر دغ و غم اور حالات کی ستم غریبی تھی اور اس ہندوستانی قوم پر ذلت و تکلیت اور غلامی کی زنجیریں رحمتی امبی اور باقی تمہیں اس لئے یہ انقلابی تحریک ناکام ہو گئی۔ ۴۲

بلدِ شہید یہ دور اس ہندوستانی قوم کے لئے سہت کڑی آزمائش
کا دور تھا اس دور میں کسی بھی مرد مجاہد کے لئے حق کی آواز بلند کرنا

۱- سید سلیمان ندوی شخصیت و ادبی خدمات ص ۴۴

۲. تاریخ تدوین اسما، حصہ اول

Leonard Mosley, last days of british days - 250 - p

۴ طے کے تعلیمات ادا ہوا۔

نہ صرف خود کشی کے مترادف تھا بلکہ ملت (سلاویہ لائٹنہاؤس) معیشت کا ایک پیغام تھا

ایسے پرخطر ماحول میں سپر احمداں نے جنم لیا ہے
آپنی ولادت اسوقت ہوئی جبکہ سلطنت مغلیہ کا ستارہ تقریباً
غروب ہو چکا تھا، آپ نے بجنور اور مراد آباد، لکھنؤ، دہلی کو انگریزوں
کے ظلم و استبداد میں لٹنے دیکھا، اور انگریزی بربریت ظلم و استبداد
تاخت و تاراج کا ننگا ناچ دیکھا، ان سے مسلم قوم میں اس طرح کی
تباہی دیکھی نہ گئی ۴۲

انھوں نے اپنی کدو کاش کے ذریعے ظالم کے ہاتھ روکے اور
مظلوم کے زخم پر مرہم رکھنے کی حنی الامکان کوشش کی، اسباب
زوال تلاش کئے اور اسباب بناوتِ ہند کے نام سے ایک کتاب
لکھ کر اس حقیقت کا انکشاف کیا اور بدخواہانِ ملت پر واضح کر دی
کہ اس خونریز بناوت کی ساری ذمہ داری انگریزوں کے سر ہے
نہ کہ ہندوستانیوں ۴۳ انگریزوں نے جو ہندوستانی قوم کے خلاف
ایسے دلدوز مظالم ڈھانے کا لائٹنہاؤس سلسلہ جاری کر رکھا ہے ۴۴

۱۔ سید سلیمان ندوی شخصیت و ادبی خدمات ص ۴۹، ۲۶

۲۔ ڈاکٹر تارا چند پٹیل نقطہٴ عتب آزاد خی ہند ص ۵۷

۳۔ ڈاکٹر عابد حسین

۴۔ سید سلیمان ندوی، مشفق، طبعہ نقطہ ص ۵۱

جس کی المناکی دل کو چیرے دکھتی ہے یہ خونریز بنادت اسی انگریزی
بربریت کا سمٹ رد عمل ہے اے
اور یہ آتش نشان بہار آئندہ کے لئے مزید سنگینیت
کا ہمیشہ خیمہ ہے

انگریزوں کو اس قدر ناما محبت اندیشانہ روش سے
باز آجانا چاہیے ورنہ کھائی سامنے ہے، اس ہندوستانی قوم کو
چاہے خون کی ندیوں سے گزرنا پڑے یہ اپنی آزادی کی نفل و
حرکت سے باز نہیں آسکتے ہیں ۲

خرد نامی ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

سوج ہے دریا میں مگر بیرون دریا کچھ نہیں

خاص کر اس زمانے میں اس طرح کی بے باکانہ تحریر اور
جرات مندانہ اقدام کرنا سرسید کے لئے آسان نہ تھا ایک عالم آریث
کی شان میں مدہوش بد عقل حکمران کو اس طرح کی کرودی دوا
پلانا تو دور کی بات ہے اس کی ہمت کرنا بھی مشکل ہے مگر بحسن
خوبی اس کو انجام بھی دیا جاسکتا ہے کسی طرح عقل میں نہیں سمجھنا

۱۔ خورشید مصطفیٰ رضوی، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۵۵۶، ۵۵۷

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء حصہ اول

جسکو جینے کی تمنا ہو وہ اس کام کو نہیں کر سکتا ہے مگر سربراہ احمد
خاں نے اس کام کو انجام دیا اور خطرات مول لئے

یہ بڑے دل گردے کی بات ہے یہ نادر کارنامہ
بلاشبہ تاریخ ہند کا روشن باب ہے، قوم ملت کو ذلت و کثت کے
اس تاریک سائے سے نکالنے کا پاکیزہ جذبہ ان کے اندر ایک خداداد عطیہ
تھا ہمیں ان کے ان پاکیزہ جذبات کی قدر کرنا چاہیے، یہی بصیرت
آئینہ خیر ان کی سیاسی سرگرمی اور سماجی زندگی کا نقطہ آغاز
ہے اسی میں انکی علمی اور فنی اور تعمیری زندگی کھلے راز سفر تھا
جو منکشف ہو کر بالآخر سامنے آیا ہے

ہندوستان میں تحریک آزادی کی آگ ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کی رگ متعدد اسباب کی بنا
پر دب تو ضرور گئی تھی مگر اسدی محبت، ایمانی حرارت، قومی
غیرت اور قوم پروری کی چنگاریاں ابھی سلاک رہی تھیں، انہیں
پاکیزہ جذبات کی کرشمہ سازی تھی کہ اس ملک کے غیور باشندوں
نے اس استعماری طغانت کے وجود غلبہ و استبداد کو مرنے دم تک
برداشت نہیں کیا ۴۲

اسکو غلامی کا طوفی، لعنت کی زنجیر اور ذلت کا چھاپ سمجھا
 رشتہ رشتہ ان کے اندر اس برطانوی ظلم و استبداد، صنعت
 و حرفت کی تباہی، اختصار و معیشت کی پستی اور روز افزوں
 تعلیمی فقدان کا احساس بڑھتا گیا، مزید برآں مغربی اقوام
 احمقانہ روش اور چہرہ دستیوں پر عام و خاص کے اندر،
 بیداری کی لہر پیدا کر دی، خاص طور پر بے روزگاری، ہندو
 عوام کے اندر انقلابی جذبات کو اور ہوا دینا شروع کر دیا
 ان کے احساسات اور مجروح ہونے چلے گئے ملک کے اندر آبا
 مضبوط اور مستحکم قومی تحریک اور سیاسی پلیٹ فارم قائم کر
 خیال پختہ ہو گیا، مختلف سیاسی جماعتیں اور قومی تحریکیں عالم و
 میں آئیں ان میں انڈین ایسوسی ایشن انڈین نیشنل کانگریس
 مسلمانان ہند کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لئے سرسید احمد خان کی شا
 کردہ پیئرپانک ایسوسی ایشن اور مسلم لیگ قابل ذکر ہیں“
 ادھر نواب و نثار الملک نے ویرائے، لارڈ کرز
 طرف سے صوبہ بننے کے اعلان کے خلاف سرکنتہ الہ آبادیوں پر

۱۔ زامرت لال ناگر، عقد کے معمول ص ۲۶

۲۔ ۵۵ء کے ہیرد، ص ۳۱

۳۔ مولوی ذکار اللہ تاریخ عروج سلطنت انگلینڈ ہند، ۴۲، تاریخ ہندوہ العلماء
 ص ۵

کہ اس سے ہر فرد مسلم کے اندر جہاد کی آگ بھڑک اٹھی اور مسلمانوں کے سیاسی خیالات میں ایک زبردست انقلابی طوفان آگیا، مگر چونکہ صوبہ بنگال میں مسلم اکثریت تھی، مسلم لیگ کا وہاں بڑا زور تھا ابھی عرصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ آل انڈیا مسلم لیگ نے بھی خود مختار کو اپنا نصب العین قرار دے دیا اور کانگریس اور لیگ کے درمیان متحدہ جدوجہد کا سمجھوتہ ہو گیا ہے۔

اگست ۱۹۱۲ء میں جبکہ طرابلس و لبنان کا معرکہ اور اور میدان داروسن بہت گرم تھا اس میں برطانوی حکومت کی غیر مناسب پالیسی سخت تکلیف دہ تھی، نیز کانپور میں مسجد کی شہادت و ضوفا نے کا انہدام اور اس پرنس کے کانے والوں اور گری ہوئی اینٹوں کو دہواروں پر رکھنے والوں پر گولیوں کی بارش نے مسلمانوں کے جذبات کو اور مشتعل کر دیا، مسلمانوں کے دلوں میں برطانوی سامراج کے خلاف بغاوت کی آگ لگادی ہے۔

اور جہاں تک یہ بات ہے کہ انڈین مسلم لیگ کا ختام برطانوی حکومت کے اہمار پر ہوا تھا، انگریزوں کو کانگریس کی بڑھتی

۱۔ عبدالقدوس ہاشمی ہندوستان اور پاکستان ۴۴ - اکرام اللہ ندوی، حیات و

۲۔ امین زبیری، سیاست، ص ۹۱

۳۔ A. History of Modern India - 346

ہوئی ترقی سے بڑھنا ہوا فطرہ پیدا ہو گیا تھا، اس لئے مسلم لیگ
قائم کی اور مسلمانوں کو کانگریس کے خلاف صفت آراء کرنے کی ناکام
کوشش کی ہے

علاء لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی اپنائی، مزید یہ کہ
وہ لوگ جنہیں مسلم لیگ کے قیام سے بڑا اختلاف تھا جن کی قطعی
یہ خواہش نہ تھی کہ مسلمانان ہند کا کوئی جداگانہ پلیٹ فارم ہو،
ان کے اندر غلط فہمیاں پھیلانے کی ناکام کوشش تھی، یہ بات
محل نظر ہے، واقعات و شواہد کے خلاف کے خلاف ہے بلکہ مسلم لیگ
کے قیام کا مقصد برادران وطن کے ساتھ باہمی اتحاد و اتفاق اخوت
وہ بھائی چارگی کے فروغ ہے

تحریک آزادی ہند اور ایک خود مختار حکومت کی
تشکیل اس کا نصب العین تھا، یہ پورا ہو کر رہا،
۱۹۱۶ء میں مسٹر گاندھی کا دھر تلک home rule movement
شروع کی ان کا مقصد قیامت ہی کانگریس اور لیگ کے نصب العین

۱۔ سید سلیمان ندوی ص ۳۶، ص ۵

۲۔ ابن زبیری، سیاست ملیہ ص ۹۷، ص ۹۸

اور نقطہ نظر کے مطابق تھا چنانچہ انڈین نیشنل کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے مل کر انگریزوں کے خلاف الم بغاوت چھیڑ دی اور آزادی ہند کی بنیاد ڈالی، ۱۹۴۷ء

ہندو مسلم دونوں شانہ بہ شانہ، شہر و لشکر ہو کر خود اختیاری جدوجہد کا اعلان کر دیا، یہ کوششیں بار آور ثابت ہوئی ۱۹۴۷ء ہندوستانہوں کو نظام حکومت میں کافی مراعات بھی دئے گئے، ۱۹۴۷ء اسکے بعد خوراً ہی مائیکلور رپورٹ کی تجاویز پاس ہوئی اس آل انڈیا کانگریس نے اپنی فوشی کا اظہار کیا، مگر افسوس کہ ایک سال بعد ڈیپنس آف انڈیا ایکٹ کے نفاذ سے ان تمام امیدوں پر پانی پھیر گیا، بہت سے سربراہان اور لیڈران، ملی برادران اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ بغیر عدالت، کوٹ کچھری کے نظر بند کر دئے گئے،

پہلی جنگ آزادی کے بعد حکومت نے حکومت دلت کمیشن

مقرر کیا، اور شجب یہ پیکر اسکا نفاذ بھی کر دیا، ان زیادتیوں کے خلاف ملک کے کونے کونے میں آتش نشان پہاڑ بھوٹ پڑا، ہر فرد بشر کے اندر انگریزوں کے خلاف بغاوت کی آگ جلتی لگی ۱۹۴۷ء

۱۹۱۹ء میں یہاں گاندھی نے ستیہ گرہ کا اعلان کر دیا اور ملک گیر

- ۱۔ شاہ معین الدین، حیات سلیمان ص ۵۵، ص ۲۰
- ۲۔ سید سلیمان ندوی، ص ۳۶، ۲۔ تیسرا التوارخ ص ۲۳۲، ۲۳۳
- ۳۔ ڈاکٹر تارا چند، پرنس لفظ آزادی عند ص ۵۵، ۶۰، ص ۱
- ۴۔ ہندوستانہ، مہاراجہ اندرا گاندھی، ص ۶۵، ۵۰، دائرۂ المعارف اسلامیہ ص ۲، ص ۱۲ طبع

بیٹانے پر آزادی کی تحریک اور ہڑتال شروع ہو گئی، احتجاجات
 مظاہرے، ٹور بھوڑ سرکاری دفتروں اور عمارتوں کو لوٹنا اور آگ
 لگانا شروع ہو گیا۔ اسی دوران جلیان والا باغ کا واقعہ ہانڈہ پیش
 آگیا، جنرل ڈائر نے اس وطن پرست جلسہ گاہ پر پہنچ کر بے دریغ
 اور بے تحاشا گولی چلوادی جس سے ہینس سکنڈ کا واقعہ گزرا تھا یہ
 سرزمین پانچ سو شہیدان وطن اور ہندو سوز خیموں کے خون سے لالہ
 زار ہو گئی اور یہیں ایک خونچکاں باب کا آغاز ہو گیا اور اس پر ہندوئی
 قوم کا بیٹمانہ جبر لبریز ہو گیا، لڑنے پرنے پر تل گئے، فیر رولٹ
 بل کا نفاذ اور اس واقعہ ہانڈہ سے خاندین ملت پر بہ اثر ہڑاکہ
 انھوں نے کلکتہ کے ایک خصوصی اجلاس میں Non Cooperation کا بل
 پاس کر دیا۔ ترک موالات اور خلافت کمیٹی کی متحدہ روش نے
 ہندو مسلم دونوں کو اس طرح شیعہ لشکر کر دیا کہ ایسا سماں کبھی دیکھنے نہیں آیا
عالم گیر حال حریت جب تک مسلمانان عالم تحقیق و اجتہاد کے میدان میں آئے
 بڑے بڑے اسوقت تک اسلامی تہذیب تمام افکار پر غالب رہا
 اور زمانے کے آئینہ بدل بنے رہے، مگر جب ان کے اندر اربابِ دل
 و عقد، صاحبِ فضل و کمال پیدا ہونا بند ہو گئے، مہلکیت و ذہانت

۵۔ شاہ عین الدین حبیب اللہ ان

۱۔ امین زبیری سیاست ملیہ ص ۱۵۱

۲۔ خانی عبدالغفار خان، حبشہ اچل ص ۲، رئیس احمد ص ۲۶۷ طبع اول

۳۔ سید سلیمان ندوی شخصیت اور ادبی خدمت

۴۔ امین زبیری سیاست ملیہ ص ۱۵۲ - ۱۵۷

مغل و خراسان کے سولے خشک ہو گئے، تو ان کی زندگی فزاں رسیدہ
 بہار کی طرح بے برگ و ثمر ہو گئی، انگشتانِ علم و اجتہاد کا دروازہ بند ہو
 گیا، تو عالمی خباثت سے استغنیٰ دے دیا اور عرصہ دراز تک خواب
 غفلت میں پڑے رہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُ مَا بِأَنْفُسِهِمْ

”خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ جس کو فکر ہو اپنے حالت کے بدلنے کی“
 جب اچانک آنکھ کھلی تو کیا دیکھا کہ مڑی قوم ہر میدان میں ثبرد و تنگ
 اور جدید ہتھیاروں سے لیس ہے، اس سے یکایک مسلمانوں کے اندر
 اس لافتنہ و در سبیل کے اندر بہہ جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ابھی عرصہ
 بھی نہ گزرا تھا، کہ مسلمانوں کے سوارِ افلم اس لافتنہ و سبیل کی رو میں
 بہتے چلے گئے، البتہ ایک چھوٹی سی جماعت نے اپنے بچاؤ کی قتی اللہ تعالیٰ
 کوشش کی، مگر اس لافتنہ و سبیل کے آگے ٹھہر نہ سکی اور آنا نا بہہ گئی
 اس انگریزی غلبہ و استبداد کے بد مسلمان جاہ و منزل سے بہٹ گئے انکا
 معاشی و قمار بھی گر گیا، انکی حالت زار اس قدر بُرہ گئی کہ غیر قومیں بھی
 اس پر ٹرس کھانے اور آنسوؤں بہانے لگیں،

اس سیاسی نظام کی تبدیلی نے مسلمانوں کو زندگی کی بدلی ہوئی قدروں کا احساس دلایا۔ یوں تو ان میں تمدنی فراہیاں پہلے سے موجود تھیں مگر اس کا احساس عام نہ تھا اس سیاسی مکتوی کے بعد ایک حد تک ان کا احساس بڑھتا چلا گیا، ادھر انگریزوں کو بھی یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ مسلمان اپنا گھوٹا ہوا وفاق پر دو بارہ بحال کرنے کی کوشش کریں گے اسلئے یہ بھی شکوک و شبہات کی نگاہ مسلمانوں کو دیکھنے لگے۔ ۱

ان پر آشوب حالات میں دانشوران ملت

۲۲ علم دا شوروں نے بڑے محنت سے دل سے حالات کا جائزہ لیا آخر اس نتیجے پر پہنچے کہ معاشرتی و تمدنی اور تعلیمی فراہیاں مسلمانوں کا سب سے بڑا درگ ہے، اگر اس میں صرف جہالت ہوتی تو اسکی اصلاح جنہاں مشکل نہ تھی مگر پریشانی تو یہ ہے کہ پوری قوم جہل و کرب میں مبتلا ہے اسیروں کے حالات کو دیکھو تو وہ پتھر اور مرغ لڑانے میں مشغول ہیں اور مذہبی طبقہ کا یہ حال ہے کہ اس کے اندر کبریت و نفوت، اپنے تقدس کا گھمنڈ کوٹے کوٹے کر بھرا ہوا ہے، شرعہ کی حالت موجب رسوائی

۱۔ سرسید اور تعلیم

۲۔ مدرسہ شبلی کا نظریہ تعلیم، ڈاکٹر عبد اللہ فراہی، ص ۲

۳۔ علوم اسلامیہ کی تشکیل جدید، دیباچہ ص ۹۔ ۱۱

باعتشنگ و عار ہے جو ایک زمانے میں مدن علم، فخر نفل و کمال تھے اے
 آج جسقدر غفل و کمال اور انکے خاندانی اعزاز میں کمی آئی جاتی ہے اسی
 قدر ان کے دل و دماغ کبر و نخوت کے بدبودار دھوئیں سے سپاہ ہونے
 جانے میں، ۲۷

۳۳ ملبار کے اندر عیش و عشرت کے وسائل، نن آسانی اور
 راحت طلبی پیدا ہو گئی ہے، علی شوق، ملالہ، سپاہیوں کی سی چستی
 مفقود ہے، حقیقی صفات سے محروم، عامی اور معاشی جانور میں
 اور روپیہ پیدا کرنے والی بے درد مشینیں ہیں، انہیں تفریحی مشاغل
 سے فرصت نہیں، قوم کی بہ صورت حال دیکھ کر سر سید احمد خان اس
 بات پر مجبور ہوئے کہ مستقبل میں قوم و ملت کی تعمیر کے لئے،
 مثبت قدم اٹھایا جائے، یہی انسانی غلام و بہبود اور قومی خدمت
 کا پائیزہ جذبہ کار خرم تھا، کہ انھوں نے علی گڑھ تحریک کا آغاز
 کر دیا، اس پر بڑے بڑے موکے الہامی مین لکھے اور اس حقیقت
 کا انکشاف کیا کہ مسلم قوم کے اندر ہزاروں اچھائیاں موجود ہیں پر
 ناشائستہ، نہایت دلیری اور جرأت پر خونخاک، نہایت قوی
 استدلال ہے پر بے دھنگا ان میں نہایت دانا اور عقل مند ہیں اگر نہ
 فریب میں مبتلا ہیں، صبر بھی اعلیٰ درجے کی ہے مگر غیر مفید۔

۱۔ علوم اسلامیہ کی تشکیل جدیدہ ص ۱۲ تا ۱۵

۲۔ سر سید اور تعلیم

۳۔ علوم اسلامیہ کی تشکیل جدیدہ ص ۱۵ تا ۱۶

باب دوم عالم اسلام اور ہندوستانی مسلمانوں کی زبانوں کی حالی

عالم اسلام اور ہندوستانی مسلمانوں کی

زبوں حالی :-

انیسویں صدی کے آخر میں جب عالم اسلام زبوں حالی، طوائف الملوکی کے سخت ترین دور سے گزر رہا تھا، غربت و افلاس لا چاری اور سخت بے بسی کا عالم تھا، بددینی خود غرضی کا دور دورہ تھا انانیت کبر و نخوت، تفرعہ انتشار، ذہنی و فکری اضمحلال اور مایوسی کا بادل چھا ہوا رہا تھا، گردش ایام، لیل و نہار کے تیز و تند ٹھپڑے کفر و الحاد کی مسموم فضاؤں مسلم معاشرہ کو کھائے جا رہی تھیں، مصائب و مشکلات اور نئے تغیرات و حوادث سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت مسلم خاندین ملت سے مفقود ہوتی جا رہی تھی۔ خدیم طریقہ تعلیم جو انکی سبادت و عبادت کا ضامن اور ترقی کا زینہ تھا دم ٹوڑ رہا تھا اس رائج شکستہ طریقہ تعلیم میں یہ قوت باقی نہ تھی کہ اسلامیان ہند کی تعمیر و ترقی اور ان کے اصلاح دسدھار کا بیڑا اٹھایا

بڑی افسوس ناک حالت تو یہ تھی کہ یہ امت مسلمہ دو متوازی طبقوں میں بٹی ہوئی تھی، بلکہ دونوں کے مابین بغض و عداوت کی غضبناک لہر اور متضاد فضاؤں تیار ہونے لگیں کٹر پسندی و دخیانوسیت اور باہمی معاذ آرائی کا وہ طوفان اٹھا کہ دونوں کے

۱۔ A History of freedom movement - II P.240 to 243

۲۔ Moinul Haque The reevaluation of 1857 P.245

۳۔ ملت کی تعلیمی مسائل ڈاکٹر سید انور علی ص ۱۲

ماہین ایک حد حاصل کی ایک مستحکم دیوار کھڑی ہو گئی ان میں سے ہر ایک نے اپنے افکار و نظریات کی ترویج کے لئے ایسے نئے نئے فارمولے ایجاد کئے اور نئی نئی شہیں قائم کیں اس سے دونوں کے ماہین بعض دعدوت کی تبلیغ بڑھ گئی اور اسلامی وحدت و اخوت ایک دم سے نوز میں تبدیل ہو گئی، ۱۱

۱۲ ایک طرف وہ علماء دین تھے جو عربی مدارس سے قدیم طرز تعلیم پا کر نکلے تھے دوسری طرف تھے دہسند جدید تعلیم یافتہ نوجوان جو انگریزی کالجوں اور یونیورسٹی کے سافٹ پر داخ تھے جو اپنے عزم و حوصلہ سے لبس تھے، اپنی سبائی نگاہوں اور عقاب گردنوں سے اس جدید علمی میدان میں برسر پیکار تھے، جو اپنی آتشی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے اور اپنی خداداد زعانت و صلاحیت اور علمی و فکری رجحانات اسلامیان ہند کی قیادت و رہنمائی میں اٹھانے کے لئے تیار تھے جدید تعلیم و تربیت کی ترویج، سہاست و قیادت کی ایک نئی تشکیل سماج و معاشرت کی نئی راہ انکا طبع نظر تھا، چنانچہ یہ نوجوان ملت اپنی راہ عمل پر بڑے سرگرم، متحرک و فعال تھے، اپنی افتاد طبع، اپنے عزم و حوصلہ بالیدگی کے لئے عام امن پر اٹھنے کے لئے پرتوئے گئے

۱. تاریخ مدوۃ العلماء

۲. نقش حیات از خود، سید حسین مدنی ص ۱۲۶ تا ۱۳۵

۳. سیرت سید محمد علی مونگیر ص ۹۴، ۹۵، ۹۶

غرضیکہ دونوں کی زندگی کا دھارا مختلف سمت رواں دواں تھا دونوں کے مابین نظریاتی کشمکش نے امت مسلمہ کے دو متوازی طبقوں کے درمیان ایسے بڑے اضطلاح کو جنم دیا کہ اس معنور میں امت اسلامیہ کا کاروان حیات ڈاواں ڈول، اور سفینہ حیات ڈنگمانے لگی، باہمی کشمکش اجنبیت، بیگانگی اور نفرت کا وہ لہو خان اٹھار روزمرہ کے معاملات اس سے سخت متاثر ہوئے آپس میں اپنائیت کا ذرہ برابر ملا باقی نہ رہا، حتیٰ کے کشش و قوتوں کی نوبت آگئی، اس کا سخت اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں یہ امت مسلمہ ماحیامت دو بڑی جماعتوں میں منقسم نہ ہو جائے، اور ایسی خلیج بڑھ جائے کہ کسی ثالث کا فیصلہ یا کسی ملانے والے بل بھی بے اثر ثابت ہوں۔ دوسری طرف مختلف مذاہب و فرقے، فقہی مذاہب اور مختلف مکاتب فکر کے لوگوں کے دربار اختلاف و اختراق نفوذ عداوت کا بازار سخت گرم تھا، ہر ایک نفرت و عناد کی نگاہ سے دیکھنے کے عادی ہونے لگا، طبیعتی طور پر ہر ایک کو یہ اندیشہ تھا کہ کدھر سے ہتھیار آجائے، طعن و تشنیع کا کچھروا پھیل جائے ازہداد و تکفیر کے ختمے چبک جائیں

۱۔ اتمام الحجۃ، سید احمد الحسنی رائے بریلوی

۲۔ تاریخ تہذیب و تمدن، ص ۴۲۰۔ ۴۲۱

باہم مناظرے مجادلے، پوسٹر بازی کا ایک سماں تھا جو کبھی دیکھنے میں نہیں آیا، نہ جس کا تصور ذہن میں آسکتا ہے، جہل، نااعانت اندیش بدخواہان ملت کا یہ عالم تھا کہ معمولی باتوں پر جارحانہ کاروائیوں پر اثر آنے لگے، معاشرتی و سماجی حالت اتنی بگڑی ہوئی تھی کہ معصیت بد اخلاقی اور بے حیائی کی بہت سی باتیں تہذیب و کلچر میں شامل ہو گئیں تھیں اور غیر مناسب نقل و حرکت اخلاقی و سماجی آئیڈیل بن گئی تھیں، ہر طرف ارباب و مشاطہ کا دور دورہ تھا خود سافٹ ویئر پر دھنہ رسومات کا چلن عام تھا، عوام الناس کا ذہن و فکر حد سے زیادہ بالکل خیالات اور غلط مفروضوں پر قائم تھا عقل فراست کے سولے خشک تھے، عقلی و حسیاتی مذہب کی بالادستی قائم تھی، عام انسانی زندگی اسدی شعائر، مذہبی اخلاقی و اخلاقی، شرعی اصول و قوانین کا ماحول اثر نہ تھا، گویا پورا انسانی معاشرہ غلط اخلاقی، لواطت الملوک غشہ و فساد کا شکار تھا خود غرضی، مادیت کی ہوس اور زندگی کے کے بر میدان میں طرح طرح کے خواہشات نفس کی بالادستی قائم تھی ہر طرف صحاح تسلیم و تربیت کا فقدان تھا۔

خطری اصول و قوانین کی خدمت درازی طبیعت ثانیہ بن گئی تھیں
 اس پر فتن دور اور فطرت ناک صورت حال میں امت اسلامیہ
 کو ایک ایسے سیما زماں، عمارت کمال، منور القلب، دانائی سے لبریز
 صالح مزاج، روشن خیال داعی اسلام کی ضرورت تھی جو پورے آب
 و تاب کے ساتھ جگمگاٹے، اپنے علم مرآت، قلبی صداقت اور ایمانی
 حرارت سے قلب و جگر کو گرمادے جس کے جلو میں روحانیت، سلوک
 و معرفت کا ایک ایسا سرچشمہ حیات ہو جو قلب کو گرمادے، روح کو
 تڑپادے، محروم تماشا کو دیدہ و بینا بنادے، اس نے جو کچھ بھی دیکھا
 ہو اور وہ کو دکھلا دے ایک ایسے صحیح نبض شناس کی ضرورت ہے
 جو موجودہ انقلابی بحران کا بڑے ٹھنڈے دل سے جائزہ لے سکے وقت
 اور حالات کے تغایف کو سمجھے، جو بڑے بڑے طاقتور اسل رواں کے
 آگے سد کنڈری بن کر کھڑا ہو جائے، ایسے غیور ریش ضمیر مفکر ہوں جو
 ہر انسان کے دلوں میں شریک ہوں یہ اصلاح معاشرہ کی نگران کو
 دامن گیر ہوں۔ ۵۵

اپنے روش مستقبل کو فطرے میں ڈال کر ملت اسلامیہ کی
 اس ڈوبتی ہوئی سفینہ حیات کو کنارے پر لگا دے، حدیث، قرآن

- ۱۔ سیرت محمد علی منگبری - ص ۶
- ۲۔ آخر الدراکی - ص ۶
- ۳۔ سیرت محمد علی منگبری ص ۱، ۱۰
- ۴۔ مقاصد ندوة العلماء ارزا سیرت دہلوی ص ۱۴ - ۱۵ - ۱۶
- ۵۔ دہلی اور اسکے اطراف ص ۵۹ - ۶۰
- ۶۔ مباحث احمدی

عزم بالجہرم، عثمان غنی کی سنجیدگی، شگفتہ مناجاتی حلم و بردباری، اور حضرت علی کی فہم و فراست ^{موجودگی} اور شاہ دلی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کی صلاح ارشاد و طبیعت نے ان کے اندر ایک ایسا انگہار پیدا کیا کہ اس سے ایک انغلابی تحریک اور مجاہدانہ سرگرمی کی بنیاد پڑ گئی۔ یہ انغلابی روش احمد شہید اور ان کے جاں باز رفقاء کی شکل میں ظاہر ہوئی آپ نے ایک ایسے وقت میں آنکھیں کھولیں جبکہ سلطنت منلیہ کامائیزاۃ نفعاً منتشر ہو چکا تھا دہلی سے افغانستان و دکن تک سکھوں اور مرہٹوں کا تسلط قائم تھا پنجاب کے مسلمانوں کی ذلت و کجی اور مظلومیت انہما کو پہنچ چکی تھی، مساجد اور خانقاہوں کا تقدس باہال ہو رہا تھا لاہور کی جامع مسجد اصفیٰ میں تبدیل ہو چکی تھی اذانوں پر

حضرت احمد شہید :-

- ۱۔ رسالہ معارف دارالمصنفین، المصنفین، ۱۹۲۹ء میں مسلسل شائع ہو چکا ہے
۲۔ مخزن احمدی، مقدمہ، ص ۷
۳۔ اذہیت ریح الامان
۴۔ روح البیان، ۱۹۴۴ء
۵۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند، روح البیان احمدی

پابندی غیر مسلم قوموں کا غلبہ مسلم اینڈ رسانی کا لا متناہی سلسلہ جاری تھا
 اُن ظالموں کے بغض عناد کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے ترقی کے سارے
 وسائل تقریباًًً سدود تھے مسلمانوں کے اس قسم کے زبوں حالی پر برطانی کو
 دیکھ کر اب مضطرب ہو گئے اور ان طاغوتی مٹوٹوں سے نبرد آزما ہونے
 کا فیصلہ کر لیا، مسلمانوں کو اس دائمی عذاب و ذلت و تکلیت سے ہوشیار
 دلانے، منہج کتاب و سنت پر مبنی ایک نئی حکومت کی تشکیل اور
 اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لئے سرے کفن باندھ لیا اور اپنی آئندہ مجاہدانہ
 و دہرانہ سرگرمی کے لئے سب سے پہلے پنجاب کو خویشیت دی ^{۱۵}میزید بریں
 بلاد اسلامیہ کے تحفظ پر زور دیا، ملکی امرار بیرونی بادشاہان ملت
 بعض شعور و غبور حضرات سے روابط قائم کئے، مگر چونکہ انکا آبائی وطن
 ہندوستان تھا، ہندوستان کے تغیر پذیر حالات سے آپ سخت متاثر
 تھے ^{۱۶}اسلئے آپ نے جہاد کا میدان سرزمین ہندو افغانستان تک محدود رہا
 ہندوستان کو انگریزوں کے غلبہ و تسلط سے چھڑانے کے لئے ایک فسط
 دولت رائے سندھیا کے وزیر راجا ہندو رائے کو لکھا اور کہا۔

جناب کو معلوم ہے کہ ہر دہی سات سمندر پار رہنے والے دنیا
 جہاں کے تاجدار اور مالک بن بیٹھے، بڑے بڑے امیروں کی امارت

۱۔ تاریخ پنجاب ص ۱۷۰

۲۔ The History of Panjab.

۳۔ تاریخ لاہور ص ۱۷۶

اہل حکومت کو انہوں نے خاک میں ملا دیا ، جو حکومت و سیاست
 در در میدان میں وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں ، چند غریب ، بے
 سر و سامان اٹھ کھڑے ہو گئے ہیں ، محض اللہ کے دین کی حفاظت کیلئے
 گھر سے نکل آئے ہیں یہ اللہ کے بندے دنیا دار جہاں طلب نہیں میر
 محض اللہ کے دین کی خدمت کے لئے اٹھے ہیں ، مال و دولت کی ذرا بھی
 تمنا نہیں ہے جس وقت یہ ہندوستانی غیر ملکی دشمنوں سے غالی ہو جائیگا
 تو حکومت کے عہدے اور منصب ان لوگوں کو ملیں گے جن کو ان کی
 طلب ہوگی ہم کمزوروں کو دایان ریاست سے صرف اس بات کی
 خواہش ہے کہ جان و مال سے اسلام کی خدمت کریں اور مسندِ خلافت
 پر قابض رہیں

۲۷ خط و کتابت کر کے سید احمد شہید جس نیچے پر پہنچے تھے
 کہ وہ وقت کے لحاظ سے بڑا نازک مرحلہ تھا ، سارا ملک انگریزوں
 کا زیرِ نگیں تھا ، صرف پنجاب انگریزوں کے حلیف سکھوں کے قبضے
 میں تھا ، وہاں ہر طرف ظلم و تشدد کا دور دورہ تھا ، مسلمانوں کا صنایا
 ہوتا جا رہا تھا ، یہاں سکھوں سے نپٹنا ناگزیر تھا اس لئے آپ نے سوچا
 کہ پہلے سکھوں کو نپٹیں ، بعد میں اوروں سے نپٹا جائیگا ۔

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء ، ص ۲۵ تا ۲۹

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۳۶ - ۲۸

اس اغراض و مقاصد کے لئے آپ نے الم جہاد بلند کیا اور ہندوستانی مسلمانوں کے اندر بے مثل جذبہ قربانی اور جہاد کا شعلہ بھونک دیا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۲۶ء میں اپنے جاں باز رفقاء کے ساتھ سرے کفن باندھ کر میدان کے لئے اٹھ کھڑے ہو گئے۔

رائے بریلی سے متحدہ مالوہ راجپوتانہ ماروار سند، بلوچستان، افغانستان، اور صوبہ سرحد کے ریگستانوں، پہاڑوں، جنگلوں اور جنگلوں کو طے کرتے ہوئے صوبہ سرحد پہنچے، لوڑھ کے میدان میں لاہور کی سکو حکومت سے جم کر ٹکڑ ہوئی، اس جنگ میں سید صاحب اور انکے مصاحبوں کی تعداد ساٹھ سو تھی اور سکو تقریباً سات ہزار جو ہر طرح مادی اور جنگی وسائل سے لیسے لے یہ بڑی بے جگری سے لڑے وہ پسپا ہوئے، سید صاحب اور انکے جاں باز رفقاء نے میدان جیت لیا اس خارجی عادت واقعہ سے مقامی لوگوں پر بڑا گہرا اثر ہوا، خاص کر پزیردہ خاطر مسلمان کے اندر شریعت اسلامی کے نفاذ کا جوش و ولولہ پیدا ہوا۔ سید صاحب اور انکے رفقاء پر اعتماد کا اظہار کیا، اور آپ سے صحت اہانت شروع کر دی، جو مقام آپ کے زیر نگین تھے اس پر شرمی قوانین کا نفاذ اور اسدی عمل درآمد زربا شروع کر دیا

۱۔ تاریخ لاہور، ص ۱۵۱-۱۵۲

۲۔ اذا حبیب ریخ الامان

تاریخ ندوۃ العلمی، ص ۳۲ تا ۳۳

محال و محصلین زکوٰۃ مقرر کئے مگر چند سرداران قبائل، سلطان محمد خاں والی
پشاور اور خود غرض دنیا دار علماء اور ناما عاقبت اندیش عوام نے اپنے ذاتی
مفاد کے خاطر عوام الناس کو ان مجاہدین کے مفائد کے خلاف بھڑکایا اور
کردیا شرعیہ کے محال و محصلین زکوٰۃ بدترین استحقاق شروع کر دیا اور
غازیان اسلام کے بے دریغ قتل عام سے یہ ثابت کر دیا کہ خدمتِ ارشدہ
کے ہیج پر مبنی ایک نئی حکومت کی تشکیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے
غلامی کی زنجیر اور ذلت کا چھاپ، طرح طرح کی کرب
واذیت اس حکومت شرعیہ کے عیام سے بہتر ہے، اس طرح ان سپاہ
کاروں سے سید صاحب کی امیدوں پر پانی بھیر دیا لے

حکومت شرعیہ کے کارکنان کا اس طرح بہیمانہ قتل عام، جبر و تشدد
غیر انسانی سٹوٹ بے وفائی اور احسان خراموش کو دیکھ کر سید صاحب کا
دل ٹوٹ گیا اس سے کنارہ کشی ہو کر اپنی آئندہ جہادی سرگرمی کے لئے
کشمیر کی راہ لی اور وہ مجاہدین جو ہر حالت میں آپ بھٹڑنا نہیں
چاہتے تھے ۱۷ اپریل ۱۸۳۱ء کو جنگی مہم کے لئے۔ ان کے ہمراہ کشمیر میں
سب سے بہترین مقام بالا کوٹ پہنچے، ۶ مئی ۱۸۳۱ء میں شیر سنگھ
اور رنجیت سنگھ کی فوجوں سے سخت مقابلہ ہوا، اس جنگ میں

بہت سے علماء کرام، مشائخ عظام اور مجاہدین ملت کام آئے۔ لے
 اور ساتھ ہی آپ نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔ اس طرح
 اس عارف کامل، روشن ضمیر انسان کا یہ مبارک سفر ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۲۶ھ
 میں اپنی انتہا کو پہنچا اور اپنے دیار حبیب سے جا ملے۔
 جان دیدی جو دی ہوئی اسی کی نفی
 حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۳۱-۳۲

۲۔ اذیۃ ربیع الایمان

۳۔ سیرت سید احمد شہید

اسباب زوال

ہذا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے

کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب ہیں

کماش اس قوم مسلم کو دیرینہ خواب غفلت سے کوئی جگانے والا ہوتا
اور یہ کہتا کہ اٹھو اور دیکھو یہ پوری اقوام ساتھ سمندر پار ٹھہرے ملک میں
غلبہ کی راہ سہوار کر رہی ہیں

دیکھو دنیا کے دور دراز اور وسیع خطوں میں اس کی
سیاسی و ثقافتی بالا دستی ٹائم ہونے جا رہی ہے کماش نہیں اسکی خبر ہوتی
ادھر کو مجلس کو دیکھو بحراشلہ شک میں اپنی کمندی ڈال رہا ہے ، ایک نیا
براعظم اریکہ کو دریافت کر لیا ہے اور واسکوڈی گاما ہندوستان آپہنچا
ننگالی نے پورے دنیا کا سیر کر لیا اور تمہارے ملک میں ایسٹ انڈیا
کی بنیادیں بھی پڑ گئیں اور جڑیں بے تعلقی جا رہی ہے

تو سات سمندر پار سے آئی ہوئی یہ قوم تمہاری مادر گنتی ہند

میں کس طرح اپنی بنیادیں مضبوط کر رہی ہیں اور اب تمہیں اچکنے کو تیار
ہیں ، تم تب تک خواب غفلت ، عیش و عشرت ، داخلی انتشار اور بد نظمی کے
شکار رہو گے بلکہ مروجہ کی سقم غریبی ہوئی کہ ایسا نہیں ہوا اس ساراجی
حکومت کا زور بڑھاتا ، خاک ، خون میں رنگ بھونے کا انہیں موقع ملا

۱۔ علوم اسلامیہ کی تشکیل نو ، اسماعیل راجی الفاروقی

۲۔ تاریخ مذہب و اعلیٰ - ۳۵ - ۳۸

خواب شرمندہ تبیر نہ ہوگا، ادرع سلطنت کا مصلیہ کا دیرینہ چراغ بھی
گل ہو گیا، بہادر شاہ ظفر کی جلا وطنی، علما کرام، مشائخ عظام سے انگریزوں
کا مکیانک انتقام نے مسلمانوں کے اندر خوف و ہراس کا مکیانک سایہ اور
احساس کمتری کی تیز و تند ہر پیدا کردی لے انگریزوں سے مسلمانوں کو ۱۸۵۷ء
کی بغاوت کا ذمہ دار ٹھہرا کر ان پر ذریعہ معاش کے تمام دروازے بند
کردئے، اور محاف جا بیدار منقولہ و غیرہ منقولہ کی ضد بھی شروع کر دی ۲
انگریز دانشوروں کی زیر نگرانی ایسے غیر اسلامی، لادینی مضاب تبلیم کی
تباہی شروع کر دی تاکہ جس سے مسلمان ہر ممکن طور پر غائد نہ اٹھاسکیں
مسلمانوں کو غیروں پر ترجیح، علما کرام اور شائدین ملت کی جلا وطنی
سرکاری ملازمتوں سے دست برداری سے انہی پر بھی سبھی سائے جانی، ۱۸۵۷ء
تبلیغی عقائد، مہمان مصائب و مشکلات کے ہمیشہ نظر عموم مسلم اپنے ملک
و ملت کی تعمیر کیا کرنے، تشکیل جدید کا سہارا لینے ان کی ساری ذہنی توانائی
اور تمام کوششیں صرف الزامات کی تردید میں صرف ہو جاتی تھی
ملکی سیاست پر اثر انداز ہونے کی راہ میں طرح طرح کی
رکاوٹیں بڑے بڑے کارنامے انجام دینے کے باوجود عدم صحت افزائی
معاشی و اقتصادی میدان میں عدم استحکام دن بدن جہالت کا بڑھتا ہوا
سایہ، عربی و فارسی مدرسے کی بیخ کنی اسکے مضاب تبلیم میں غیر مناسب

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۲۲ تا ۲۴ . ۵۔ تاریخ ندوۃ العلماء

۲۔ جنگ آزادی ہند، مسلم خوانین کا حصہ

۳۔ ہمارے تبلیغی مسائل امدان کا حل، (فضل حسین ایم۔ اے)

۴۔ علوم اسلامیہ تشکیل جدید اسمعیل رائے

ترمیم وغیرہ یہ وہ عوامل ہیں جن سے مسلم قوم کے اندر اپنی آتی
 چلی گئی ہے ہندوستانی صنعت و حرفت میں مسلمانوں کا ردِ نظام
 دست کاری کی عہد بندی، ٹیکس ملکوں میں ہندوستانی حال کا بائیکاٹ
 مسلمانوں کے مال و زر اور تجارتی سامان کو مالِ عنیت سمجھ کر قہراً و
 جبراً کم قیمت میں بیچنے پر اصرار نے ان کے باقی ماندہ اقتصادیات
 کو درہم دبرہم کر کے رکھ دیا اور انکی ہمت ٹوٹ گئی

سر سید احمد خاں :- عین واسوحت جبکہ ہندوستانیوں

اور انگریزوں کے درمیان

چل رہی تھی۔ فوجی و ملی غیرت انگڑائی لے رہی تھی۔ خاکستر میں دی ہوئی
 مجاہدانہ جنگا ریاں اندر ہی سلگ رہی تھی، جہل و قدامت پسندی،
 کورانہ تغلیہ، اختلاف و اختراق باہمی نفرت بغض و عداوت کی
 طوفانی ہر تیز تر تھی، انسانی سفیر حیات موت و زلیست کے
 کشمکش سے دوچار تھی، سرسید احمد کی ولادت ہوئی ہے

-
- ۱۔ اردو کے مسلم ۳۰۸
 - ۲۔ عروج سلطنت انگریز - ۱۷ تا ۲۱ مئی ذی قعدہ
 - ۳۔ قیام التواریخ ۴۵۲
 - ۴۔ Life of Lord Lawrence Smith P. 158
 - ۵۔ المغان علیہ السلام

ڈاکٹر سید احمد خاں ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔
 یہ نہایت مسرور اور شریف خاندان سے تعلق رکھتے تھے، شاہ جہانی عہد میں
 ان کے آباؤ اجداد واسلاف ملک عرب کے شریف لائے اور بڑے
 بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ ان کے والد ماجد نہایت فاضل، بزرگ
 و سرور تھے اور والدہ محترمہ نہایت خوش سلیقہ تعلیم یافتہ خاتون اور
 حسن و انسانیت کی بیکر تھیں، انہیں تربیت اولاد میں خاص خداداد
 ملکہ حاصل تھی، یہاں سے آپ کے نقطہ عروج کا آغاز اس طرح ہوا کہ
 قرآن شریف پڑھ لینے کے بعد ابتدائی عربی و فارسی اور عصری تعلیم
 حاصل کی، اور ۲۲ سال کی عمر میں عدالت صدر اسپن دہلی کے
 سررشتہ دار مقرر ہوئے، ۲۴ دسمبر ۱۹۴۱ء میں مین پوری میں
 منصف ہوئے، یہاں سے تبادلہ کے بعد فتح پور سیکری اور دہلی
 آئے ۱۹۴۲ء میں خاندان ضلع کا چشم چراغ جو الدولہ عارف منٹ کا
 خطاب کیا ۱۹۵۴ء میں منتقل صدر الصدور بنار بجنور پہنچے گئے ۱۹۵۹ء
 میں راد آباد کی سب جی میں ممتاز ہوئے، خازمی پور، ملی گڑھ
 بنارس آپ کے درس اس سے باہر نہیں رہا، یکم جنوری ۱۹۶۶ء کو

بنارس کو خیرآباد کہہ کر ولایت کا سفر کیا ۱۸۶۱ء کو انگریز گورنمنٹ سے سی۔ ایس۔ آئی۔ کا خطاب اور تمغہ ملا، ۲ اکتوبر کو ہندوستان واپس آئے ۲۴/ مئی ۱۸۵۷ء کو مدرسۃ العلوم علی گڑھ کی بنیاد ڈالی ۱۸۷۶ء میں نیک نامی اور عزت کے ساتھ آپ نے پینشن لی اور اپنے آپ کو قومی خدمت کے لئے وقف کر دیا ۲۴/ مارچ ۱۸۹۱ء کو مسید کو

اور ۲۱/ مارچ آکیا سی برس کی عمر میں بمقام علی گڑھ رحلت فرمائی اور مدرسۃ العلوم علی گڑھ کی کالج کی مسجد میردنی حصہ میں مدھون ہوئے ۱۸۵۸ء میں سرسید احمد خاں کچھ صدرا صدور ہونے کے دوران

یہ مراد آباد آئے وہاں بھی قوم کی بدترین حالت دیکھی اور یہ پروگرام بنایا کہ انگریزوں کو ہندوستانیوں کے درمیانی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے اور باہم رحم و محبت کے جذبات پیدا کئے جائیں عین اس وقت جب ہندوستان اور انگریزوں کے درمیان رسد کشی چل رہی تھی قومی ملی غیرت انگڑائی لے رہی تھی خاکستری دبی ہوئی چٹکار پاں اندر اندر سلگ رہی تھیں جہل و قدامت پسندی، کورانہ تغلیب، اختلاف و افتراق باہمی نفرت بغض و عداوت کی طوفانی لہر تیز تر تھی، انسانی سفینہ حیات، موت و زیست کے کشمکش سے دو چار تھی، سرسید کی ولادت ہوئی

۱۔ پہلی جنگ آزادی کی ناکامی سے مسلمانوں پر فونی ثبات
 دُعا دی تھی اس عالمگیر احساسِ حقارت کے ٹاپک سائے ہر طرف پھائے
 جارہے تھے، مسلمانوں کے عقل و فکر سے اپنے کھوئے ہوئے وقار و
 اقتدار کی بازیابی کا تصور ذہن و دماغ سے مٹتا جا رہا تھا، اس
 خوف و ہراس کے سپاہِ پردے میں مسلمانوں کی ساری قوت
 ثبات کھوئی نظر آرہی تھی دررنگِ صبح امید کی کرن دکھائی نہیں
 پڑتی تھی مادرِ وطن کی گورِ حرکت میں آئی اپنی تولیدی صلاحیت
 سے ایک ایسے ملک کو جنم دیا جنہیں آج دنیا سید احمد خاں روم کے
 نام سے جانتی ہے ۲

ٹوٹے بخشی قوم کو عمرِ دام
 کرنا ہے کوہِ صوابِ شہری عظمتِ مسلم

۳۔ درحقیقت تاریخِ آزادی ہند کا سمتِ زرین دور تاریخِ انسانی کا
 ایک ایسا بے پناہ اسٹیج ہے جہاں پہنچ کر بڑی ہیرانی ہوتی ہے، صحیحِ راہ
 کا انتخاب غیر ممکن نظر آتا ہے البتہ اس کا ضرور پسہ جیتنا ہے کہ اسوقت
 کی متحرک دنیا ایک عظیم ہستی کی بڑی بے صبری سے منتظر تھی خاص کر
 امتِ اسلامیہ کو اپنے وجود و بقا کی تلدش تھی جو عظیم نمائندہ رول ادا

۱۔ تاریخِ دارالعلوم، ص ۱۵، ۱۴، ۱۶

۲۔ تاریخِ ندوۃ العلماء، ص ۴۴، ۴۵، ۴۶

۳۔ New dimension of the highest movement

کرے ملت اسلامیہ کی گرداب میں پھنسی ہوئی کشتی کو کنارے پر لگادے
 جتنی جاگتی انسانیت کی بولتی ہوئی تصویر اپنی علمی بصیرت اور خداداد
 صلاحیت سے اس مادر وطن کی گود کو گرمادے ہز مردہ اور مضمحل
 خاطر انسانوں کو صبا تو بخشی کا مزہ سنائے ان غیر مناسب حالات
 میں امت اسلامیہ اس بے چینی کے بسر کو دیکھ کر وعدہ لائے کہ
 گو بہت ٹرس آیا، اس نے اپنی دستِ عدوت سے امت اسلامیہ کی
 گود میں ایک ایسے ہونہار خزندار جھنڈ کو جنم دے کہ یہ ثابت کر دیا کہ
 ابھی اس کی گود خالی نہیں ہے ان جیسے بہادروں کو جنم دیکر ملک
 کی تقدیر بدل سکتا ہے

غرضیکہ سرسید احمد خاں نے اس وقت آنکھیں کھولیں جبکہ
 امت اسلامیہ کو واقعی اسکی ضرورت تھی عدوت نے سرسید کے اندر
 بے پناہ قابلیت و صلاحیت رکھی اور ذہنی کمالات عطا فرمائے تھے
 جس سے آپ نے ہندوستانی اقوام کی تقدیر بدل دیں۔ ۱۔

۲۔ آپ بی، مذہبی خلوص کے دریائے بہکرتے آپ کی
 قلندرانہ شان اور مجاہدانہ اداکاری ہر وقت قوم ملت کے درد گھلنے
 رہنے تھے، ان بدلے ہوئے حالات سے حیران ہو گئے، قوم و ملک کے

۱۔ المغان علیہ رحمۃ

۲۔ سرسید اور تعلیم

دلت کے درد میں گھلتے رہتے تھے ان بدلتے ہوئے حالات سے حیران ہو گئے
 (خواجہ) دلت کے حالات پر نظر ڈالی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا بہت کچھ سوچا سمجھا، انہوں
 نے دیکھا کہ سید احمد شہید کی غوجوں نے انگریزوں کے جدید ہتھیاروں کا
 جب مقابلہ نہ کر سکی تو پھر انگریزوں سے کسی قسم کا فکراؤ خودکشی کے
 مترادف ہو گا ان فیالات کے پیش نظر یہ تبادیل رکھی کہ انگریزوں سے
 بغض و عداوت کی دیوار کو منہدم کیا جائے امت کی تعمیر نو کا کوئی
 نیا راستہ ڈھونڈا جائے اسلامی علوم کے ساتھ ٹکنالوجی اور جدید علوم
 کا بھی سہارا لیا جائے اعتدال پسندی اور معقولیت کی راہ اپنائی جائے
 انگریزی کے ساتھ اردو بھی ایک مساویانہ حیثیت دی جائے

اشجاج و مظاہرے ہمارے درد کے داماں نہیں بن سکتے
 میں، حکمران بارٹی، ہماری قسمت نہیں بدل سکتی، ہماری قسمت ساراجی
 حکومت یا برادران وطن نہیں، نہ روس و امریکیوں کے ہاتھوں ہماری خوش
 بخشی کا ڈر ہے، بخیلوں سے فیثات کی امید، خونخوار بھٹیروں کو اپنے
 غلے کا نگہبان سمجھنا ہماری بڑی سخت غلطی ہے
 برقی گرائی سے تو پیمارے مسلمانوں پر

ترگرے والی بجلی کو علامت کرنے کے ساتھ اپنی بربادی کا رونا دہنا
 اور اندھوں کو اپنا جگر زخم دکھانا کوئی کارآمد نتائج برآمد نہیں کر سکتے،

۱۔ تاریخ مدوۃ العمار ص ۱۵-۱۶

۲۔ علیہ و علیہ ص ۶۷

۳۔ حیات شبلی ص ۲۱۰-۲۲۰

۴۔ اسلامیت و سربیت شمس - مولانا ابوالحسن علی ندوی

خالص قومی و ملی مسائل پر حل ہرگز نہیں کہ اسکو غیروں کے حوالے کر دیا جائے
 با موسمی سیاست پر انحصار کر کے بیٹھ رہیں مسلمانوں کو باہمی تضادم اور
 طفلی نسلیوں کے حصار سے آزاد ہو کر سوچنا چاہئے کہ دنیا کی کوئی طاقت
 ان کے مسائل کو حل نہیں کر سکتی، جب تک کہ خود اپنے مسائل کا حل تلاش
 نہ کرنا چاہئے۔ ۱۷

بالآخر انکی یہ اتحاد پر اصلاحی و تجدیدی سرگرمی علیحدہ تحریک
 کے نام سے موسوم ہوئی ۱۸

سر سید احمد خاں نے اپنی کرد و کماش کے ذریعے پہلے تو ملت اسلامیہ
 کی از سر نو تعمیر و ترقی کا اعلان کیا ۱۹ اور ساتھ ہی ایک ہمہ جہتی انقلابی
 تحریک کا آغاز کر دیا ۲۰ ادھر محمدن انگلو کالج کی سنگ بنیاد ڈال کر است
 اسلامیہ ہند کی نشاط ثانیہ آخری کل بھی ٹھونک دی، اس نو فیز تحریک
 کے نشاط و بالیدگی اور نشوونما کے لئے ہر اس طریقہ کار کو اپنایا جو انکسار
 امتیاز تھا، ۲۱

انھوں نے دیکھا کہ امت اسلامیہ کا مرمی جسم اب نیم جان ہے
 اس میں زندگی کی رمق باقی نہیں ہے، ان مایوس کن حالات میں ایک جدید انفرادی
 تحریک کا آغاز ہی دراصل مسلم معاشرہ، بردارن وطن اور اس وطن عزیز کے

- ۱۔ علیحدہ مرمی بنھو سٹی، سو سالہ انسٹیٹیوٹ بڈیا، ص ۹۱۔
- ۲۔ حیات شبلی، حاشیہ
- ۳۔ سیرت مولانا محمد علی مونگیری، محمد الحسنی، ص ۴۲
- ۴۔ ہندوستانی مسلمانوں کی قومی نسلی تحریک، ص ۹، ۱۱، ۱۲
- ۵۔ علیحدہ مرمی بنھو سٹی
- ۶۔ انسٹیٹیوٹ بڈیا، ص ۹۱

ہر مانوس انسان کو دیرینہ انحطاط اور دائمی غرذات سے نکلنے
کی آخری کوشش تھی اور یہ بار آور ثابت ہوئی ہے۔

جنگ آزادی ہند اور مسلمان

تحریک آزادی ہند کا بیج نو ۱۸۵۷ء میں پڑ چکا تھا ۴۲

نام سید احمد شہید کی لگائی ہوئی چنگاری ابھی سرد نہیں ہوئی، اس زہر خاک
چنگاریوں سے ہوا کھار مادر وطن کی گود کو گرمادیا اس کے سیدھے کے سلسلے
شعلوں نے دینی محبت اور اسلامی غیرت و جرات و بہادری اور ثبات قدم
نے لندن کے ابوالنوں کو لرزہ براندام کر دیا، ہندوستان کے جانباز سواروں
نے منل امبار کے آخری ناجدار بہادر شاہ ظفر کو جنگی میدان کا سپہ سالار
بناکر مادر گنتی ہند کا پاسبان، ملک و ملت کا ہیرو بنا کر اس استعماری قوت
کے خلاف الم بنادت بلند کیا، مگر انہیں وہ حالات و واقعات راس نہ آیا
اور آزادی کا یہ اونٹ صحیح کر دے نہ بیٹھ سکا اور یہ خواب شرمندہ
نہ ہوا اور جب آزادی کی یہ ساری کوششیں ناکام ہو گئیں تو انگریزوں
کا یہ جذبہ انتقام بھی بھڑک اٹھا، اس کے رد عمل میں ایسی انسانیت
سوز، ہلاکت فیز تباہی مچائی، قتل و غارت گری اور سفاکی کا ایک
ایسی مثال قائم کیا، ہلاکتوں کی یاد تازہ کر دی یہ بھی یاد رہے کہ جنگ
آزادی کی تحریک میں مسلمان ہند کا نمایاں حصہ نمائندہ کردار اور

۱۔ مسلمانوں کو موسم بونہو، سالہ ان اسپیو پیڈیا ۵۔ خورشید مصطفیٰ رضوی

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء، حصہ اول ص ۲۵ جنگ آزادی ۱۹۵۷ء

۳۔ ہندوستان کی جنگ آزادی میں خواہم قوانین کا حصہ ۵۵۴ - ۵۵۷
۴۔ انیس عالم بریلوی ۵۷۱ کے ہیرو ۲۹ - ۶ - برٹ لاک نار ہند کے ہیرو
۲۵۱ ۲۶۲

صرف بہت ہی ممتاز اور قابل ستائش ہے بلکہ ناقابل انکار حقیقت
ہے

حرب آزادی ہند کے اولین و آخرین ہیرو مسلمان ہیں اسلئے
خون کی سب سے بڑی قیمت مسلمانوں کو چکانی پڑی ہے
یہ بات نظروں سے اوجھل نہیں ہے کہ انگریزوں نے مسلمانوں
کو بغاوت کا ذمہ دار بنا کر جس خونچکا باب کا آغاز کیا تھا اسکا مظاہرہ
آئندہ نسلوں تک کو چکانی پڑی ہے، چنانچہ انگریزوں کے اس معاندانہ
رویہ کا حال یہ تھا، مسلمانوں کو کلیدی عہدوں سے دست بردار،
جائیدادیں ضبط، معمولی الزام یا شبہ پر غیر معمولی سزاؤں کی تجویز
کر کے غیر انسانی جذبے کی تسکین کی، مولانا جعفر تمھانگیری، مولانا محمد
صاحب صادق پوری، مولانا یحییٰ، مولانا احمد اللہ غلیم آبادی کو شہر بہر
کر کے اگلے سامان عیش کو لوٹا اور انہیں انڈمان جزائر، بمبئی دبا
منزید برائے اہل جنگ آزادی کے اختتام پر حکومتِ وقت نے جس افعالی
جذبے کا مظاہرہ کیا۔ وہ بہت ہی صبر آزماء، دلور سے لہکے ہوئے
یہاں مشعل ہے

جنگ آزادی اور مسلم قیادت

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ملکی و ملی دینی و مذہبی قیادت علماء اسلام نے سفالی تھی، یہ بڑی پامردی سے لڑے مگر قسمت نے سامنے نہ دیا، اس خالص دینی قیادت کی ناکامی پر مسلمانوں کے اندر احساسِ اندیشہ اور احساسِ حقارت سرایت کرنے لگی، غیرت و خودداری اور خود اعتمادی کو ایسا دھچکائی لگا، کہ لوگوں کے ذہن و فکر میں مضطرب خیالات شلوک و شبہات کا وہ طوفان اٹھ کھڑا ہوا کہ جس کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔

ایک طرف ایسی غلط فہم جو جدید ترین تمام مادی وسائل سے لیس تھی اور خود اعتمادی اور ہمسپہ گرمی کا مظاہرہ اختیار تھا، اور دوسری طرف مسلمان اور برادرانِ وطن نے بے سرو سامان اور بے بسی ان کی قسمت تھی ایسے نازک مرحلے میں مسلمانوں میں دنگ قیادتیں ابھر کر سامنے آئی، ایک قیادت کے الم بردار علماء دین اور دوسری قیادت کے روح رواں سرسید احمد خاں اور جدید مکاتب فکر کے لوگ تھے یہ ادھر یہ علماء دین جو ملت اسلامیہ کے کریم اسلامی روح رواں تھے مسلمانوں کے حق پرست اور زبوں حالی دیکھ کر بے تاب ہو گئے

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء، مقدمہ ص ۴۲ - ۴۳ - ۴۵

۲۔ عسکریہ مسلم یونیورسٹی انسائیکلو پیڈیا ص ۲۷۴

۳۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۴۵ - ۴۶

۱۔ انہیں مسلمانوں کے دکوہ و درد کو دیکھ کر کسی کروٹ چین نہ آیا ان گولوں
 نے امت اسلامیہ کے تازہ زخم پر رحم رکھے اور نلاغی ماغات کرنے کی
 کوشش کی اور ایسا تاریخ ساز ادارہ قائم کرنے کا غیصہ کیا جو آج
 دارالعلوم کے نام سے موسوم ہے۔ یہ تاریخی ادارہ ملت اسلامیہ کے روشن خوابوں
 کی حسین تعبیر ہے

۲۔ ہندوستان ابد حرم اسلامی سرچشمہ حبشہ اور شریعت اسلامی
 کا روشن منارہ ہے، وحییت اسلامی کا اہم بردار قدیم اسلامی تہذیب
 و ثقافت کا گہوارہ ملت اسلامیہ ہند کا پاسبان اور علوم اسلامیہ ہند کا
 سب سے بڑا قلعہ ہے

اسکی دیرینہ جذبات تعالیٰ سنائش لائق افتخار ہے
 بلاشبہ یہ عظیم ادارہ مولانا حاکم نانوتوی کی محنت و محبت کا انمول ثمرہ ہے
 جو رشتی دنیا تک کے لئے بے مثال ہے اور روشن یادگار ہے۔

۱۔ مسلمانوں کے تعلیمی مسائل اور اکیلا حل

۲۔ تاریخ مدوۃ العمار

۳۔ تاریخ دارالعلوم جلد ۲۰ - ۲۱ - ۲۲

باب سوم

تحریک ندوۃ العلماء

باب سوم تحریک ندوۃ العلماء

۱۔ یہ بات مسلم ہے کہ صدر کی اس انقلابی طوفان نے ہندوستانی سماج و سیاست کو جمعہ جوڑ کر رکھ دیا تھا، ان سخت حالات میں مختلف اور متضاد تحریکیں وجود جن کا سرچشمہ مخزن^۱ کا تئو بیٹا^۲ ایک ہی تھا، تو حسب سلطنت مغلیہ کا زوال، پہلی جنگ آزادی میں ناکامی، غربت و اغلاس اور تکلیف کی پرچھائیں اس پر پڑی تو ہر طرف آنکھوں کا بیاں ہی ناکامیاں نظر آنے لگیں اور انکے دست بازو میں مدافعت کی قوت باقی نہ رہی۔ یہ حالت راز دیکھ کر بڑے بڑے ارادے دم توڑ دیئے، ان تعلیمی برائوں میں دعلی کالج سر فہرست ہے، جب انگریزوں کی ریشہ دوانی اور بدتمشی کی وجہ سے اس سرچشمہ حیات کا شیرازہ منتشر ہو گیا،^۳ تو اس مضطرب خاطر قوم اس صدمے کی تاب نہ لاسکی، غلط محبت میں اسکے عربی ضمیمے کو علماء کرام دیوبند لے گئے اور سرسید خاں^۴ اسکے انگریزی حصے کو علی گڑھ پہنچا دیا، یہیں سے علی گڑھ تحریک کی بنیاد پڑی۔

جس سرسید احمد خاں نے انگریزی اور جدید علوم کی تعلیم و تربیت پر زور دیا تو مسلمانوں کی جانب سے ان پر انگشت نمائے ہونے لگی۔

۱۔ ملت کے تعلیمی مسائل آغاز سخن سید انور علی ۴ - مسلمانوں کا رد و نفع

۱۹۱ - ۱۹۲

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء ۳۵

۳۔ اسلامیت اور غربت کی تسکین

ایک مفاد و مسک کوشک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا، علماء اسلام نے سرسید کی اس روش پر تنقید و تریض کی اور بے جا مخالفت سے کام لیا، ہر خاص و عام کی جانب سے طعن و تشنیع و ہنگامہ آرائی کا وہ لہو خان اٹھار جان بچانا مشکل تھا، مگر سچا زمان سرسید احمد خاں دم سادہ عملی جوں و چراں نکل نہ کیا، مہر و محل اور بائے استقامت سے ان تمام مشعل کو برداشت کیا، مگر علی گڑھ تحریک کے دیگر الم بردار، یہی خواہان ملت اور روشن خیال خزانوں نے علماء کرام کو کونہ نظر، تاریک خیال جھکی، دنیا کو کہا، حکمت عملی اور حقیقت پسندی سے نا آشنا کہہ کر پکارا، دونوں متوازی طبقے حد سے تجاوز کر گئے، اس آپسی مناخرت سے ایک بحران پیدا ہو گیا جو دونوں کے لئے باعث شرمناک تھا اس سے دونوں کے درمیان بنف و عداوت کی خلیج اور بڑھتی چلی گئی اور دونوں جادہ اعتدال سے ہٹ گئے۔

ان دونوں تحریکات کے عین عہد شباب اور اگلے ربع صدی گزر جانے کے بعد بھی اس بڑھتی ہوئی خلیج کا لا منہا ہی سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر ان ہی اسباب و عوامل نے اس ملت اسلامیہ کے دردمند حضرات کو ایک ملانے والے پل کی ناسپس و تکمیل پر مجبور کیا اور اسکا نام دارالعلوم ندوۃ العلماء رکھا گیا۔

۵۔ سرسید سید مودود، محمد علی شکر

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء

۲۔ علوم اسلامیہ کی تشکیل جدید - اسماعیل رائی ص ۱۲ تا ۱۷

۳۔ تاریخ ندوۃ العلماء

۴۔ روداد ندوۃ العلماء سال اول و دوم

۱۔ ندوۃ العلماء کا فکری اساس :- اب سوال اس بات سے کہ ندوۃ العلماء کی فکری اساس کیا تھی؟

اور وہ کون سی جاذبیت اور کشش تھی کہ جس کی وجہ سے امت کے درد مند حضرات نے اپنی تمام تر توجہ ترکیب ندوۃ العلماء کے طرحت مبذول کیا اور اسکو اپنی دل چسپی کا مرکز بنایا، دماغی جسمانی صلاحیتیں اس پر مرکوز کیں اور دے دے۔ صفحہ اس کی مدد کی، تو اسکے متعلق حیات عبدالحی میں مولانا ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں۔

۲۔ اس تحریک کی فکری اساس علیحدہ کی جدید تعلیم و تربیت مغربی تہذیب و ثقافت کی دعوت اور ملک کی دوسری تحریکوں کے برخلاف خالص دینی تھی یعنی اس میں مسلمانوں کے تنزلی کا اصل سبب دین سے انحراف تھا اور صحیح دینی تعلیم جو وحی کو قرار دیا گیا تھا اسی کو ملت کے درد کا مداوا اور ملت کی اصلاح و ترقی کا واحد راستہ تسلیم کیا تھا، مسلمانوں کی ساری زندگی بکسر اس سے دور تھی اس بنیاد پر ندوۃ العلماء کا جدید انفرادی و اصلاحی و فکری تصور سامنے آیا ۳

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۵

۲۔ روداد اسپیس . ندوۃ العلماء

۳۔ سیرت محمد علی منبری

سیرید کے نام ایک خط

ندوة العلماء کا فکری اساس اس میں صاف قلمکنا ہے

۱۔ اس تحریک میں طبقہ علماء کو جو شریعت اسلامی کا حامل، امین، کتاب و سنت کا شارح و ترجمان اور اسلام کا اصل نبض شناس ہے، مرکزی مقام دیا گیا ہے اور اسی کو امت اسلامیہ کی تعمیر و ترقی و ترقی و ترقی اور اصلاح مسند کا ذمہ دار قرار دیکر اپنی دعوت و جدوجہد کا محور بنایا گیا ہے کہ امت میں اصلاح حال کی کوئی کوشش حقیقی طور پر اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی جب تک کہ علماء اسکے داعی اور الم بردار نہ بنیں اور ان میں امت کی روحانی اور حیادت کی اصلاح پیدا نہ ہوگی اس کے لئے ایک طرح کی دینی علوم پر حاوی اور کتاب و سنت کا ارشاد شناس ہونے کی ضرورت ہے۔

تو دوسری طرف حالات زمانہ اور جدید تقاضوں سے واقفیت ہیں، خدمہ کلام ایک روز اول سے فکری اساسی و ہنگامی کے بجائے، علمی و فکری تھا اور یہی اسکا اصل مزاج تھا، ندوة العلماء کی تحریک کا آغاز ہی اصلاحی و ترقی نصاب سے ہوا تھا اور یہ بات آج بھی اچھے فکر و مطالعے سے ملاحظہ رکھنی ہے۔

اغراض و مقاصد

۱۔ معلوم اسلامیہ کے نصاب درس میں دو رس اور بنیادی اصلاحات اور نئے نصاب کی تیاری

۲۔ قطع نزع باہمی یعنی اتحادی اور اخوت اسلامی کے جذبات کو فروغ دینا

۳۔ ایسے علماء دین پیدا کرنا جو کتاب و سنت کے وسیع و عمیق علم کے ساتھ جذبہ خیالات سے واقف ہوں

۴۔ اسلامی تعلیمات کی اشاعت، بالخصوص برادرانہ و لمحہ کو ان کی خوبیوں سے واقف، روشناس کرانا

۵۔ انسانی ذہن و فکر کی نمبر قول و فعل، فکر و عمل میں توازن، ہوش بیداری و کردار سازی =

انسانی کردار سازی میں نصاب تعلیم ہی کلیدی حیثیت رکھتا ہے اور نظام تربیت بہت موثر ردل ادا کر سکتا ہے، معاشرے کے مزاج، مکتبہ کی سافت و تنظیم یہ سب تعلیم و تربیت کے زیر اثر ہونے ہیں، اس میدان میں ندوۃ العلماء کا جد مایہ اختصار و امتیاز رہا ہے کہ اس نے اسکا حد درجہ اہتمام کیا ہے

بانیان ندوۃ العلماء کا زندہ جاوید کارنامہ

اور ہمارا اظہار تشکر :- آج ہم اس ترقی یافتہ دور میں بانیان ندوۃ العلماء

کے اہم کارناموں پر سرسری نظر ڈالتے ہیں، بااصلاح معاشرہ اور تعلیمی تحریکات کے الم برداروں قابلِ خزانِ برگزیدہ، سینوں کی بائیں کمان میں پڑتی ہیں، باان پاکیزہ شخصیات کی سوانح حیات، آپ بیتی کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوتا ہے نردل و دماغ احترام و عقیدت کے جذبے سے سرشار اور محبت سے سرسبز ہو جاتا ہے اور بے ساختہ زبان سے نکل پڑتا ہے کہ یا خدا تو ان کی قبروں کو نور سے بھر دے

یہ وہ شخصیات ہیں جنہوں نے عیش بصیرت اور بالغ نظری سے اسلام کی حفاظت کی، اپنی عبقریت شگفتہ خزاہی اور دور اندیشی سے شریعت اسلامی کی حفاظت کی سے قرآنی اور روحانی تعلیمات پارینہ اور بازیچہ المفال بنانے سے باز رکھا، امت اسلامیہ حسدِ کینہ کے سرپرستہ مسلح ہو کر اسلام کے خلاف محاذ آرائی کرنے والوں، باطل قوتوں اور ارتدادی قوتوں کا سد باب کیا ہے =

فصوصاً ندوۃ العلماء کا یہ امتیاز رہا ہے کہ اس مٹریبا افکار و خیالات زند و نسل میں زند جانے والی ہر تحریکات کی سرزنش ملے

۱- روداد اجلاس سوم، ندوۃ العلماء حشر ۱۲، ۵

۲- کاروائی جلسہ انتظامی، قلمی ۹، ۸، ۷، ۶، ۵

کی ہے اور اہل مغرب کے شار اور سمجھوتہ گاہوں کے نظریات کو کہیں
نہیں سراہا ہے۔ جہاں تک اس کی عملی ثبوت کا سوال ہے تو اس نظریہ
نکری کی ترجمانی اکبر الہ آبادی کے اس لطیفانہ شعر سے بخوبی ہو سکتی ہے
مے جدید طرز پر خاتم رسواگر صاف پہتے ہیں یہ رنگ میلہ

جدید طرز اگر اختیار کرتا ہوں خود اپنی قوم بچانی مے شور و میلہ
جو اعتدال کی کہتے تودہ ادھر نہ ادھر۔ زیادہ حد سے دے پاؤں سب سے بیلہ
ادھر یہ ضد حکمہ نسیمیں بھی تو نہیں سکتے۔ ادھر یہ دھن مہکے ساقی حراقی مے میلہ
ادھر مے دھن تہہ بر صلیحت ناپاک۔ ادھر مے وہی ولایت کی ڈاک کا ٹیلہ
عرض دو گونا غذاب است جاں مجبوریں۔ بلکہ مے صحبت لیلہ و فرقت لیلہ

یہاں اکبر الہ آبادی نے جو تصویر کشی کی ہے وہ
شاعرانہ تخیل اور بلند پروری نہیں مے بلکہ یہ زمانے کی جیتی جاگتی حقیقت اور
وقت کی بولنی تصویر مے :

یہ بھی وجہ مے کہ ندوۃ العلماء کے روشن ضمیر بانیوں نے
قبل از وقت اسکو بجانب لیا تھا کہ مغربی علوم و افکار کے الم برداروں
سے ہم آہنگ ہونا، نہ ایمان کا تقاضا ہے اور نہ مشرق کا اتہام
نہ اسلام کا مطالبہ

۱- تاریخ ندوۃ العلماء، ص ۶۱

۲- تاریخ ندوۃ العلماء، ص ۶۱

چنانچہ ندوۃ العلماء کے بانیوں کی یہ ماحوق الفطرت بصیرت اور خداداد ،
 صلاحیت کا کرشمہ ہندہ وہ پوری طرح کامیاب رہے^۱ اور انہوں نے
 جو نوبت ندوۃ العلماء کے نام پر قدیم صالح اور جدید نافع کا حسین
 استخراج پر مبنی جدید نصاب تعلیم پیش کیا گیا ہے وہ ہمارے دوستوں
 مستقبل کا آئینہ دار ہے اور یہ مسلمانان عالم کے لئے روح افزاں مژدہ
 جان خزاں مسرت^۲ ہے اس میں انکی تعمیر ترقی اصلاح و سدھار کا راز
 مضمر ہے عقائد اور بار آور نتائج ، دائمی مفاد کی اطلاع عالم اسدوم
 کو آرزوئیل از وقت ہو جاتی تو شکست و ریخت کا وہ بدترین ایام آنکھ
 دیکھنا نہیں پڑتا ۔

-
- ۱۔ مولانا اسحق جلیس ندوی - تاریخ ندوۃ العلماء کالمجلد اول ص ۵۵ ، ۵۹ ، ۶۱
 - ۲۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ، حیات عبدالحی ، ندوۃ المصنفین دحل ص ۱۳۵
 - ۳۔ شیخ اکرام موج کوثر ، لاہور ۱۹۳۰ ص ۱۳۶
 - ۴۔ تاریخ ندوۃ العلماء راول ص ۵۶ ، ۶۲
 - ۵۔ شیخ محمد آرام ، شبلی نامہ بھٹی ، ص ۱۲۳

انبیاء کرام کی وراثت اور علماء اسلام کی ذمہ داری :-

۱۔ جب یہ دھرتی آباد ہے انبیاء کرام اور صلوات علیہم
 عظام نے اس میں اصلاح و سدھار کا بیڑا اٹھایا، انکی بے لوث کوششوں سے بار آور
 ثابت ہوئی ہے آخر میں اس کائنات انسانی کے ہر شعبہ حیات کو سید کوئین
 سے جلد ملی ہے اور خاص کر مسلمانوں کو سید کوئین کی جامعیت ہمہ گیری
 نصیب ہوئی تگرب ان کی زندگی میں بہ عمومی و ملی جامعیت وہمہ گیری باقی
 نہ رہی عیش و عشرت، لہو و لعب میں مشغول ہو گئے غلہ عقبی جاتی رہی
 تو ان کی حیثیت بے محل ہو گئی اور روش مستقبل تاریک ہو گیا

جب سر میں ہوا، طاعت نفی سرسبز شجر امید کا ٹھکانا
 جب سر سر عصیاں چلنے لگیں اس بیڑے پہلنا چھوڑ دیا

۲۔ ان حالات میں علماء اسلام، علوم اسلامیہ کے الم بردار
 حاملین، وارثین پر کیا ذمہ داری عائد ہوں، دفنی بوزان غیر مناسب
 صورت حال، یہ ذمہ داری کس حد تک بڑھ جاتی ہے اسکو کسی
 بھی صورت خراموش نہیں کیا جاسکتا

قدیم دینی و عربی مدارس اور انکا

پیش رفت :-

۱۔ قدیم عربی دینی مدارس اور ان کے نصاب تعلیم کے اہم برداروں نے کتاب و سنت پر استقامت، و صلاحیت، قدیم طرز تعلیم پر اصرار کی قابل قدر کوششوں کو ضرور کی مگر وہ وقت اور ثقافتوں کو کماحقہ پر روانہ کر کے انتہائی اور اعلیٰ پوزیشن کے بجائے ذرا ہی پوزیشن پر قناعت کی،

۲۔ انہوں نے اپنی درسگاہوں میں معقولات و غیر معقولات کی ایسی کتابیں رائج کیں جن کی اس صدی میں غلطی ضرورت نہیں ہے، اساتذہ کی غیر معمولی توجہ اور محنت اور طبعیات کا غمی و غمت کا اسراف آج بھی بدستور جاری ہے

۳۔ جو کبھی فوٹو فواہ بار آور نتائج برآمد نہیں کر سکتے، بعض وہ دینی مدارس جو معقولات میں خامی شہرت کے حامل ہیں، مگر دینی علوم تفسیر و حدیث و فقہ میں یکسر پیچھے ہیں۔ لہٰذا

-
- ۱۔ اسلامی تعلیمی ریاست علی ندوی ص ۱۲۶ تا ۱۳۹
 - ۲۔ سید سلیمان ندوی، حیات شبلی مطبع معارف افظم کراچی ۱۳۶۲ء ۳۰۹
 - ۳۔ شیخ محمد اکرام - شبلی نامہ، ص ۲۳
 - ۴۔ الشافعیہ الاسلامیہ، نزہۃ الخواطر، ج ۶ - ص ۷
 - ۵۔ سیرت مولانا سید محمد علی
 - ۶۔ مشغریہ

اس صدی میں علم و فلسفہ کا رواج اور غیر مثبت

نتائج :-

اس پس منظر میں پیر و مرشد حضرت گنگوہی رحمہ اللہ علیہ کے معمولات کی تعلیم پر اپنی بیزاری کا اظہار اس شروع کے ساتھ کیا ہے کہ ان خیالات سے متوف نہ گاہوں کو بھی اپنی طرف متوجہ کر لینی ہے اے چنانچہ وہ فرماتے ہیں، غلسفہ محض بے کار چیز ہے اس سے کوئی معذہ نفع حاصل نہیں ہوتا ہے سوا اور اسکے چار سال ضائع ہوں اور آدمی فرد دماغ و غیبی دینیات ہو جائے، کچھ فہم اور کور فہم بشرعیات ہے، کلمات کثر بہ زبان سے نکل کر دین کلمات غلسفہ میں غیب کو کدورت ہو جائے اور کوئی غائدہ نہیں

۱۔ بہ احساس حقیقت حیکہ وہ نصاب تعلیم جو ذہنی و فکری نشوونما میں معاون ثابت نہ ہو اور دماغ کے ہر کل پرزوں کو ٹھرا کر دے تو اسکے سانچے میں ڈھلا ہوا ذہن و دماغ غلسفیانہ مباحث، باہمی کشمکش و مناظرے کا شکار ہو جاتا ہے اور حُرین خیال یہ ہیکہ انکی تمام ذہنی توانائوں صرف اضمالہ آخرینی، طرح طرح کے رساوس، غیبی افتداف کا نظر ہو جاتا ہے ۲۔

۱۔ سیرت سید محمد علی منٹری ص ۲۷

۲۔ کمالات محمدیہ، ص ۲۷

۳۔ سوانح قاسمی، ۲۹۲ جلد دوم

۴۔ تاریخ نذرۃ العلماء، اسکتی پبلیش ندوی

قدیم نصاب تعلیم

۱۔ مزید اس کی تائید مولانا ڈاکٹر عبدالحی صاحب کے محققانہ اور
ماہنامہ مغالطے سے ہوئی ہے جو خود ایسی قدیم نصاب درس کے
سافقت و برداشت ہیں اور اس قدیم طرز تعلیم کا جائزہ بھی لے رہے ہیں
چنانچہ وہ اپنی کتاب الشفاعة لاسلامیہ فی الہند میں تحریر فرماتے ہیں
۲۔ اس زمانے میں جو نصاب رائج ہے یہ درس نظامیہ کی بگڑی ہوئی صورت
ہے، کیونکہ درس نظامیہ میں منطق کی سدرجہ ذیل کتابوں کا افہام
بغیر غور و فکر کے ہو گیا ہے غلام بھی، ملاسن، محمد اللہ شاہی مبارک
بعض شرح مسلم العلوم عبدالحی، بر العلوم، حاشیہ عبدالحی، ربہ زادہ اور
کہیں کہیں شرح مسلم ملا حسین سے اس اضافے کی تاریخ بہت دلچسپ ہے
۳۔ اس نصاب کے حسن و قبح پر بار بار مفصل اور سبب و تقریریں لدوۃ العلماء
کے جلسوں میں کی گئیں منطق کی کتابیں ضرورت سے زیادہ ہو گئیں ہیں،
شرح حاکم کو لیجئے تو پندرہ کتابیں صرف منطق کی اس نصاب صنفی، کبریٰ
ایسا غوی، میزان منطق شرح تہذیب، قطبی، ملاسن، محمد اللہ، میرزا محمد
غلام بھی وغیرہ

۱۔ تاریخ ندوۃ

۲۔ قدیم نصاب تعلیم ریاست علی ندوی ص ۱۲۶، ۱۳۷

۳۔ سیرت مولانا محمد علی منگڑی ص ۶۲

۱۔ اس وقت منطق کی ہندو کتابیں نصاب درس نہیں اور تفسیر کی صرف دو کتابیں حدیث و تفسیر کو جبکہ ادبیات و عربیت سے مدد ملنی ہے مگر اسکا مصر بہت کم ہے بلکہ بلاغت میں صرف دو کتابیں رائج تھیں منطق کی جو ہندو کتابیں رائج تھیں (سمیں خلط مبحث تھا، ملا محمد انصاریؒ) خاصی میں تو منطق مگر اس میں منطق کے جس قدر مسائل ہیں زیادہ تر امور عامہ اور فلسفہ کے مسائل تھے نیز جبل بسبط، جبل رکب، علم باری کلی، طبی کا وجود فی الخارج وغیرہ ایسے اہم مسائل تھیں جس میں صرف سوکرطیسؒ منطق کے خاص مسائل کے کثیر طرف بہت کم تو جہ دے پاتا ہے اور خاص کر اس نصاب میں تاریخ دسیر، خزانیہ، علم المعیاد القرآن اور ضروری علوم بالکل نہیں ہیں ۵۷

قدیم نصاب تعلیم اور لفظی مباحث

چنانچہ اس پس منظر میں
مولانا شبلی علیہ الرحمہ ندوہ

اور نصاب ندوہ میں رخم لرازمیں،
» موجودہ نصاب میں اکثر کتابیں ایسی ہیں جن میں
نفس مسائل کے علاوہ نہایت کثرت سے لفظی مباحث ہوئے ہیں جنکا مدار

- ۱۔ اسلامی نظام تعلیم ریاست علی ندوی ص ۱۲۲ تا ۱۳۴
- ۲۔ الشفا فی الاسد فی الہند، مولانا حکیم سید عبدالحی - ج ۱ ص ۱۷۰
- ۳۔ سوانح قاسمی ص ۲۸۹، (حاشیہ)
- ۴۔ سیرت محمد علی منگھری ص ۱۱
- ۵۔ الذرۃ، ج ۱ - ج ۶ ص ۱۴
- ۱۔ الشفا فی الاسد فی الہند، نزہۃ الخواص
- ۲۔ ج ۶ - ۷

کتاب کے خاص الفاظ پر ہونا ہے، یعنی اگر مسد کو دو لفظ میں بیان کیا جائے
 تودہ تمام مباحث بیکار ہو جائیں گی مثلاً شمشیر میں یہ عبارت تھی
 العلم انما تصور غلط قطبی میں اس کتاب کے متعلق آپ بڑی بحث اس بنا پر
 چھڑ گئی، ہوئی ضمیر تصور کی طرف جھرتی ہے یا تصور غلط کی طرف، اس بحث
 میں قطبی اور میر کے کئی صفحے مسودہ ہو گئے ہیں لیکن اگر مصنف ضمیر کے
 بجائے راجع ذکر کر دیتا تو تمام بحثیں بیکار ہو جاتیں، بجائے اسکے اصل
 مسئلے پر وقت صرف کیا جائے، اب خاص لفظ اور اسکے منشا پر بے غائدہ
 وقت صرف کرنا پڑتا ہے، نصاً موجودہ کی اکثر کتابوں کی یہی عادت
 یعنی جس قدر اصل غن کے مسائل میں ان سے زیادہ فضول لفظی مباحث
 ہیں۔

۱۔ سیرت محمدی منگیری، ص ۱۵

۲۔ التذوۃ ص ۱۵

قدیم نصاب تعلیم میں عربی زبان و ادب اور علوم عصری کا فقدان :-

۱۔ مولانا عبدالحی مغانی علیہ الرحمہ

تحریر فرماتے ہیں کہ تاریخ و حضرات کو ممتاز بڑے علماء جو جعل و تلف اور جعل بسط کے حوشگافی ہیں ان بزرگوں کو حدیث و قرآن پڑھتے وقت یہ نہیں معلوم ہو پاتا ہے کہ فرعون اور اسکی قوم بحر قلزم میں غرق ہوئی یا دریائے نیل میں مصر قدیم سے بحر قلزم کس طرف اور دریائے نیل کس طرف ہے اور کتاب المغزیہ بڑھا، توحف عرب کے حدود اربعہ کو سمجھ نہیں پاتے میں یہ فن تاریخ سے بے خبر ہیں اس طرح غن ادب سے ناآشنائی، اکثر قرآن و احادیث کے عوارض، اسرار، و بلاغت نہیں سمجھتے دینی اور نہ ان کو اس قدر استعداد ہوتی ہے کہ قلم برداشتہ فصیح عربی لکھ سکیں اسی طرح علوم و فنون سے بھی بے بہرہ ہوتے ہیں اور ادیان منسوخہ سے ناآشنائی نہیں معلوم نہیں کہ توریت موجودہ کیا ہے اور انجیل کیا باوجود ہندوستان کے رہنے والے ہیں مگر ہندو کے مذہب سے ناآشنا ہے

قدیم طرز تصنیف اور شروحات کا سیلاب :- شہرہ صری

فاضل مفتی محمد عبد

کے شاگرد رشید علامہ سید رشید رضا نے اپنے ماضلانہ طبعیہ صداقت میں جو انہوں نے اجلاس

ندوة العلماء ۱۹۱۲ء میں دیا تھا۔ خدمات کے طرز تفصیف پر روشنی ڈالنے پر
فرماتے ہیں ”

۱۔ پھر میں پست ہو گئیں اور تحقیقات کا شوق دھپا بڑھ گیا۔
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلی کتابوں کے خلاصے لکھے جانے لگے مختصر عبارتیں
بیان کی جاتی تھیں مگر دلیلیں نہیں لکھی جاتی تھیں پھر اختصار کی لے بہا
تک بڑھی کہ ایک مصنف کسی علمی مسئلہ کو ایک وقت جس مختصر عبارت میں
لکھتا تھا، دوسرے وقت خود اس کو نہیں سمجھ پاتا تھا اس کے بعد وہ زنا
آیا کہ جس میں ان افواہوں کی شرموں اور شروحات کی شرمیں لکھ
جانے لگیں رفتہ رفتہ ان شروحات پر بھی حاشیہ چڑھنے لگے اس زمانے
میں لکھنے ٹہلیم یہ نکلے کہ کسی غن کی کتاب اسناد کے ہاتھ میں اور
شاگرد اس کے رو برو اول اس کتاب کا متن پڑھتے ہیں پھر اسکی شرح
پھر اس کا حاشیہ بعد اس کے اسناد تکرر کرتا ہے ان تمام کوششوں
کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ ایک مختصر عبارت سمجھ میں آجائے

قدیم نصاب تعلیم میں تغیر و ترمیم :- مولانا عبدالحی صاحب کے مقالے سے

یہ بات روز روشن کے طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ قدیم نصاب تعلیم میں ہمیشہ

ردوبدل ہوتی رہی ہے، مصنف نے بڑی عریٰ ویزی کے ساتھ رضابی صفت کا اظہار کیا ہے،

اے دیے نو ہندوستان علمی، تاریخی، ذہنی نشوونما، علمی ارتقا کے لحاظ سے ایک زبردست المیہ کا شکار رہا مگر یہ بات بہت ٹوچ طلب ہے، عین اسوقت جبکہ ہر چہار جانب، سیاسی، علمی و فکری لمونان آبا ہو، نصاب تعلیم میں دقت کی اہم ضرورتوں اور تغاضنوں کی بڑی سخت ضرورت ہو، انحطاط ادبار، تھقل و جود کا تاریک سایہ ہر چہار جانب بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہو اور علوم و فنون کے ترقی کے دروازے ہر طرف قفل ہونے چلے جا رہے ہوں تو اس تاریک ترین دور میں ملت اسلامیہ کی یہ نصیبی کا کیا عالم ہوگا انداز نہیں کیا جاسکتا ہے تو مولانا ابوالحسن علی ندوی اس صفت کا بڑی مشہور و کما اظہار فرما رہے ہیں :

علوم اسلامیہ کا مقدم نصاب تعلیم اس زمانہ

میں برابر بدلنا اور زندگی کا ساتھ دینا رہا ہے جس میں انقلاب بہت دیر میں آئے تھے اور اس کی نوعیت میں بنیادی فرق نہیں ہونا تھا یہ انقلاب اشخاص اور علما و فاضلین کی تبدیلی کے نام سے اسے باوجود واضعین نصاب اور عالم اسلام علمی اور تعلیمی تحریکات کے زیر اہتمام

۱- تاریخ ندوۃ العلماء

۲- المجلد، البحث الاسلامی عدد حماد عن المعجم و جانبی التعلیمی ۵ عدد محرم ۱۳۹۶
صفحہ ۳۹۶ ء ۱۹۳

برابر اپنی ذہانت اور حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے رہے لیکن جب انہوں
 صدی کا وہ زمانہ آیا جس میں حکمران خاندانوں کا نہیں بلکہ نہاد
 تمدن، افکار و خیالات و اعتدال کا انقلاب رونما ہوا اس انقلاب
 کی کثرت و شدت میں دونوں حد سے تجاوز ہو گئیں تو یہ تضاد
 ایک منزل پر آکر ٹھہر گیا اور اس سے ہر تہ و تبدیل سے انکار کر دیا
 مضامین اور مفرہ کتابوں اور لٹریچر تعلیم ہر چیز میں اس نا مناسب روشن
 پراصرار کیا گیا، جو ہندوستان میں بانی درس نظامی اور مشرق وسطیٰ
 میں ائمہ دین صدی کے علماء از حو کے زمانے میں قائم ہو گئیں تھیں
 خفہ و خانون اسدی میں توسیع و اضافہ ان مسائل میں جو جدید،
 انکشافات، نئی اقتصادیات اور نئی تنظیمات نے پیدا کر دیا تھا
 اجتہاد جو اپنے اعلیٰ نازک اور نہایت ضروری شرائط کے ساتھ
 بہر حال علماء کا تقاضا اور غرض اس بدلے زمانے کی رہنمائی
 کا ذریعہ تھا محملہ معطل اور محدود ہو گیا اور ایک مسافر عرب عالم
 بلوغ الفانی میں علماء کے نزدیک اس دروازے کو کھولنا تو مشرما
 ممنوع نہیں تھا مگر جس کی کنجی سے وہ کھل سکتا تھا وہ عرصہ دراز
 سے گمشدہ تھی

اسلامی علوم معارف قرآنی اور شریعت اسلامی کے لئے جس ملاحظہ و موثر اور دلنیز و دل نشین تعبیر و تشریح اور اس کے لئے زبان و ادب کے اس نئے دور میں جس اسلوب اور پیرا بیان کی ضرورت تھی اگر وہ ناپاک نہیں تو کیا اب ضرور تھا:

”ایسے علماء، خال خال پائے جاتے تھے“

جو ان دینی حقائق کی ابدیت، زندگی کی صلاحیت اور اسلام کی خوشیت و برتری کا نفس جدید طبقہ کے دل درماغ پر قائم کر سکیں اور اپنی جو پور علمی تنقیدوں اور ماہرانہ تجربہ سے اس تہذیب کے طلسم کو توڑ سکیں۔

باب چہارم وقت کی اہم ضرورت

باب چہارم وقت کی اہم ضرورت

۱۔ ان تمام اقتباسات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد ہندوستان کے مدارس و اسکولوں کا نصاب درس بہت حد تک علی و ذہنی انحطاط کا شکار ہو چکا تھا۔ وقت کے رائج خطاطی کورسوں میں کافی عرصے تک کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی اگر بالفرض کوئی تبدیلی آئی بھی تو وہ عدم غور و فکر پر مبنی تھی۔ اضافے شدہ کتابیں محض شروعات و حواشی پر مبنی تھیں۔ علمی و فکری انحطاط کا یہ عالم تھا کہ تصنیف و تالیف کے میدان میں کوئی مردِ کامل البسانظر نہیں آتا تھا جو شروعات و حواشی کے دنیا سے آگے بڑھے۔

۲۔ منطق و فلسفہ کی غموض و غبار وہ غلط بحث کے طلسم کو توڑ کر نئی علمی و ادبی و فقہی اردو دیکر علومِ اسلامیہ پر مبنی موضوعات کو اپنا علمی میدان بنائے۔

۱۔ مدللہ تعلیمی سائل اور اذکار حل۔ (ایم افضل حسین)

۲۔ اسلامی نظامِ تعلیم، ریاست میں ندوی ص ۱۳۱ (۱۳۴)

۳۔ تاریخِ ندوۃ العلماء، ص ۷۵

نئی تحقیق و انکشافات پر اپنی علمی و فکری گہرائی و گہرائی اور بالغ نظری سے امت اسلامیہ کے لئے ایک ایسا دائمی چراغ روشن کرے جس سے ملت اسلامیہ کے نیم جان جسم میں زندگی کے رستے آجائے مگر صدافسوس ایسا نہیں ہوا، یہ بات بھی بہت نوبہ طلب ہے کہ اس طرح کے قدیم مردہ نصاب تعلیم ہے طلباء کے اندر مجبور و تعطل اور علی صلاحت کے فقدان کے علاوہ علی ذہنی کمال کہاں سے پیدا ہو سکتا ہے

البتہ قیاس آرائی اور افعال آخرینی کی عادت ضرور پڑ سکتی ہے۔

تفسیر و حدیث کے ساتھ عربی زبان

۳۷ حدیث کتنا اہم موضوع ہے۔

و ادب کا فقدان :-

علوم اسلامیہ کا دار مدار قرآن و حدیث پر ہے

دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں، ہر زمانے میں اس کا درجہ ہونا و رفت کا بہت اہم تقاضا اور بنیادی ضرورت ہے مگر یہ ہر مدرسے میں رائج نہ تھیں بعض اہل شوق، اور اس میدان کے فریاد گواہ اس گراں مایہ اور پیش قیمت دولت کے لئے در در ٹھوکر کھانی پڑی تھی اور ربیع مسکون کی خاک چھانتا پڑتا تھا اسوقت عربی زبان و ادب کا حصہ تقریباً ناپاک تھا۔ طلباء کی یہ حالت تھی کہ اس کے لئے

۱۔ تاریخ دارالعلوم ص ۱۳ ، ۱۵

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۰۰ - ۱۲

۳۔ مسلم یونیورسٹی جدید تعلیم بالیسی ص ۵۶ ،

۴۔ تاریخ دارالعلوم ص ۱۳ ، ۱۵

در سطر لکھنا، قرآن و حدیث کی فصاحت و بلاغت کو عمدہ اور اچھے پیرائے میں بیان کرنا، کوئی آسان نہیں تھا، حالاں کے ادبی سر پارے عربیت پر عبور فصاحت و بلاغت سے آشنائی اور عرب قوموں کی مزاج شناسی کے بغیر علوم اسلامیہ خاص کر قرآن و حدیث و فقہ پر عبور و کمال کا دعویٰ محض بیکار ہے اور لغو ہے اور عربی زبان و ادب سے بے اعتنائی جہل و کرب کے مرادف اور سخت علمی خروچی ہے،

عربی زبان و ادب زندہ جاوید، بہت زرخیز اور ترقی یافتہ اور ترقی پذیر زبان ہے اس سے نا آشنا شخص اسکی فصاحت و بلاغت اور صلاوت و تفاسط کو کیا جانتے

۲۱ عربی زبان و ادب کا میدان ایک ایسا دار کو معمار ہے کہ اسکی وسعت کا اندازہ عقل انسانی سے ماوراء ہے اس کے اندر نہ صرف علوم اسلامیہ، شعر و ادب، تاریخ و فلسفہ، طب، علوم عمریہ ہے بلکہ تصوف اور تزکیہ نفس کے بیش بہا قیمتی سرمائے اور بیش بہا علمی خزانے اور انسانی عقل و فراست، مکر و ذہانت کے بے مثل یادگار نمونے موجود ہیں۔ مگر نصاب مذہب کی مسیح عبارتوں، مشکل تفصیل اور پیچیدہ ترکیبوں نے طلباء کی تعلیم و تربیت کی راہ میں سخت دشواریاں پیدا کر دی ہیں

۱۔ معاصر لا کرام، ۲۲۲۔

۲۔ تاریخ ندوۃ الدین، ص ۷۸، ۷۹۔

۳۔ سیرت محمد علی مندری

اور انہیں عربی زبان و ادب کے ہم آہنگ ہونے کا موقع نہیں دیا ہے

علم کلام، فقہ اسلامی، علم فصاحت و بلاغت علوم جدید کی حتمی نوعیت :-^۱ ^۲ قدیم علم کلام جو غیر تربیم اور رد و بدلہ کے درس میں داخل تھا یہ صرف

ایک خاص دائرے تک محدود تھا اور یہ بھی اہل علم و فن اور ارباب تحقیق کے
راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی :

۲۱ فقہ اسلامی کا بنیادی نقطہ نظر شریعت اسلامی
پر عبور و رسوخ تھا، مگر اب اس میں وہ متزلزل رہا اور علم و بلاغت کا مقصد
زبان و ادب میں فصاحت و بلاغت اور لسانی سلاست تھا مگر اب بھی
وہ بھی قلم کاروں کا بازیچہ اطفال بنا ہوا ہے :

۲۲ اس وقت عجیب کیفیت یہ تھی کہ جس استاد کو فقروں
کی لمبی چوڑی ترکیب کرنے طرح طرح کے شبہات پیدا کرنے، آسان کو پیچیدہ
اور مبہم بنانے میں مہارت تھی انکی بڑی شہرت تھی، نیز اس زمانے میں نصاب
تعلیم کا مدار لفظی بحث پر تھا کہ ایک اچھے طالب علم بیانت و صمدیت کو اس
حد تک نہی کہ علم و بحث، دلیل و حجت کے میدان میں باکمال تو ضرور آتے

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۶۶ - ۶۸

۲۔ ہندوستان کے نصاب درس اور اسکے تغیرات از مولانا عبدالحی ص ۲۲ - ۲۳

۳۔ ندوۃ عمر جلد ۲، ص ۲۳، ۳۴

۴۔ تاریخ ندوۃ العلماء، ص ۶۲ - ۶۷

مگر اقبال آفرینی میں بلکہ امتیازی ان کی ساری ذہنی توانائی اور
بانج نظری صرف کتابی دنیا تک محدود تھی مگر وہ تاریخ، جغرافیہ، سائنس
مکنا لوجی، علم کیمیا، ریاضیات کے میدان میں بالکل کورے تھے۔^۱

مزید برآں علامہ شبلی نعمانی کی اس تحریر سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے
آج تو یہ حالت تھی کہ کم و بیش پانچ ہزار طلبہ از مر کے اقامت گاہوں میں
رہتے ہیں اور کل بارہ ہزار طلباء اس میں تعلیم پاتے ہیں مگر افسوس کہ نظام
تعلیم نہایت اتر رہی ہے، فلسفہ، ریاضیات، علوم عقلیہ درس میں داخل نہیں ہیں
اصول فقہ، تفسیر، حدیث، ادب معانی کی تعلیم اس قدر کم ہے اتنے بڑے
دارالعلوم کے کس طرح شاہان شان نہیں، نحو اور فقہ پر ایک طویل مدت صرف کی
جاتی ہے مگر ان کی تعلیم بھی محققانہ اور مجتہدانہ نہیں ہونے، کما فیہ وغیرہ کی
شرحیں، جو شروحوں کے حواشی اور حواشی کے حواشی ان کو یاد کرائے اور
رٹائے جاتے ہیں اور انکا حفظ کرنا بڑا کمال سمجھا جاتا ہے۔ از مر کے طلباء کو
نہایت معمولی بحثوں میں مصروف دیکھتا تھا۔ اور افسوس کرتا تھا، اس طریقہ
تعلیم کا اثر ہے کہ از مر نے ایک سے کوئی قابل تدر عالم و مصنف نہیں پیدا
کیا اور اب ان اتریوں کے اصلاح کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔^۲

مجھ کو اپنے تمام سفر میں جس قدر جامعہ از مر کے حالات

۱۔ اسلامی نظام تعلیم ص ۱۲۱، ۱۲۲

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء، اسحق جیس ص ۷۷

۳۔ سفرنامہ مصر ص ۷۷

مسلمانوں کی بد بختی کا یقین ہوا اور کسی چیز سے نہیں ہوا۔ یہ بجائے غائدہ
 پہچانے کے ہزاروں مسلمانوں کو برباد کر چکا ہے اور تربیت و معاشرت
 کا جو طریقہ ہے اس سے حوصلہ مندی، خوش ہمت غرض تمام شریفانہ
 اوصاف کا استحصال ہو جاتا ہے :

انگریزی حکومت کی دیرینہ خواہش :-^۱ یوں تو ہندوستان

ہمیشہ علمی و فکری

وہ روحانی شخصیتوں کا مرکز رہا ہے عام طور پر یہاں کے باشندے حسن اخلاق
 سے آراستہ و پیراستہ رہے ہیں، مگر افسوس اس غیر دانش مندانہ نصاب ترتیب
 و نظام ہائے تعلیم کی تباہی نے ملک میں جہالت عام کر دی ،
 ادھر انگریزوں نے عربی فارسی کے تمام مکاتب فتم کر دیے ،
 اسکولوں اور کالجوں کا نصاب درس ایسا مرتب کیا کہ جس سے مسلمانوں کو
 اگر عبائی نہ بنا سکے تو کم از کم اس کو مسلم نہ رہنے دے اور وہ اپنے مذہب
 کو باطل و لغو سمجھیں ۔

۲ چنانچہ ایگزٹوں نے ہندوستان کے نظام ہائے تعلیم کو وضع
 کرنے میں ان تمام غیر منصفانہ ، ظالمانہ ، طریقہ کار کو اپنا باجوانہ کا طریقہ اختیار

تھا

۱۔ ملکہ تعلیمی مسائل ڈاکٹر سید انور زیدی ص ۲۱

۲۔ علوم اسلامی کی تشکیل حیدر اسماعیل اسراہی، الفاروقی، ص ۱۲

تھا انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہم اور ہماری
 کروڑوں رعایا کے درمیان عمار مترجم ہو، یہ خون رنگ و نسل کے
 اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاقی رائے اور سمجھ بوجھ، فکر و خیال کے
 اعتبار سے انگریز ہوں۔

۱۔ یہ صورت حال دیکھ کر عیالی مشینریوں کی سرگرمیاں حد سے
 بڑھ گئیں، بعض ہندو تہریکات اپنی نشاطِ ثانیہ کے لئے 'انگریزائی' لینے لگی
 ۲۔ بعض بھولے بھالے غیر تعلیم یافتہ مسلمانوں کو جھانسنے دیکر ان کے ایمان کو
 سلب کرنے کی کوشش کی جانے لگی اور انکو گمراہ کرنے کی برابر کوشش جاری
 رہی دوسری طرف اس ہندوستانی مسلمانوں کا دائمی تغافل، قرب و جوار کے
 ممالک کے مسلمانوں کا تعلیمی میدان میں کورانہ پن اور اندھی تقلید نیز
 عالمِ اسلام کے مکاتب و مدارس و نظامہائے تعلیم کی زبوں حالی سے
 مسلمانانِ عالم کی بدبختی کا یقین ہونے لگا ۳۔

ندوة العلماء کی تاسیس کا مقصد :- دوشِ دماغ، بانیان

ندوة العلماء کی اس بدلتے

ہوئے حالات پر گہری نظر تھی زمانے کی انقلابی درجوں نے انکے اندر فعال حرکت

۱۔ علوم اسلامیہ کی تشکیلات حیدر اسماعیل رامی۔ ص ۱

۲۔ ملت کے تعلیمی مسائل، ایم (فضل حسین) ص ۱۲

۳۔ ملت کے تعلیمی مسائل، خواجہ سید انور علی زیدی۔ ۱ - ۲

۴۔ علومِ شبلی، مقررین، ص ۲، ۳، ۴

پیدا کردی، ایمانی غرت جوش میں آئی ہٹانہ شریعت اسلامی کے حفاظت،
 قومی ملی تشخص کی دماغ کا احساس وجد بہ بڑے اٹھائے اس بدلے ہوئے حالات
 کے پیش نظر ان دانشوران ملت اور دردندان قوم نے مسلمانوں کی تعمیر و
 ترقی، صلح و بہبود کے لئے ایک عالمی فریک اور اسی کے تحت کتاب و
 سنت کا ترجمان ایک مایہ ناز و مثالی ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اسکی
 سنگ بنیاد کے لئے ایک ہنگامی میٹنگ طلب کمری، بڑے رد و کد کے بعد
 یہ بات طے پائی کہ ایسے علماء دین، نائب رسول، حاملین شریعت، ملی
 و دینی، فکری میدان کے الم بردار اور اسکے فرہاد تبار کے جہاں جو
 زمانے کا رفرشناس علوم دینہ میں غایت درجہ کمال رکھتے ہوں،

۳۳۔ وقت کے اہم تقاضوں سے واقف، مہذب، پابند شریعت،
 بلند ہمت، فراخ دل، عالی ظرف، زمانے کا نبض شناس روشن خیال ہوں
 انکی نگاہ جدید و قدیم دقیانوسیت سے بالا نہ ہوں، اسلامی محبت اور ایمانی
 غیرت سے شرسار علمی و فکری دولت سے مالا مال ہو، گہری بصیرت
 رکھتے ہوں اور زمانے کی رفتار سے واقف ہوں

۳۴۔ بد نماز عصر حربی و جنگی مشق، تیر اندازی و جسمانی ورزش اور
 تزکیہ نفس کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء، ص ۱۳۰،

۲۔ روادار اخلص دعوۃ العلماء،

۳۔ روادار صالح دعوۃ

۴۔ اسلامی نظام تعلیم، ریاست علی ندوی ص ۹۶ - ۹۷

لے یہ جدت پسند، نئے افکار و خیالات سے واقف، وسیع النظر، و مرہبہ یہ
کے لئے چیلنج ہو، یہ اسلامی روحانی و ابدی پیام خطری دعوت نقش توبہ
کو عام کریں، اسلامی رواداری کا عالم بردار بنیں، غفلت شعار نہ بنیں،
عزت نفس، عدل و مساوات، انسانی ہمدردی، آزادی ضمیر سے بہرہ ور
ہوں کائنات انسانی کنوڑ خلالت کی تنگی سے نکال کر اسلامی وسیع
شاہ راہ پر لا کر کھڑا کر دیں۔ نیز اس ادارے سے ایسی مایہ ناز محنتیاں
بیدا ہوں جس کی کمی ہر زمانے میں باشعور و احساس لوگوں کو رہی ہو۔
مزید برآں مولانا محمد علی تھکے جیہ

بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء کی ابد جماعت دنیا کے
حالات و واقعات سے واقف اور باخبر ہوں ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اصول
کیا ہے، مسلمانوں کی دنیوی حالت کیا ہے ملک میں ملّا، کاجو اثر ختم ہوتا
جا رہا ہے اس بڑی وجہ یہ خیال ہے جو عام طور پر پھیلتا جا رہا ہے کہ علماء، مجرّم
میں متکف ہیں، انکو دنیا کی حالت کی بالکل خبر نہیں ہے اس لئے دنیاوی
معاملے میں انکی ہدایت اور انکار شاد ناقابل التفات ہے، نہایت ضروری
ہے کہ ایک ایسی جماعت جی موجود ہوں، جو واقفیت و اطلاع و انتظام و
تدبیر مصلحت اندیشی میں عمر بن ماص، خالد بن ولید، حضرت ابو بکر صدیق کے نقش قدم

پر ہوں ۴۳

۱۔ سیرت محمد علی ص ۹۱

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۹۱ تا ۹۴

۳۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۴۱

مولانا شبلی نعمانی کا انداز فکر :- علامہ شبلی نعمانی جنہوں نے بحشم خود جس تعلیمی پسماندگی، زوال و انحطاط

کا مشاہدہ کیا تھا وہ ندوۃ العلماء کا نقشہ اس انداز سے کھینچتے ہیں
 اے تمام ہندوستان میں کوئی بھی ایسا خالص دینی و مذہبی مدرسہ
 نہیں تھا جو جامعیت و وسعت و عظمت کے لحاظ سے مدرسہ اعظم کھلنے
 کے مستحق ہوں جس میں تمام دینیہ یعنی تفسیر و حدیث، فقہ و اصول فقہ کی
 تعلیم ایسے کمال درجے تک دی جاتی ہو کہ تحقیق کا مرتبہ حاصل ہو سکے
 جس میں اسلامی علوم کی نادر کتابیں فراہم کی گئیں ہوں جس میں طالب علم کو
 تصنیف و تالیف کی تعلیم دی جاتی ہو جس میں ایسے لوگ تیار کئے جاتے ہوں
 جو مخالفین کے اعتراضات کا جواب آج کے مذاق کے موافق دے سکیں
 جس میں حکومت کی موجودہ زبان بقدر ضرورت پڑھائی جاتی ہو جس کی
 عمارت وسیع پر فضا اور عظیم الشان ہو اس غرض کو پورا کرنے کے
 لئے لکھنؤ میں ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا : اے

بانیان ندوۃ العلماء کی بصیرت اور ان کا مطلع نظر بے اراکین ندوۃ العلماء
 کی بصیرت آمیز نظریں ان تمام حدیثات پر تئیں جو تربیت و معاشرت کی پائے

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۷

۲۔ کتاب شبلی ص ۷

۳۔ اسلامی نظام تعلیم ریاست علی ندوی ص ۲

۴۔ سیرت محمد علی قنبری

تکمیل کے لئے کافی دشافی ہوں

چنانچہ مولانا محمد علی مونگیری اس ضمن میں اپنے خیالات و جذبات کا اظہار فرما رہے ہیں۔

میں ہر طالب علم کے لئے جداگانہ کمرہ ہوگا۔ بحر خاص حالات کے دو طالب علم ایک کمرے میں نہ رہیں گے۔ طالب علموں کو تاکبہ ہو چکی کہ وہ اپنے مجرور کو صاف اور پاکیزہ رکھیں، صبح سے شام تک جو اشغال ہیں مثلاً سوکر اٹھنا، نماز پڑھنا، مطالعہ کرنا، مدرسہ جانا، کھانا کھانا، ورزش کرنا سب کے لئے اوقات متعین ہونگے، اور تمام طالب علموں کو انہیں اوقات میں سب کام کرنے ہونگے۔

حکمائے ملت کی دیرینہ خواہش :-

ان حکمائے ملت کے قلب دھڑکے اندر یہ دیرینہ خواہش موجزن تھی کہ ہمارے طلباء باشرع ہوں، ان تمام طلباء کا ایک یونیفارم ہو، انکا خاص اسلامی لباس ہو یہ اساس حقیقت سے کہ ان حکمائے ملت کا مجوزہ لا کھ عمل، نقطہ نظر، فکر و خیال، درس و تدریس پر مبنی ہے

ابنکایہ خاص ارادہ تھا کہ ہمارے طلباء علمی و اخلاقی مصلکین کو موضوع سخن بنا کر باہم مناقشہ کریں یہ تزکیہ نفس میں مثالی ہوں اور دور جدید کی تعلیم پر زور دیا جائے

اے چنانچہ اس پس منظر میں مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ ان تمام تجاویز کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ لڑکے ایسے مہذب اور پابند شریعت ہوں کہ دوسروں پر اپنا اثر ڈال سکیں ، طالب علموں میں دلیری ، بلند ہمتی ، عالی ظرفی ، فراغ دلی پیدا ہو یہ ساری باتیں بغیر اس قسم کے دارالعلوم کے جس میں یہ ساری چیزیں حاصل نہیں ہو سکتی علوم دینیہ خصوصاً علم کلام میں جس کی اسوقت نہایت ضرورت ہے ، نہایت اعلیٰ درجے کا کمال پیدا کیا جائے تاکہ الحاد و دہریت کا قلع قمع ہو سکے ۔

۷۔ مولانا اس بلند خیالی ، وسیع النظری اور جامع نظریہ تعلیم کی اس نظر و فکر پر قربان جانتے کہ انھوں نے طلباء کی تعلیم و تربیت ، علمی ذوق ، شوق ، زجر ، تنبیہ ، غیر مستطیع طالب علم کے عوارضات کو سننے طلباء سے نرم رویہ برتنے اور انکی ضروریات زندگی کو مد نظر رکھنے کی کوشش کی ہے ، اور انکی صنفی نزاکت اور جذبات کے پاس دلفاط

کی تلقین کی ہے وہ انکی تاز براداری کے ضدِ تکبر ہے
مولانا کو اس بات کی بے حد فکر تھی کہ آج جدید تعلیم کا دور ہے
لوگوں کی امید سحر اسی سے وابستہ ہے آج اس نئے عقل و فکر کے پیداوار
عربی نصابِ تعلیم و تربیت کو نہ صرف بیکار جاننے ہیں بلکہ اس کو
ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں ایسے متزلزل حالات ہیں جو
لوگ مدتِ حیاتِ مادیت پر مبنی خواہشات اور نفسیاتی امنگوں کو
بھینٹ جڑھا کر وہ عربی زبان و ادب، تہذیب و ثقافت اور اسلامی
کلچر کی طرف عرقِ ریزی کے ساتھ شوجہ ہوں تو وہ کس قدر دلجو
دادِ تحسین کے مستحق ہیں اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے ان کے ساتھ حدیث
زائد سختیِ دل برداشتہ کدے گی اور یہ کامنات کی اس لازوال نعمت
سے محرومی کی بامٹ بنے گی اور ان کے ساتھ مصلحت آمیز حکمتِ عملی
رحمانہ صنِ سلوک، علائقانہ طور و طریقہ پر مہربان کے طرح شفقت و
محبت کا سہارا لینا چاہیے ان پر ایسا دباؤ نہ ڈالا جائے کہ ان کی صفتِ نزا
ساری دماغی توانائی دسیقلی جاتی ہے اس سے امت کا بڑا نقصان ہوگا
نیز مولانا کی دیرینہ خواہش یہ تھی کہ طلباء کو اچھے امور کی تعلیم دی جائے
جن کی اس نئے زمانے میں اشد ضرورت ہے

اردو عبارت طرز نگارش، صحافت پر روز دیا جائے :
 انجمن ترم خطابت کا باضابطہ آغاز ہوا۔ اساتذہ کرام اس کے
 موید و محرک رہیں طلباء کے اندر غضب کی خطاب صلاصیت پیدا کی جائے اور
 ان کو شعبہ فرائض کی بھی تعلیم دی جائے

فکر و نظر کی بالیدگی اور مسلمان :

۱۔ یہ بات مسلم ہے کہ فکر و نظر کی بالیدگی نظام تعلیم و تربیت، تہذیب و ثقافت
 اور اخلاقی اقدار ہر قوم و ملت کا آئینہ دار ہے مگر مسلمانوں نے نہ کبھی اس کی
 طرف نگاہ اٹھائی اور نہ ہی اس کی پرواہ کی یہ نہایت افسوس کا مقام ہے
 پانچ سو سال تک تعلیمی سرگرمی معطل رہی اس دوران عالم اسلام کی حالت
 سخت جاگتی کے عالم میں رہی۔ نظام درس و تعلیم و تربیت کے میدان میں
 عالم اسلامی کی ذہنی توانائی، فکری نشوونما، علمی ارتقاء کی ساری صلاحیت
 تقریباً مفقود تھی

۲۔ انکی اندرونی دینی تعلیمی حالت اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ دماغی
 قوت بھی جواب دے چکی تھی۔ علمی و فکری و تحقیقی میدان میں مسلمانوں کو

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء، ص ۸۷، ۸۸

۲۔ تذکرہ مولانا محمد علی منکری از مولانا سید محمد الحسنی

مددِ ہم پہنچانے سے قاصر تھیں وہ ساری صلاحتیں جو کسی اہم کارنامہ انجام دینے کے لئے صرت کی جانی باہمی رسد کشی، تفسیق و تکفیر، بے کار، بحث و مناظرہ اور فلسفیانہ نوشتگانیوں کی نظر ہونے لگی عجیب و غریب افزائشی طوائف الملوک کی کیفیت برصنی گئی ہر ایک ہاتھ میں بے چینی کا بستر نظر آنے لگا تھا اس سے وقت کے حالات کی سنگینی کا اندازہ اس وقت ہر خاص و عام نہیں کر سکتا ہے البتہ اس دور کی چشم دیدہ صورت حال اب مولانا شبلی نعمانی کی زبانی سنئے۔

۳۷ ہندوستان میں کوئی ایسا خالص دینی مذہبی مدرسہ نہیں تھا جو جامعیت، وسعت و عظمت کے لحاظ سے مدرسہ اعظم کھلنے کا مستحق ہو

یعنی اس میں علوم دینیہ تفسیر و حدیث، فقہ و اصول فقہ کی تعلیم ایسے کمال درجے کی دی جاتی ہو کہ تحقیقی مرتبہ حاصل ہو، جس میں اسلامی علوم کی قدیم اور نادر کتابیں فراہم کی گئی ہوں جس میں طالب علموں کو تصنیف و تالیف کی تعلیم دی جاتی ہو جس میں ایسے لوگ تیار کئے جاتے ہوں جو مخالفین کے اعتراضات کا جواب آج کے مذاہن کے مطابق دے سکیں جس میں حکومت کی موجودہ زبان بقدر ضرورت بڑھائی جاتی ہو

۱۔ سیرت مولانا محمد علی منیر ص ۱۵۰، ۸۲۰

۲۔ تاریخ دارالعلوم ص ۱۴

۳۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۵

مسلمانوں کی سفینہ حیات خود کشی کی راہ پر

۱۔ ایسے پرخطر حالات ہیں جبکہ ہر طرف جہالت و ضلالت کی فلفلیانی عام در عام ہوتی جا رہی ہے اور مسلمانوں کی سفینہ حیات سنت طوفانی لہروں اور تھپیڑوں سے دو چار ہچکولے کھا کر موجوں سے ٹکرا رہی ہے۔ اسوقت ایک باشعور قائد ملت اس سفینہ حیات کو بچانے کے لئے مشترکہ جدوجہد، اس مجہدار میں حبشیا پار لگانے کے لئے فرد تمام ربط ملت کی اشد ضرورت ہو اور صرف اسی سے اس نہنیا کو پار لگایا جا سکتا ہو پھر ایسے وقت میں اس طبعاتی کشمکش، باہمی جنگ و جدل، اختلاف و اختراں کی شدت کی صورت حال کی پیش خیمہ بن سکتی ہے اس کا اندازہ کرنا آسان نہیں

۲۔ یہاں یہ صورت حال ان کے ساتھ پیش آئی، اس طبعاتی عصبیت اور باہمی کشمکش نے امت اسلامیہ کے مری مری جسم کو داغدار بنا دیا ہے، بادقار نامور ہستیوں پر فتوے کی بارش مغلہ و غیر مغلہ کی آپسی جھڑپ ان میں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے

ان کی ساری توانائی امین بالجہر، رفع یدین، اور خرات خلف الامام کے اثبات کی تردید میں صرف ہوتی جا رہی ہے

۱۔ ملت کا تعلیمی مسائل، ایم (غفل حسین

۲۔ حقا صد ندوۃ العلماء

۳۔ ما رسخ ندوۃ العلماء ص ۹۱

۴۔ تذکرہ مولانا محمد علی شکاری

۱۷ منافرو و مجادلہ سب دسٹم، طنز و تریف، اجبار و اسناد، باہمی عداوت و منافرت، بغض و حسد، اس وقت زوروں پر تھا، فقہی جزئیات، افلاقی مسائل نظریاتی افکار

۱۸ سقوط بغداد کے بعد اس وقت صرف ناناریوں کی دشمنانک یلغار کا معاملہ نہیں تھا بلکہ شیعہ، سنی، حنبلی، شعیانی؟ مسالک کے اختلاف مسلمانان عالم کے بربادی کی ایک خاص کڑھی تھی

۱۹ منافرین میں اسقدر لادنم، رد و کد شہبستم کا سلسلہ شروع ہوا تھا کہ اسکا سد باب مشکل تھا، ساجد بھی انکے شر سے محفوظ نہ تھیں آخر رفتہ رفتہ معاملہ سرد جنگ دشنام طرازی سے آگے بڑھ کر مقدمہ بازی تک جا پہنچا

۲۰ اس سے بھی بدترین مقابلہ یہ پیش آیا کہ علیگڑھ میں مولانا لطف اللہ کو زہر دے دیا گیا مگر یہ کسی صورت بچ گئے

۲۱ بالآخر اس بدترین مائمی صورت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے ملت اسلامیہ کو صدیوں پیچھے ڈھکیل دیا

۲۲ اور دشمنان دین کو فتنہ زنی کا اس سے موقع مل گیا

۱۔ تذکرہ مولانا محمد علی منبری
۲۔ مفاد ندوۃ العلماء

۲۔ سیرت محمد علی منبری، ص ۸۶ - ۸۷

۳۔ مجمع ندوۃ العلماء

۴۔ کمال الدین رحمانی ص ۲۶ حوالہ ۱۰۵ مجموعہ زمین

۵۔ سیرت محمد علی منبری ۱۱۱-۱۱۲

باب پنجم

تحریک ندوۃ کاتھیا

باب پنجم

تحریک ندوۃ العلماء کا قیام

لے امت اسلامیہ کی اس سماجی اور سیاسی، تعلیمی و اخلاقی بحران کو دیکھ کر اس امت کے معذور دانشوروں نے تحریک ندوۃ العلماء کی قائم کرنے کا فیصلہ کیا، اس کا بنیادی مقصد، رفع نزاع، باہمی اصلاح نصاب، باشعور روشن خیال نبض شناس علماء دین کی تیاری اور ایسے عاملین، شریعت جس کی کمی ہر دور میں محسوس کی جاتی رہی ہو، تھی۔

چنانچہ مولانا شبلی نعمانی نے اس بنیادی لائحہ عمل کی ترجمانی اپنے صبر و فہم و بصورت الفاظ میں اس طرح کی ہے،^{۹۲} علماء میں ایثار نفس پیدا کرنا، سدائے حال کے مطابق علماء کے گروہ میں مغربین، اربابِ علم کا پیدا کرنا اور ایسے علماء پیدا کرنا جو غیر مالک میں اسلام کی اشاعت کر سکیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جدت پسند، روشن خیال، زمانے سے باخبر صحیح فکر اور باصلاحیت عالم کی تیاری کی اس زمانے میں جس قدر اہمیت

۱- رواد ندوۃ العلماء

۲- تاریخ ندوۃ العلماء، ص ۹۰

ہے اس سے کبھی بھی انحراف نہیں کیا جاسکتا ہے ،
 یہاں اسی تعلیمی سماجی و اخلاقی بحران کو مد نظر رکھتے
 ہوئے مولانا سید سلیمان ندوی قیام خربک ندوۃ العلماء کی منظر کشی
 کر رہے ہیں ذرا ملاحظہ کیجئے ”

۱۔ انقلاب و حوادث کے جو طوفان اٹھ رہے
 تھے اس میں خاص مسلمانوں کے دل مضطرب تھے ، مکاتب و مدارس کا
 پرانا سلسلہ ٹوٹ رہا تھا انگریزی اسکول و کالج کی طرف مسلمانوں کے
 لڑکے کھینچ رہے تھے سلطنت کے اثر عیسائیت کا ہر چا تھا ، مشنریوں
 کے جال پھیلے ہوئے تھے ان کے بت خانے ہر جگہ قائم ہوتے جا رہے تھے
 مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ہر جگہ متافروں کا بازار گرم تھا
 دونوں طرف سے رسائل لکھے جاتے تھے بورچے نئے خیالات سبلا ب
 کی طرح امدتے چلے آ رہے تھے ، مدرسوں میں پرانا فرسودہ طریقہ جاری
 تھا جو نئے زمانے کے انقلاب آئے بیکار ، نئے زمانے کی قوم کے لئے نئے
 رہبر درمنا پیدا کرنے سے غاصر ہو رہا تھا اس نازک صورت حال میں خدا کا
 دربانے رحمت جوش میں آیا جس اتفاق سے مدرسہ نبیض مام کلمے سالانہ
 جلسے کے موقع پر تمام علماء ہند کو شرکت کی دعوت دی گئی اس مجلس کا نام ندوۃ العلماء قرار پایا^۳

۱۔ ملت اسلامیہ کی تشکیل نو ، اسماعیل راجی ص ۱۳

۲۔ ملت کے تعلیمی مسائل ، ڈاکٹر سید انور حسین ص ۲۰

۳۔ تاریخ ندوۃ العلماء ، ص ۹۲ - ۹۳ - ۹۴

بانیاں کرام :

۱۔ اس مبارک موقع پر جو باکمال اور مبارک حسنیناں موجود ہیں ان مقدس شخصیات پر آج بھی روشنی ڈالی جا سکتی ہے :

۲۔ چنانچہ اس موقع پر استاذ الاسانذہ حضرت مولانا لطف اللہ علیگزٹو، مولانا حافظ شاہ محمد حسین صاحب آبادی، مولانا اشرف علی نعمانیوی، مولانا محمد ذلیل احمد صاحب مدرس دوم دارالعلوم دیوبند، مولانا ثناء اللہ صاحب انیسری، مولانا نور محمد صاحب پنجابی صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ فتحپوری دہلی، مولانا احمد حسن صاحب کامنپوری، مولانا سید محمد علی مونگیری، شیخ الہند محمود الحسن صاحب مدرس اول دارالعلوم دیوبند، مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب بھولپوری، مولانا حکیم سید ظہور الدسلام صاحب فتحپوری، مولانا عبدالغنی خاں متواسلڈن آبادی، مولانا حکیم فخر الحسن صاحب گنگوہی، مولانا سید شاہ نحل حسین صاحب وغیرہ وہ اس مبارک محفل میں موجود تھے۔
مولانا لطف اللہ علیگزٹو کے شاگرد رشید اور پرورش شدہ مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کے مرید و خلیفہ عزت مآب جناب مولانا محمد علی مونگیری اس نئی مجلس کے ناظم مقرر کئے گئے چنانچہ رواد ندوۃ العلما ۱۳۱۱ھ عبارت

۱۔ رواد ندوۃ العلما ۱۳۱۱ھ باب ۱ ص ۱۰۱

۲۔ سیرت محمدی ص ۱۰۱

۳۔ تاریخ ندوۃ العلما

۴۔ رواد ندوۃ العلما

سال اول حصہ اول میں محمد علی اس ابتدائی اور بنیادی جلسے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

۱۷۳۱ء میں جب بہت سے نامور علماء اور مدرسہ فیض عام کانپور کے جلسہ و دستار بندی میں رونق افزوز ہوئے اس وقت بعض دوراندیش علماء نے تحریک کی ایک انجمن علماء کی قائم کی تاکہ جو فراموش مسلمانوں میں خصوصاً انکی تعلیم میں واقع ہو گئی ہے ان پر غور کرے اور اس وقت آئندہ کاروائی کرنے کی غرض سے عہدے دار منتخب ہوئے

۱۷۳۲ء ندوہ کا تخیل سب سے پہلے کسکے ذہن میں پیدا ہوا تھا اسکے مشعلن سب سے مستند قول حبیب الرحمن کا ہے وہ مولانا سید محمد علی کے جہانزادہ مولانا لطف اللہ روم کو ایک قسط میں صاف لکھتے ہیں

۱۷۳۳ء ندوۃ العلماء کا بنیام اولہ تصور موصوت ہی کے ذہن میں پیدا ہوا تھا جس پر سارے ملک نے لبیک کہا آج اسکے آثار ملک و ملت کے سامنے

ہیں تحریک ندوۃ العلمی اور مولانا محمد علی مونگیری

مولانا محمد علی مونگیری نے جس وقت ہوش سننالا وہ انیسویں صدی کے نصف آخر کا زمانہ تھا یہ وہ زمانہ ہے جس میں تادم مشرق و مغرب کی باہمی

۱۔ سیرت محمد علی مونگیری

۲۔ مقامہ مطہر سوانح از مولانا سید اللہ رحمانی

۳۔ تاریخ ندوۃ العلماء ۱۷۳۲ء تا ۱۷۳۹ء

کشملش نقطہ عروج پر پہنچ چکی تھی اس مفلی و فکری کشملش کے نتیجے میں بہت سی نادور شخصیت وجود میں آئیں، متعدد تعلیمی و اصلاحی سرگمیں اٹھیں، انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کی قابل قدر خدمات انجام دیں، جو رشتی دنیا تک کے لئے نامابل فراموش ہے۔

مولانا کے عہد پر نظر ڈالنے سے یہ بات روز روشن کی طرح مابل ہو جاتی ہے کہ اس وقت تمام عربی مدارس اپنے تمام خصوصیات و امتیازات کے ساتھ آراستہ، کتاب و سنت پر استقامت اور اسلاف کے طریقہ فکر اور طریقہ تعلیم مصرعے انکے ارد گرد نو مولود مغربی تہذیب اور ہندوستانی سماج کے تصادم سے پیدا ہونے والے نئے مسائل کی دعوم پچی تھی اس وقت الم برداران اسلام ارباب حل و عقد اس مغربی لعنت پر حملہ اور پیش قدمی کے بجائے، قلعہ بند، اپنی حفاظت کو دیں و ایمان کے حق میں زیادہ مقید سمجھنے لگے۔

اس طرز فکر کا اظہار و تبدیلیاں نصاب تعلیم کی صورت میں برابر ہونی رہیں لیکن اس عہد انقلابی کو جو کائنات انسانی کا سب سے زیادہ تیز رفتار، تغیر پذیر اور تاریخی دور ہے، اس میں نصاب تعلیم کی صورت میں امت اسلامیہ کو بہت کم تغیر نصیب ہوا، مولانا قاسم نانوتوی

نے دارالعلوم دیوبند کے لئے جو نصاب تعلیم تجویز کیا میبذی کے سوا
فلسفہ کی تمام کتابیں خارج کر دی گئی حاجی ایدہ اللہ صاحب منطق و فلسفہ
یونان کے علوم کے مخالف تھے اس کو قلب ظلمت کا باعث قرار دیا
خود مولانا محمد علی کو ایک فط میں لکھتے ہیں " ۱۷

ان کو (مولانا احمد حسن کاناپوری) مشغولی اور توغل معقولات
کی طرف بہت ہے، مناسب یہ تھا کہ الہیات کو معقولات پر غالب رکھنے
معقولات کی شاخ فلسفہ و نیچریت ہے جس طرح کہ علوم دین کی مزادلت
سے انبیاء اولیاء کے مطلوب کے انوار جو اس میں ہیں قلب پر اثر کرتے
ہیں اسی طرح جو علوم کے دینیوں کے ہیں اس کی ظلمت اس میں ہے
وہ مزادلت سے قلب میں مرایت کرتی ہے بلکہ لیکن ہندوستان کے مام
قصماء کے اثر سے، نیز دیگر اساتذہ کی دلی خواہش اور دبا سے مولانا
نانوتوی کی وفات کے بعد تدریجی طور منطق و فلسفہ کی ساری کتابیں داخل
نصاب کر دی گئیں اور انکے حسین خوابوں کا محل تعبیر نہ ہو سکا لیکن ان سب
باتوں کے باوجود دیوبند کے فضلہ کرام نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ پر
پھیل کر دین خالص کی حفاظت کی ہے دین اسلام کو بدعت، نادیل، تحریف
سے جس طرح محفوظ رکھا ہے اس سے انکار نہیں ممکن ہے اس سے اسلامی

زندگی کے تمام دبغ کو بڑی مدد ملی، آج صحیح اسلامی عقائد، دینی علوم اہل دین و فقت، صحیح روحانیت کی ایک لہر اس ملک میں نظر آتی ہے بلاشبہ اس میں اسکا بنیادی حصہ ہے، آج اگرچہ زمانے کی تعبیر پذیری نئے نئے خطرات و مسائل میں روز افزوں ترقی، کفر و الحاد کا دور دورہ قومیت، مغربیت اور اشتراکیت کی ہردلعزیز اور مقبولیت کی بنا پر مادیت کی طوفانی لہر مسلمانوں کے سروں سے گزر کر ان اسلامی غلوں کی دیواروں سے بھی ٹکرانے لگی

دوسری طرف سرسید احمد خاں کی قلبی خواہش تھی کہ مغربی جدید تعلیم کو اپنا کر اس اقبال مند و فاتح قوم کی ساری خصوصیات و صفات پیدا کرو خواہ اسکا تعلق معاشرت سے ہو یا میدان سیاست نظام تعلیم و تربیت، قومی اخلاقی اقدار سے ہو یا انفرادی زندگی سے ہو اس کا مطلب یہ تھا کہ متبدلہم حجاز کو عمل مغرب سے ایمان و یقین کتاب و سنت سے، لیکن سرسید احمد خاں کو یہ انداز نہ رہا کہ اس جدید تعلیم پالیسی کے ساتھ خالص اسلامی، و دینی عقیدہ ایک عرصہ تک اپنی صحیح حالت پر قائم نہیں رہ سکتا ہے یہ الگ بات ہے کہ سرسید احمد خاں نے مغرب کو بہت قریب سے دیکھا تھا، مغربی فلسفہ حیات بران کی گہری نظر تھی، وہ یورپ کی

کمزور ہوں اور اسکے تاریک ترین حصوں سے بخوبی واقف تھے اسلئے زیادہ وسعت نظر کے ساتھ اسلام کی دکالت کی اور مغربی مصنفین پر جوابی الزامات لگائے انھوں نے اسلام کی برتری کا اچھا ناثر دیا لیکن مغربی فلسفہ، مغربی علمی اقباع اور مغربی تمدن سے لوگوں کے ذہن و دماغ پر جو نقوش لگے تھے انکو زائل کرنے کی کوشش تھیں کہ اس عظیم اصلاحی اور نبیلی تحریک کے (الم بردار) مولانا ناتوقی فور بھی شہ کے مرکز میں شریک تھے۔ مسلمانوں کی شکست و ناکامی و پسماندگی کی داغ اپنے سینے پر کھائے ہوئے تھے ان سے انگریزوں کی شان و شوکت دیکھی نہیں جاتی تھی، ہر وقت تلافی مافات اور روشن مستقبل کے تلاش میں کوشاں تھے

اس تحریک اور اسکے قائدین نے ہندوستان میں مسلمانوں میں دین کی محبت شریعت کا احترام مغربی تہذیب کے مقابلے میں صلاحت و استقامت پیدا کر دی، دوسری طرف سرسید احمد خاں (موم) مغربی تہذیب، مادی بنیادوں کی تقلید اور جدید علوم کو نفاٹھ کے ساتھ بغیر کسی تنقید و نرمیم کے اختیار کر لینے کی داعی تھے لے بہ عجیب انفاق صیگر غدر کے طونان نے ہندوستان کے سماجی

اور سیاسی زندگی کی بنیادوں کو ہلا دیا تھا ایسے وقت در تحریکیں وجود میں آئیں جس کا سرچشمہ حیات ایک ہی تھا اس جدید تعلیمی تحریک نے جس کی بنیاد سرسید خاں نے کی ایک صدی تک بڑے خلوص و قابلیت کے ساتھ خلیل قدر نتائج پیدا کئے

اس نے ہندوستان کی اسلامی سوسائٹی میں تعلیمی و اقتصادی خد کو پر کیا۔ جو انگریزی امتداد کے بعد پیدا ہو گیا تھا، کافی حد تک مسلمانوں کی مابوسی کم کی بڑے لائق و خائف نوجوان، صاحب فکر سمائی، اعلیٰ تعلیم اور رہنما پیدا کئے جس سے تحریک بغاوت، تحریک آزادی ہند کی بنیاد کی بنیادیں اور سرسید احمد خاں نے اپنی قومی زندگی کا آغاز کیا، اس خواب کو پورا کرنے کے لئے قوم نے بھرپور انکاسا نوب دیا، قوم کے بہترین دماغوں لائق و خائف فرزندوں، مولانا نواب محسن الملک، مولانا شبلی نعمانی، ڈپٹی نذیر احمد مولانا ذکار اللہ سب نے سرسید احمد خاں رحمہ کی صدا پر لبیک کہا ہے اس تعلیمی و اصلاحی تحریک نے اقتصادی، سیاسی، ملی و معاشرتی میدان میں بڑی خالص قدر خدمات تو انجام ضروری تاہم اسلام کے لئے کوئی انقلابی دعوت نہ بن سکی، اصلاح نواں معنوں نے جدید نظم تعلیم کو ہندوستانی مسلم معاشرہ کے حالات و تقاضوں پر ڈھالنے اور اسلامی

۱۔ اسلامیت اور مذہبیت کی تشکیک ۱۳، ۱۴

۲۔ صبح کوثر ۲۹

۳۔ ۴۹۔ مسلمانوں کا روشن مستقبل ۱۹۲

شکل دینے پر غور نہیں کیا البتہ مڑی تمدن اور اسکی روح کو قبول کرنے پر اصرار کیا، مولانا جلیلی اس جدید تسلیی پالیسی کے بڑے حامی تھے لیکن آخری عمر میں کالجوں کے طلباء کو دیکھ کر انہیں مایوسی ہو گئی۔

مسیحی ازمیں محمد علی منگری نے بہ سیاسی زوال اور فکری اضمحلال کی صدمہ ہے، ہر جہہ اسلامی تہذیب اور اسلامی علوم کو موت و زبست کی کشمکش سے سابقہ پڑا ہے، نئے نظام تسلیم جو صرف خالص مادی بنیادوں پر قائم تھا، عالم اسلام کی حالت ماتم کدہ بنا ہوا تھا، فرزندان قومید کی دبانت و فراست کے سوٹے فشک ہو گئے تھے، عقل و فکر کا میدان مقفل اور ان کی زندگی خزاں رسیدہ بے برگ و ثمر درخت کی طرح بے جان نظر آ رہا تھا۔

مگر قدرت کی درپائے رحمت جوش میں آئی اور ایسی مایہ ناز ہمنیاں پیدا ہوئیں جس نے اعباء اسلام کی جوت لگادی اور اپنی خداداد صلہ صیت اور علمی و فننی استنداد سے کمالات کے ذریعہ ایسے نووارد اور شاہکار وجود میں لائے کہ رصنی دنیا تک کے لئے ایک بہترین نمونہ اور آئندہ بن گئے انھوں نے نہ صرف اس دور انحطاط اور ناسازگار حالات میں فرزندان قومید کے فوابیدہ صلہ صیتوں اور محقق عزم و حوصلہ کو بیدار کیا، بلکہ امت اسلامیہ کے

نیم جان جسم میں زندگی کی روح دی، سنگ خار کو چغمان میں بدل دیا
 چونکہ انگریزی تسلط کا دور تاپنچ انسانی کافونچکاں باب نقا مگر
 ہندوستان کا صدایہ افتخار ہے کہ یہ کہیں ایسی بے مثل عظیم و منفرد ہستیوں
 سے خالی نہیں رہا، ایسی سخت اضطراب، تخیل برستگی کے دور میں مولانا
 موصوف نے آنکھیں کھولیں، جن کا نام نامی اسم گرامی مولانا سید محمد علی
 سونگبری ہے، انکی ذات جامعیت کا حسین و نادر رقع ہے یہ للہ بیت،
 اور ربانیت میں فتافی اللہ اور اتباع سنت کے شیدائی، امت کی فکر
 سے چور بصیرت و فراست ایمانی سے معمور نئے انھوں نے جس طرح جام ہندوان
 اور سیہ آئین کو ایک کیا ہے اور محدود ماحول میں رکھر وسیع دنیا دیکھی
 اور زمانے کے تفاضلوں کو محسوس کیا اور بے سرد سامانی کے عالم میں
 ایک عالمی اور انقلاب آفرین تحریک کی بنیاد رکھی یہ ان کی فطرت کی اجمندگی
 اور جوہر کی تابانی کی دلیل ہے انہوں صدی کے آفریں انھوں نے ندوۃ العلماء
 کا جو موجودہ اجمالی خاکہ پیش کیا ہے، نصاب قدیم و علوم اکبر اور کتب معقولات
 کی بے جا کثرت سے قطع نظر کر کے عربی زبان و ادب، تہذیب و ثقافت
 اور علوم اسلامیہ میں فضوصی بہارت پر زور دیا ہے :-

ناظم اول مولانا محمد علی مونگیری کا ذکر جمیل

اب قبل اس کے کہ اس راہ حق کے فریاد، یکتائے روزگار عالم کے سوانح حیات پر روشنی ڈالی جائے مولانا محمد علی صاحب کما وہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے محمد علی مونگیری کے بارے میں تحریر فرمائی ہے وہ انکی مافوق الفطرت خصوصیت و طاقت کا آئینہ دار ہے۔

اس دور کی یگانہ روزگار شخصیتوں میں ایک مولانا سید محمد علی مونگیری کی ذات بھی ہے جو جامعیت و توازن کا ایسا مرقع ہے جسکی مثال اس دور میں مشکل سے ملے گی، للہیت و ربانیت، عشق و خدا سستی کمال اتباع سنت و فتاویٰ فی الرسول اسلام کے لئے دلسوزی اور امت کی فکر، مملو ہمتی، بلند نظری، نازکی فکر و جرات و اندیشہ، نور بصیرت و فراست ایمانی، حقیقت پسندی، عملیت زمانے کے نبی شناس اور آنے والے فطرات سے آگاہی، وسعت قلب و نظر، اجتماعی کام کی صلاحیت مختلف الذوق و رفتار کے ساتھ، اسزراک عمل اور تعاون کے لئے ہمہ وقت آمادگی یہ مختلف اور ظاہر متضاد کمالات ان کی ذات میں اس طرح جمع اور پہلو بہ پہلو صوفیوں میں کہ دیکھنے والے کے لئے اور انکی سوانح

۱ - مقدمہ - ابو الحسن علی ندوی ۲ - کمالات محمدیہ

مولانا سید محمد علی ندوی
بانی مدحہ العلماء سید محمد الحسنی نے لکھی

کا مطالعہ کرنے والے نگاہ کی ہمہ گیری کے لئے یہ ایک مستقل اسٹان بن جاتا ہے^۱ گلیچین بہار توارامان گدہ وارد

۲۔ انہوں نے جس طرح جام سندان شیشہ و امین کو جمع کیا ہے انہوں نے جس طرح محدود ماحول میں رکھ کر باہر کی وسیع دنیا دیکھی جن مبہم اور ناتمام اشاروں پر مستقبل کے فطرت کی واضح نشاندہی کی اور بلیغ پیشنگوی کی جس فائدہ و زاہد ماحول میں رکھ کر جس کے در و دیوار سے گوش مند و چشم بند و لب بند کی صدا آرہی ہے۔ زمانے کے جدید تقاضوں کو محسوس کیا انکے لئے بے چین ہوئے۔ جس قلیل اثاثہ پر ایک ایسی عالمگیر اور انقلاب انگیز دینی تعلیم کی سنگ بنیاد رکھی جس کے آگے ضرورت کی کے مصلحین بھی اس سے آگے نہ جاسکے وہ ایک میراث انگیز و اندہ ہے

وہ صرف اسکی فطرت کی ارجحندی اور انکے جوہر کے تابانی روشن دلیل ہے^۳ اور اس بات کا ثبوت ہے کہ انکا ضمیر و فہم اس ماحول میں اور تربیت کا نتیجہ ہے جو انکو نسبی و روحانی طریقے سے حاصل تھیں:

مولانا محمد علی مونگیری کی عبقری شخصیت :- اس نے سو ہیں،
صدی کے آخر میں

انہوں نے ندوۃ العلماء کا جو وسیع تخیل پیش کیا ہے جس مقاصد و مسائل کی

تنقیح کی ہے جس طرح علوم آلہ اور کتب محفوظات کی بیجا کثرت
 قرات ہر جرات مندانہ تنقید کی ہے۔ جس طرح عربیت میں کمال اور علوم
 اسلامیہ میں بہارت خصوصاً پر زور دیا ہے اے جس طرح فقہ کی ندوین
 اور جدید مسائل ضروریات پر نئے سرے سے غور کرنے کی ضرورت بیان
 کی ہے جس طرح فتنہ وارنداد، تکفیر و نزاع باہمی کے اس پر آشوب دور
 میں اتحاد، مناظرہ و مبالغہ و انتہا پسندی کے اس پر جوش ماحول میں
 مسلک امدال کی دعوت دی ہے جس طرح انھوں نے مخالفین کے اعتراضات
 کا جواب دینے کے لئے فلسفہ جدید کے مطالعہ اور علوم جدید کی تحصیل
 پر زور دیا ہے۔ جس طرح انھوں نے ایک ایسے ماحول میں ہر جدید
 چیزیں بے دینی اور نیچیریت کا نشان سمجھی جانی تھیں مقبہ علوم اور
 انگریزی زبان اور تحریر و تفسیر کے مشق کی برملہ ترغیب دی ہے
 جس طرح انھوں نے بیگانگی و بدگمانی کے اس دور میں مدرسہ دینیہ کے
 دفاع کی دعوت دی ہے جس طرح انھوں نے مدارس اور ایجنسیوں کے
 سالانہ جلسوں میں ملت اسلامیہ کے فکر و زندگی کے لئے، جدید تعلیم با فتنہ
 اصحاب کو دعوت دی اور انکو علماء اور مشائخ کے پہلو میں بٹھایا
 اور انکی طرف تعاون اور اعناد کا ہاتھ بڑھایا جس طرح انھوں نے

۱۔ سیرت محمدی منبری ص ۱۷۰، مقدمہ

۲۔ تاریخ مدۃ العلماء

۳۔ صفاتہ و صفاتہ سوانح ص ۲۶

۴۔ مولانا محمد علی منبری ص ۲۰، ۲۲، ۲۴

حریف اور رقیب علماء اور جماعتوں کے باہم دست و گریباں، پیشواؤں کو ایک دوسرے سے ملایا اور گٹے سے لگایا^۱ جس طرح انہوں نے علماء و فضلاء مدارس کو حالات زمانہ سے بے خبری اور عملی زندگی میں شرکت و فیضان کی طرح مسلمانوں کی روحانی کی ذمہ داری کی دھت دی گئی ہے جس طرح انہوں نے تمدن و معیشت اور دین کی خدمت کے لئے اسلام کی عطا کی ہوئی آزادی اور نفقہ کی دی ہوئی گنجائش سے غافلہ اٹھانے کو جائز قرار دیا^۲ اور باوجودیکہ اپنے ذاتی عمل، اعلیٰ معیاری و رع و تقویٰ کے اجتماعی کاموں میں اس کو نہ صرف گوارہ بلکہ ضروری سمجھا یہ اور بہت سی ادلیات و امتیازات ہیں جن میں اگرچہ آج کوئی ندرت و جدت نظر نہ آتی ہو مگر ان میں بہت سی چیزیں اپنے زمانہ سے آگے تھیں اور انکی جرات وہی کر سکتا تھا جس کا اخلص اور جس کا فہم دین اور جس کا و رع و تقویٰ ہر شعبہ سے بالا تر ہو اور جس کو خود سرخ فی العلم کی دولت سے مالا مال ہو اور اپنی فہم بھرپور اعتماد کی قوت حاصل ہو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان میں آج بہت سی چیزیں مانوس اور بدیہی آرہی ہیں انکو عام طور پر قبول رہا گیا ہے اس میں بھی انکے خلوص سوز و گداز اور مسلسل جدوجہد کو دخل ہے، ۱۵

۱- موجد تاریخ ندوۃ العلماء

۲- سیرت محمد علی شہرہ ص ۲۹۹

۳- کمالات محمد ص ۳۷۵

۴- تاریخ ندوۃ العلماء

۵- خدیہ سرمد محمد علی شہرہ صفحہ ۱۸، ۱۹

مولانا محمد علی مونگیری فطرت کی ارجہ بندی اور جوہر کی

تابانی کی روشن دلیل ۱؎ یہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی سیاحی

زوال اور فکری استدلال کی صدی ہے، ہر جگہ اسلامی نہایت و ثقافت اور اسلامی علوم موت و زلیست کی عجیب کشمکش سے دوچار تھے،

نئے نظام تعلیم جو صرف خالص مادی بنیادوں پر قائم تھا عالم اسلام اور دیگر مسلم ممالک کی دینی تعلیم داخلہ حالت بری قابل نرس بنی ہوئی تھی، فرزندان توحید کی ذہانت و فراست کے سولے خشک تھے بعض دنگر کا دروازہ بند تھا، انکی زندگی خزاں رسبدہ، بے برگ و ثمر اور بے جان نظر آرہی تھی، اس وقت قدرت کی نظر و عنایت اس قوم مسلم پر پڑی اور اس کو اپنا پاکیزہ نامور ہستی کے وجود کی دولت سے مالا مال کیا ۲؎

یہ وہ پاکیزہ ہستیاں ہیں جس نے اُس وطن عزیز اور وطن مآلوف میں اصباہ اسلام کی جوت جگادی سچے نیز اپنی مافوق الفطرت صلہ صبت اور عملی و فنی استعداد کے ذریعہ ایسے انمول نوادر اور شاہکار وجود میں لائے کہ دنیا کی منحرف نگاہیں ان پر دل و جان سے قربان ہو گئیں

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء، مقدمہ

۲۔ سیرۃ محمد علی مونگیری مقدمہ ۱۷، ۱۹

۳۔ ردود ندوۃ العلماء سال اول

انہوں نے نہ صرف اس دور انحطاط میں فرزندانِ توحید کے خواہیدہ
صدہ صیثوں اور نفی عزائم کو بیدار کیا بلکہ اس ملتِ اسلامیہ کے نیم جان
جسم میں زندگی کی لہ فانی روح بھونک دی۔ سنگِ خارا کو صفات میں
بدل دیا

یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ انگریزی نسل کا وہ دور جو تاریخ
انسانی کا خونچکا باب تھا، اس انقلابی دور میں اس مادرِ ہند کاسرما
افتخار یہ ہے کہ اس کی گود ایسی منفرد اور بے نظیر ہستیوں سے کھلی خالی
نہ رہی۔ اس منتخب اضطراب و انتشار، تجربہ کشنگی کے دور میں مولانا
موصوف نے آنکھیں کھولیں جو ان کے لئے مقدس تھے جہاں تک آپؐ کی ذات
افطرت و عادت کا سوال ہے وہ صاف دشفاقت، باگزگی، لہبیت
ربانیت اور تمام صفائی جامعیت کا نمونہ حسینِ رفع ہے آپؐ انبیا
سنت کے شیدائی، فکرِ عقی، فکرِ امت سے چور اور فراستِ ایمانی سے
معمور تھے آپؐ نے جس طرح جامِ سندانِ شبستہ و آہن کو اکب کیا ہے
اور محدود ماحول میں رکھ کر وسیع دنیا دیکھی ہے اور زمانے کے بے جدید
تفاضلوں کو محسوس کیا ہے سرد سامان کے عالم میں ایک ایسی طوفانی
انقلابِ آخرینِ عالمی تحریک کی بنیاد رکھی اور ایک مایہ ناز ادارہ قائم کیا

۱۔ حیاتِ شبلی - ص ۳۰۲ تا ۳۰۴ - مولانا محمد علی شگری - ص ۱۷ تا ۲۴

۲۔ تاریخِ ہندوستان - ص ۹۷

۳۔ سیرتِ محمد علی شگری - ص ۱۹ تا ۲۲

جو رحمتی دنیا تک کے لئے بے مثال بے نظیر یادگار ہے یہ انکی فطرت
 کی اور جہنمی اور جوہر کے تابانی کی روشن دلیل ہے اے
 انیسویں صدی کے آخر میں انھوں نے ندوۃ العلماء کا جو
 مجوزہ اجمالی جامع خاکہ پیش کیا ہے۔ نصاب قدیم، علوم آئینہ اور کتب
 معفولات کی بیجا اثرات کو قطع نظر کر کے عربی زبان و ادب، تہذیب
 و ثقافت اور علوم اسلامیہ میں خصوصی مہارت پر زور دیا ہے
 وہ انکی جامعیت، کاملیت، قومی حمیت، اور اسلامی غیرت
 کا اُسندار ہے ۷

ندوۃ العلماء کا لامتناہی سفر :- ان حق پرست عارف کامل
 روشن ضمیر علماء کرام اور مشائخ و علمائے اپنی بانغ نظری اہمان غیرت، ذہنی فرا
 قلبی بصیرت سے جس اہم تغاضی کو سمجھا اور جن انقلابات و تغیرات کا مجاہد
 کیا تھا آج تک اسکا ثمرہ موجود ہے۔ آج اس مادیت اور لادینیت
 حیوانیت، شہوانیت، کفر و الجاد اور غیر اسلامی افکار و خیالات کے اس
 متہطم بحر بیکراں میں ایک کھینچا ہوا ہار کی ضرورت ہے یہ ہماری ایک
 غنیمت کشتی ہے آگے اس کا لامتناہی سفر ہے اس میں ہماری قوم و ملت کا

۱۔ مولانا منت اللہ کی کتاب اپنے مقالہ مطبوعہ سوانح حیات

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۰۰

۳۔ سیرت محمدی منبری ص ۱۱۸

بہترین سرمایہ موجود ہے یہ ہچکولے کھاتی ہوئی اپنی منزل مقصود کی طرف
روان دواں ہے مگر اس کشتی کے سوار خاموش تماشاؤں بنے ہوئے
ہیں ، عقل دنگرے بے بہرہ ، خود غرضی دماغی منفعت تک انہی عقل
دنگر محدود ہے ، نفس ہرستی ، خاندانی مصیبت میں مست و خراشاں
کھانے پکانے ، گانے بجانے سب معروف ، معمولی جاہ و عظمت کے
حصول میں باہم دست گریباں ہیں مگر ان تمام خلفشار کے باوجود
ان علماء اسلام ، ہمدردان قوم کی جلدی ہوئی شمع آج بھی روشن ہے
اور غیر زرقی کی راہ میں ہمہ تن رواں دواں ہے لے

ندوة العلماء، صبح امید کی ایک کرن نور ندوة العلماء کا تھام

ایک زرین عہد کا ہمیشہ فیم ہے بلکہ ندوة العلماء نے جو نظام تعلیم للکم عمل
اور دستور حیات مسلمانان عالم کے لئے سامنے پیش کیا ہے اس کے اندر صبح
امید کی ایک کرنی ، حیات و زندگی کی ایک لہر ہے ، وہ ایک طرف اسلامی
دعوت علم نبوت کا الم بردار ، دماغی متق ، امت کا شارح اور ترجمان
مسلمانوں کی سیاسی ، ملی وہ معاشرتی ، شرعی ، قومی اتحاد و اسد
و وحدت و مساوات کا آئینہ دار ہے دوسری طرف دشمنان اسلام کے لئے

۱۔ تاریخ ندوة العلماء ، مقدمہ

۲۔ تاریخ ندوة العلماء ص ۱۰۸

۳۔ سیرت محمد علی مغربی مقدمہ ۱۸ - ۱۹

شیئہ ہلاتی ہوئی دیوار ہے اور اس کے فیالات کے لئے ننگی دیوار ہے
گراہ کن چیلنجوں کا ٹھوس جواب ہے یہ فرنگیت مآب روشن فیالوں سے
نہ ہم آہنگ ، اور نہ فرمونیت کا خائل ، نہ نئے تحقیقات انکشافات
علوم جدیدہ اور مادی وسائل ہر فنانت کا سرے سے منکر ، نہ تقلید
جاسڈاس کا شیوہ اور نہ صنعتی تعبیرات و انفلد ہے انہیں برے لے

ندوة العلماء کا مقصد مولانا کے قلم سے :- روداد ندوة العلماء
سال اول صفحہ اول میں

مولانا موصوف نے اس وقت کے طلباء کی حالت پر بہت سیر بحث
کی ہے

چنانچہ وہ لکھتے ہیں ۔

ان مدرس سے دو طرح کے طلباء نکلتے ہیں اول یہ معیہ اثنائے تحصیل
بہ فکر معیشت جب ان کو پریشان کرتی ہے اور کوئی سبب اتفاق ،
پیش آتا ہے اور وہ مضطر ہو کر تحصیل علم سے دست بردار ہو جاتے ہیں
اس حالت میں افسوس ناک امر یہ کہ جس قد عمر انہوں نے اس علم
کی تحصیل میں صرف کی ہے وہ محض بیکار گئی ، دنیا کے کام نہ آئی

اور مذہبی دین کے کیونکر وہ علم جو انھوں نے پڑھا وہ کسب معاش کا ذریعہ ہو ہی نہیں سکتا ہے، اب رہا دین، اسکی حالت یہ بہتہ سلسلہ درس میں اس قدر معقول درس کتابیں پڑھادی گئیں ہیں کہ عرصہ تک وہ کلی جزی کے سوا اور کچھ نہیں جانتا، اگر کوئی فقہ کا مسئلہ دریافت کیجئے تو اس سے بے خبر مفاد و مصلحہ کی کوئی بات ہو چھٹے تو اس سے نا آشنا، قرآن مجید کی کسی آیت یا کسی حدیث کا مطلب حل ہو سکے یہ تو غیر ممکن ہے اس سے تو ان کے کمان آشنا ہی نہیں ہوتے جہاں انہیں مغربی افکار و مضاللات، تہذیب و ثقافت کی ہمہ گیری صنعت و دلکشی اور جاذبیت اور اکثر پذیریری کا معترف ہے وہاں اسکی تاریکی کثافت، اندرونی ظلمت، سین و جیل مظاہر کے اندر محض معصیت و مصلحت پر بخوبی واقف ہیں جو ان کے لئے بے چینی کا بستر ہے، جس میں انکی زندگی آہ، صدا، دھمکی، قلبی سکون و اطمینان سے یکسر محروم ہے

۱۔ ندوۃ العلماء کو اپنے غم و حوصلے کی بالبدلی کے لئے اُکید و اپن پوش، شگفتہ مزاج، نبض شناس اور اسلامی شخص کا الم برور، انسانی نفیافت وفت کے اہم تفاضوں سے بخوبی واقف ہو، شدت ضرورت تھی۔

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء، ص ۱۱۰ تا ۱۱۳

۲۔ سیرت محمد علی منبر، مقدمہ

فخوش قسمتی سے اسکی تاسیس و قیادت کا شرف حسن اتفاق سے ایک عالم و فاضل مارتہ سال مرد مجاہد مولانا محمد علی مونگیری خلیفہ فضل الرحمن گنج راہیاری کے حصے میں آئی اور ^{۱۲۱۰ھ} میں اسکی سنگ بنیاد ڈالی گئی ان کی اس فوخر ادارے سے والہانہ محبت و الفت تھی دس سال تک اسکی قیامی کی مولانا موصوف نے جس پر خلوص و پاکیزہ حد سے اسکی خدمت کی ہے وہ قلب و جگر کو موہ لیتی ہے

مولانا کی دیرینہ خواہش تھی کہ مسلمانوں میں ہمیشہ سردقت ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو واقفیت و اطلاع، مصلحت اندیشی میں حضرت عمر فاروق، عمر بن العاص، خالد بن ولید، عبیدہ بن جراح کے نقش قدم پر ہونا چاہئے۔

ندوۃ العلماء کا روش کار :- ^۱ ندوۃ العلماء نے سماجی و سیاسی

اصلاح، قومی و ملی اتحاد، رفع نزاع، باہمی اشتغال، شہرہ، رسومات، قبیحہ بدعات، خرافات کا جو کیا ہے اور علمی میدان میں جو خدمات انجام دیں ہیں وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔
مختلف علاقوں، خطوں، دور دراز علاقوں، قریبوں، دیہاتوں پر

۱۔ لکچر نواب الملک محمد اول ۲۴۱ - ۲۶۶

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء، ص ۱۱

۳۔ سیرت محمد علی منگدری

۴۔ تاریخ ندوۃ العلماء - ۱۰۱

ندوۃ العلماء نے جو انھیں فائز کی شافیس، مدارس و معاتب تمام کئے
 ہیں اسکا واحد مقصد مسلمانوں کی دینی، دنیاوی تعلیم و تربیت کا
 انتظام و انصرام، سماجی و فاع کی بحالی ہے اے

ندوۃ العلماء کا پہلا سفر :-^{۵۲} منصب نظامت پر فائز

ہونے کے بعد اب مولانا محمد علی منجبری کو ندوۃ العلماء کی عروج و ترقی کی
 فکر و امن گیر ہوئی، انھوں نے یہ محسوس کیا کہ اب اس سرچشمہ صیانت کو
 وسیع تجارت کی ضرورت ہے، انھوں نے اس کے لئے باضابطہ کمیشن مقرر
 کر دی مولانا مشتاق علی صاحب کو ایک وفد کی حیثیت سے ہندوستان کے
 دور دراز علاقوں کے دورے پر بھیجا یہ صاحب بالکل ندوۃ العلماء کا پہلا وفد
 تھا، انھوں نے بڑی عرق ریزی سے اس کام کو انجام دیا، دور دراز علاقوں
 کے خاک چھانے، صحرائوں کی اور باد پہ پیاؤ کی اس وطن ما کی چہار
 دیواری سے نکل کر بیرون دنیا تک اس صدائے بازگشت پہنچادی، بلاد
 عربہ حرمین شریفین کی زیارت سے ایک شناسختی تحریر تھی اور تحریر
 ندوۃ العلماء کے قیام کے مندرجہ ذیل مقاصد و اغراض پر مشتمل تھی^{۵۳}
 چنانچہ علماء حجاز نے اسکی زبردست تائید کی اور کئی عظیم ہنر کا جی اور

۱۔ سیرت محمد علی منجبری - مقدمہ ۱۲، ۱۱، ۱۶، ۵ - تاریخ ندوۃ العلماء

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء ۱۰۳

۳۔ رد داد ندوۃ العلماء، سال اول حصہ اول ص ۱۲

۴۔ سیرت محمد علی منجبری ص ۱۱۱، ۱۱، ۱۱

تحریک ندوۃ العلماء کا پرزور استقبال

لے چونکہ اس زمانے میں یہ دیکھا جاتا تھا کہ جو مللبار علوم دینیہ سے فارغ ہوتے ہیں و امور انتظامی دنیا اور پیشیت سے ناواقف ہوتے ہیں، بوجہ زیادہ عمر ہو جانے کے کچھ بھی نہیں کر سکتے اس لئے وہ اہل دنیا کے محتاج ہوتے ہیں اور عوام کی نظروں میں بے وقعت اور بیکار ٹھہرتے ہیں اور علوم دینیہ سے بھی جیسی واقفیت ہونی چاہئے نہیں رکھتے، اس بنا پر مختلف انجمنیں قائم کرنے کی نوبت پیش آئی اور اسکا قیام عمل میں آیا اور بہ نیکہ کیا گیا کہ اولاً یہ انجمن سلسلہ تعلیم کو درست کرنے اور بالاتفاق تمام مدارس اسلامیہ میں جاری ہو جانے کی کوشش کرے جو امور ان طلباء کی تہذیب و اخلاق اور فزنی علم میں مفید اور ضروری سمجھے ضی الامکان اسکی کوشش کرے

نیز اس وقت ہمارے علماء کی باہمی نزاع سے سخت نقصان پہنچا تھا ^۱ ذرا سی بات پر فساد برپا ہوتا ہے، واپس چل جاتا ہے ان علماء اسلام سے خود ہمارے پاک مذہب کی اہانت ہوتی ہے

۱۔ الوسالہ محمد العالی، الدعوة الاسلامیہ والفکر الاسلامی فی سماحۃ الشیخ

الواجب علی

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء حصہ ۱۰۲

۳۔ سیرت محمد مصطفیٰ

بدخواہان ملت کو فندہ زنی کا موقع ملتا ہے اس میں اس انجمن کی
 دینی سرگرمیوں پر یہ کوششیں رکھیں کہ یہ کوئی نرا محکمہ بالکل انجمن نے ہائے اور تمام نزاری مسائل
 اس کے ماتحت بن چل ہو جا یا کرے

۱۱۔ چنانچہ اس پس منظر میں ہر خاص وہ عام نے اس تحریک
 کا ہر زور استقبال کیا اور اس کے مثبت رول کو سراہا، محبوباں،
 جھانسی، نجیب آباد، بمبئی کے علماء کرام نے اس سے اتفاق کیا

۱۲۔ علی گڑھ تحریک میں علامہ شبلی نعمانی جنہوں نے اندرونی ملک
 بیرون دنیا اور عالم عرب کے مدارس و کتب کی زبانوں حالی، انگری
 کو بہت قریب سے دیکھا تھا ان کے دل میں ملت اسلامیہ کے پسماندگی
 اور جاں بلب اداروں کا درد تھا ضروریات زمانہ اور وقت کی اہم
 تقاضوں سے علامہ اسد م کی بے خبری کی فکر تھی برابر اپنے مضامین اور
 تفاریر میں اس احساس کو دہرایا، اور ان جاں بلب اداروں کے
 نشاط ثانیہ کے لئے اپنی ساری تگ و دو قربان کر دی
 جب انجمنوں نے تحریک ندوۃ العلماء کے تخیل و نصب العین
 اور اصلاح و نصاب اور رفع نزاع باہمی پر تفصیل سے گفتگو کی تو ان میں

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء، ص ۱۰۱۔

۲۔ روداد ندوۃ العلماء سال اول ص ۱۲

۳۔ سیرۃ محمد علی منگھری

۴۔ ۱۲

اس نحر تک کی اعراض و مقاصد میں امید کی ایک کرن، اپنے حسن
 خواب کی تعبیر، امت اسلامیہ کے لئے درد کا درماں نظر آیا انھوں نے
 اس نحر تک سے اتفاق کیا نادم حیات اس نحر تک سے منسلک ہونے
 کی ضمان لی اور آخری لمحے تک اس سے وابستہ رہے ۲۷

۱ - رعداد ندوة العلماء ۱۱۳۰ء، ۱۶

۲ - تماریح ندوة العلماء ۲۵۲

باب ششم

ندوة العلماء، کاپیہلا اجلاس

باب ششم

ندوة العلماء کا پہلا اجلاس

۱۔ بڑے پیمانے پر اعلان و نشر کے بعد ندوة العلماء کا پہلا اجلاس عظیم الشان اجلاس ۱۵ / ۱۶ / ۱۷ / شوال ۱۳۱۲ھ مطابق ۲۲، ۲۳، ۲۴ اپریل ۱۹۹۲ء کو مدرسہ نیض عام کمانپور میں ہوا۔ ۱۳ فارغ التحصیل طلباء کرام کی جلسہ دستار بندی مولانا لطف اللہ علی گڑھی کی صدارت میں انجام پایا، اس جلسہ میں یہ تہذیب پاس ہوئی ۲۔

۱۔ موجودہ طریقہ تعلیم قابل اصلاح ہے۔

۲۔ تمام مدارس اسلامیہ کے بہتم ہر سال ندوة العلماء کے اجلاس میں شریک ہوں۔ ۳۔ ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کا وفاق بنایا جائے۔ ہندوستان ۴۔ بڑے مدارس کو تعلیمی مرکز چھوٹے چھوٹے مدارس کو اس سے ملحق کیا جائے

۵۔ موجودہ نصاب تعلیم میں جو نقائص ہیں اسے دور کیا جائے

۱۔ تاریخ ندوة العلماء ۱۰۳

۲۔ استاد العلماء ۲۲ - ۳۰

۹. معقولیت و منطق کی کتابوں کے الفاظ و عبارت کے ساتھ غن کی بھی تعلیم دی جائے۔ زبان و ادب کی کتابیں پڑھائی جائیں قرآنی علوم پر مبنی کتابوں کو داخل مضامین کیا جائے اور قدیم طریقہ تعلیم کی اصلاح کی جائے

۱۰. اس پر روشنی بزم میں رچھار دانگ عالم کے علماء ، شریف زمانے ، انہوں نے دیکھا کہ جب بغض و کندی ، حکیم ناراجی ، ابن سینا ، قطب الدین رازی کے رائج تصانیف بہہ تغیر و تبدل ہونے لگے ہیں تو درس نظامی کب تک محدود و تعطل کا شکار رہیگا ۔
۱۱. ان تمام تجاویز کی نائید و تجسس ہیں مولانا حبیب الرحمن

خاں شیروانی ، مولانا حالی ، مولانا رضا خاں صاحب بریلوی ، مولانا حالی ، مولانا عبدالغنی صاحب رشید آبادی ، مفتی عبداللہ ٹوکنی ، مولانا محمد علی صاحب مدرسی ، اور مولانا حکیم محمد عبدالباری عظیم آبادی نے بھرپور روشنی ڈالی

۱۲. اس کے پہلے اجلاس کے بعد بدوۃ العلماء کو پروان چڑھانے کا موقع مل رہا تھا یہی حواریان ملت نے اس مقاصد کے تکمیل کے لئے مستقل شعاعی مدد و جنگ کا آغاز کیا ، اس جدوجہد میں شاہ محمد سلیمان پھولپوری مولانا عبدالحق صفائی ، مولانا حبیب الرحمن شیروانی ، مولانا حکیم عبدالکئی صاحب

۱- تاریخ ندوۃ العلماء ، ۱۰۵

۲- استاد العلماء ص ۳۲ ، ۳۳

۳- تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۱۵ ، ۱۱۵

مولانا حکیم سید الطہور الدسم . مولانا فتح محمد نائب لکھنوی . مولانا شبلی نعمانی
 بڑی دلچسپی اور قلبی لگن کے ساتھ شریکِ مجلس منشی بدرالدین بن عبداللہ صاحب
 جے پی نے سب سے پہلے اس تحریک کا ممبر مقدم کیا . بڑی شوق و جد کے ساتھ
 اس کے عروج و ترقی کے لئے ہم نوا کوشاں رہے ۲۷

علیگرہہ کالج کے اس وسیع فضا میں ندوۃ العلماء کا بازگشت

اس پہلے اجلاس کے بعد تحریک ندوۃ العلماء قدیم و جدید
 کا حسن امتزاج قرار پایا . مدت پسند طبقہ کے درمیان اسکی مقبولیت شہرت
 عام ہوتی رہی ،

۳۷ جہاں تک کہ محمدن ایجوکیشنل کمانغنس علیگرہہ نے اپنے سالانہ
 اجلاس ۱۹۵۱ء میں ندوۃ العلماء کی نمائند میں ایک قرار داد پیش کیا اسکو
 نواب محسن الملک اور سید محمود کی حمایت و تائید حاصل رہی ، سرسید احمد خان نے
 مزید کرم بہ کیا کہ پیش بہا لاگت سے اسے چھپوا کر مسلمانان ہند کے لئے

سرمہ بصر بنادیا

۱ - رواد ندوۃ العلماء

۲ - سیرت محمد علی تنکری

۳ - تاریخ ندوۃ العلماء ۱۰۱ ، ۱۰۹

چنانچہ اس روح افزا بردیس کی عبارت یہ ہے »
 » اس کانفرنس کی رائے ہے کہ جلسہ ندوۃ العلماء جو کانپور میں منعقد
 ہوا تھا، جس میں علماء اکابرین جمع ہوئے تھے، یہ تمام مسلمانوں کی توجہ کے لئے
 ہے۔ اس مقاصد یعنی اصلاح طریقہ تعلیم، رفع نزاع باہمی، نہایت عمدہ
 اور مفید ہے۔ تمام مسلمانوں کو ایسی عمدہ مجلس کی جس میں تمام مسلمانوں کی
 دینی اور دنیوی غلط دیہود مفسود ہو، دل جان سے اسکی مذکر کرنی چاہئے
 علم و قدم دام درم سے اسکی مذکر کرنی چاہئے ۱۷

ندوۃ العلماء کی شہرت اور مقبولیت :- عوام درخواستیں و جدید
 اور مختلف کتاب گندے لوگوں نے جس مذکر گرم جوشی سے ندوۃ العلماء کا استقبال
 کیا، وہ لائقِ اعتماد ہے، عجیب بات یہ ہے کہ اس غیر موقع میں ندوۃ العلماء
 کی شہرت و مقبولیت برخواست و عوام کی قلب و جگر میں سسائی چلی گئی، اور
 دل کی دھڑکن بن گئی ” مابوس و مضطرب خاطر لوگوں کو اس میں اسید کی ایک
 کرن نظر آئی کہ ایمان سے شرشار لوگوں نے درے درے سے اسکی
 مدد کی ۱۸

تحریک ندوۃ العلماء کی روز افزوں حرج و نرمی دیکھ کر بانیان ندوۃ العلماء

۱ - تاریخ ندوۃ العلماء

۲ - تاریخ ندوۃ العلماء، ص ۱۱۶، ۱۱۵

بھولے نہ سمائے، فرصت و انبساط کی کیفیت طاری ہوگئی، ندوۃ العلماء کی اس نفع شہرت و مقبولیت اور بابائے کرام کی فرصت و انبساط کا اگر اندازہ کرنا منظور ہو تو مولانا محمد علی مونگیری اس تحریر کو پڑھیں

خداوند عالم کا نہایت شکر گزار ہوں کہ اس مبارک انجمن

ندوۃ العلماء کی عمر ایک سالہ کی ہوئی، اسی ایک سالہ عمر میں اس نو نہال نے کس قدر عالمگیر شہرت اور قابل قدر وقعت حاصل کی ہے بلکہ جس قدر فضل باری اور تائید پردانی کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے

غالباً ہندوستان کا کوئی شہر کوئی قصبہ نہیں جہاں

اسکا ذکر خبر نہ ہوئی ہو، کوئی دانشمند ایسا نہ ہوگا جو امید کی نظروں سے اسے نہ دیکھا ہو کوئی مصلح اور پی خواہ ایسا نہ ہوگا، جو امید کی رفتار و رفتار پر ہم تن گوش نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ اس ایک بکار میں ملتان سے لیکر ڈھاکہ

حیدرآباد کے اہل ہم جمع ہو گئے وہ حضرات علماء اس جلسہ میں تشریف لے کر کے تشریف لائے، اس تعالیٰ قوت کی یہ علامت تھی کہ دور دراز گوشوں سے

لوگ کھینچے جاتے، اگر کسی بادشاہ کی بھی فرمائش ہوتی تو اس قدر لوگ نہ آتے بلکہ

یہ ندوۃ العلماء کی اناعنی شہرت وہ نفرتیں اور تائید غیبی تھی کہ لوگ پیاسوں کی

طرح کھینچے آئے، حقیقت یہ ہے کہ تحریک ندوۃ العلماء ایک عالمی

کی پیش بہ دولت سے مسلمانوں کی ملی معاشرتی و مبنی و سیاسی میدان اسکا
 مذمہ قدم ہر محتاج ہے، یہ ایک روشن محور ہے جسے ارد گرد انسان کی دروہانی
 زندگی جکر لگاتی ہے، ندوۃ العلماء کی مدرسہ مکتب بارسہی ادارے کا نام نہیں ہے
 یہ ایک تحریر ہے اسلامی علوم ہندیہ و ثقافت کا گہوارہ سرچشمہ
 ہر اہل کار روشن فہم ہے

تسلیم و تربیت کا مرکز و اصل دگوبر کا معدن ہے علم ہر
 کامسن ہے رہ مسکن کا علمی مرکز ہے اسکا علمی ثقافتی اور
 اور تحقیقی رشتہ قائم ہے اگر ہمارے اہل اسلام خصوصاً علماء ارام نے پوری ہمت
 اور استقلال سے کام لیا تو تصور سے بالاتر اس کے عمدہ نتائج کو دیکھیں گے جو اس
 دہم کمان میں نہیں ہے

ندوۃ العلماء کا دوسرا اجلاس :- ندوۃ العلماء کا دوسرا اجلاس

لکھنؤ میں ہونا طے پایا اس اجلاس کا اصل محرک منشی اطہر علی صاحب کاکور دی وکیل
 لکھنؤ شبر قانون انجمن جمع داران اود نقا اس سلسلے میں اسکی کوشش کافی قابل ستائش
 ہے اسکو اس خریک سے کتنی دلہانہ لگاؤ اور قلبی محبت تھی

خود انکی یہ تحریر اسکا آئندہ دار ہے یکبارگی منجانب اللہ اس جلسے کی

۱۔ سیرۃ محمد علی سنگری ۱۳۴

۵۔ رواد سال دوم ۱۹

۶۔ تاریخ ندوۃ العلماء ۱۱

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء ۱۰

۳۔ سیرۃ محمد علی سنگری ۳۴

۴۔ رواد اجلاس ندوۃ العلماء

عظمت اور مددگی میرے قلب میں آئی اور خیال ہوا کہ یہ پیش اس خیال میں
الساخوش ہوا تو اسی وقت میں نے ضمداری کا خط لکھا فرید برآں منشی بھوش
شیرخانوں تعلق داران اور آگے لکھے ہیں

میری خواہش ہے کہ جلسہ ندوۃ العلماء خدمت گزاری کا فخر لکھنؤ میں
کچھ مجھ کو ملے کیا جائے میں اپنے مہمانوں کو نگرہیاں اور تبادول ماحطرتی کرونگا
ہاں آہوگوں کی اور دیگر دوستوں کی مرث اعانت کا شکر گزار ہوں گا۔ مجھ کو امید ہے
کہ آپ اور دیگر حضرات میری اس ناچیز خواہش کو پورا ہو کر کے جواب سے مطلع فرما لے
چنانچہ اس دونو اجلاس جہہ اراکین نے جو انتظام و انصرام
کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا وہ آج اس ترقی یافتہ دور میں بھی ممکن نہیں ہے۔
اس سرزمین ہند میں سلطنت مغلیہ کا ستارہ غروب ہونے
کے بعد علماء کرام پر تاریک حالی، دنیا نو سلب اور سمجھت کا جو انزاع
انہوں نے لگایا اور غریبی اس میں شریک و کہیم رہے وہ بڑا صبر آ رہا ہے
الکواقع پر ان علماء ربانین نے ص اولوالعزمی، وسیع الفطری و بہرہت کا
ثبوت دبا وہ ان نماک طعن و تشنیع و باطل فسادت کا قلع قمع کر رہی ہے

سے

دوسرے سالانہ اجلاس میں ندوۃ العلماء کی اہم تجاویز

لے جہاں بہت سے تجاویز پاس ہوئے ، وہاں بہ بھی پاس ہوئی کہ مدرسہ اسلامیہ کو از سر نو مضبوط کیا جائے ، بڑے بڑے مدارس کی مرکزی حیثیت بحال کی جائے چھوٹے مدارس کو اس سے ملحق کر لیا جائے ، اصلاح نصاب کو ایک عملی شکل دی جائے ، مگر اس غیر رواج خلاف عادت امر کی پابندی کو آسان نہ تھی ، اس لئے اسکے فوری طور پر کوئی عملی اقدام نہ ہو سکا ، البتہ انیسویں اس بات کا ضرور ہے کہ ان صدر دارانِ قوم نے جس مدارس و کمانڈ اسلامیہ کے دفاع کی عملی شکل پیش کی تھی۔ یہ کام اس کی فکر کر لی جانی تو اس سے امت اسلامیہ کی تعمیر و ترقی کی راجب ہوا ہوگی ، اور ایسا برادرانِ دیکھنا نہ ہوتا ، مگر اس ناگدیر تبدیلی ، اصلاح نصاب کو کسی طرح ظاہر میں نہیں لایا گیا ، آخر اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ بہ امت اسلامیہ چند آج تک زبردست صورتِ تعطیل کا شکار ہے ،

اسوقت غلامت پسندی اور رواج پرستی نے اس نئے نصابِ تعلیم احمیت اور انفرادیت پر روک لگادی اور حیرتوںات

-
- ۱۔ رواند ندوۃ العلماء سال اول ص ۷۳
 - ۲۔ التنظيم النظام التعليم والتعلم ص ۷۳
 - ۳۔ روح داد ندوۃ العلماء ، سال اول

بھی اس قدیم نصاب تعلیم کو قصہ بار پہنہ بنادیا، اب رفتہ رفتہ
 بہ احساس بڑھنا گیا کہ ندوۃ العلماء کا وہ احساس پر حق تھا، مگر
 اتنا ایک طویل عرصہ خواب غفلت اور ناعاقبت اندیشی کا نذر ہو گیا
 اور یہ احساس عام ہو گیا کہ یہ مدارس وہ اسکول کالج اس ناگزیر
 تبدیلی کا شدت سے منتظر ہیں۔

دارالافتاء کا قیام :- تبدیلی حالات اور تغیرات زمانہ،
 نئے نئے مسائل کی کثرت، سخت ترین حالات کے ہمیشہ نذر، ایک
 ایسے دارالافتاء کی ضرورت پیش آئی جہاں منہج شناس، لائسنس یافتہ
 فقہاء عظام کی ٹولی بیکہ ایک بنی آباد ہو جو دعوت اور حالات
 کو سمجھے، زمانے کے تقاضوں کو پورا کرے، شجاعت و دلیری
 سے کام لے، چنانچہ اس عظیم شرف و کرم کے حقدار مولانا محمد علی
 مونگیری ہوئے، مولانا کو اسکے قیام سے والہانہ دل چسپی تھی
 ۱۲/۱۱/۱۹۹۰ء کو مولانا موصوف نے اس کے قیام کی ایک تجویز
 رکھی، مولانا عبدالحق عثمانی اور مولانا سلیمان صاحب مچھواروی نے اسکی
 پرزور حمایت کی، مگر بعض حضرات نے اس تجویز کی فوری منظوری

۱۔ "مارکچ ندوۃ العلماء ۱۲۵

۲۔ روداد ندوۃ العلماء

۳۔ تاریخ ندوۃ العلماء اول ۱۲۶

۴۔ سید احمد الحسنی، سیرت مولانا محمد علی مونگیری، مکتبہ دارالعلوم ۱۹۹۰

۳۔ اس قبیلہ میں تحریکِ ندوۃ العلماء جو حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوئی وہ کسی اور تحریک کو نصیب نہیں، اس تحریک کو مذہب و جدید دونوں طبقوں اور علمی و دینی حلقوں میں مقبولیت یہی زبردست اعتماد حاصل رہا وہ اب محتاجِ تشریح نہیں ہے اس فوخیز تحریک کے حق میں پیر و مرشد مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کا کلمہ خیر اور سرطریقت مولانا امجد اللہ قدس سرہ کی تائید و تصدیق مژدہ حیات تو ثابت ہوئی، مولانا حسین الہ آبادی مولانا عبدالحق عثمانی، مولانا محمد ابراہیم آرومی، مولانا شاہ سلیمان مہدیاری، شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی، مولانا مسیح الزماں،

۱- مکاتیب شبلی، خطوط بنام حبیب الرحمن خان شہزادانی غرہ ۹۰۶، ۱۷، ۳۵، ۳۲.

شاہ جہاں پوری ، مولانا حبیب الرحمن شیردانی ، رئیس چھٹکن پور
 بلقب نواب صدرت یار جنگ ، منشی اظہر علی صاحب وکیل شیرخان
 تعلقہ اران اودھو کی سرگرمی اسکے نقطہ عروج روز افزوں کا ایک
 پیغام مقابلہ دوسری مسئلہ کی جدید تعلیمی فضائیں نواب محسن الملک
 اور آنر بیل جسٹس سید محمود کے اس جدید تحریک کا خیر مقدم کیا ۴۲
 یہ حقیقت ہے کہ اس دور محط الرجال میں مسلمانان
 عالم کے لئے ایک نیک فال رفع نزاع بابھی ، قدیم و جدید کے درمیان
 وجہ قرب اتصال کا روشن باب تھا ، جو ابرار رحمت کی طرح امید
 کی ایک کرن لکیر آیا ۴۳

نہ صرف ہندوستان بلکہ عرب دنیا ، مصر و شام
 یک ندوہ کی صدائے بازگشت پہنچی ، عرب دانشوران ملت ،
 عرب اخبارات نے ندوہ العلماء کی غلطی کو اپنے دل میں جگہ دی
 خصوصاً المؤید الرعین نے اس انداز سے اس جدید تحریک کی
 حمایت کی کہ یہ عالم عربی کے لئے زبردست دلچسپی اور توجہ کا
 مرکز بن گئی ، عرب دنیا کسی قابل کے بغیر اسکے اعراض و مضامین سے
 اتفاق کیا ، رفتہ رفتہ اس عالمگیر شہرت نے مسلمانان عالم کے

۱ - روداد تحریک ندوہ العلماء ،

۲ - تاریخ ندوہ العلماء ص ۱۶۰

۳ - " ۱۳۵

غلبہ و جگر کو خلیفہ، اور نگاہوں کو مسحور کرنا شروع کیا اور
 پوری دنیا اس کے سامنے اپنی آنکھیں بچھانے پر مجبور ہو گئیں،
 یہ بدیہی حقیقت ہے کہ خالصہ بوجہ اللہ جس کا نام
 میں خون و جگر کی آہریشن ہوتی ہے چنداں کوئی چیز اس میں رماؤ
 نہیں بنتی اور اسے کسی سرف کی ضرورت بھی نہیں ہوتی، اسکی
 مندر منزلت دل دل میں راسخ ہون چلی جاتی ہے

بانیان تحریک کا یقین محکم عمل :-^{۱۶} یہ حقیقت حکیم جی بھی

کوئی تحریک اس عالم میں

میں جنم لیتی ہے، اپنی شہرت و مقبولیت کے منازل طے کرتی نظر آتی ہے
 تو کچھ ناخوش اندیش لوگ ضرور اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، جو ہمیشہ
 زمانے کا دشمن رہا ہے، یہ ان تحریکات کو نہ صرف ستارے نگاہ و
 مضاد نظرئے سے دیکھتے ہیں، اسکو طعن و تشنیع کا میدان بنا لیتے ہیں
 عدم عدم براس کی مخالفت کرنا اپنا بنیادی حق سمجھتے ہیں، یہ کوہِ شیم
 انسان اپنی کوئٹہ نظری کہ دلیل خود آپ ہیں، یہ اپنے باطل خیالات
 پر آگندہ نظریات کی کورانہ تقلید میں بالکل اندھے ہو جاتے ہیں^{۱۷}

۱- تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۶

۲- تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۷۲

۳- سیرت مولانا محمد علی منیر ص ۱۷۵

انہیں دین دنیا، تعمیر ملت سے کوئی مطلب نہیں رہتی البتہ ان تحریکات کی شدید مخالفت، ریشہ دوانی اور رختہ اندازی کی فکر ضرور رہتی ہے، ہنگامہ دڑ کی طرح اس کو چشم انسان سورج کی روشن بدیہی کرن نظر نہیں آتی حقیقی نظریہ کے تحت، یہ خود حورد الزام ہے، انکی یہ ساری لغو باتیں حساب بانفس پر آبِ حیلہ، عطی ٹوبہ کے لالٹن نہیں، یہ بھی حقیقت ہے کہ جو خود کسی لالٹن نہیں ہوتا آ کی زبان بالکل بے زبان ہو جایا کرتی ہے، جس کو خود اپنی حیثیت معلوم نہیں وہ ان تحریکات کی حقیقت اور منزلت کیا جانے اس ضمن میں تحریک ندوۃ العلماء جو رول و شعار رہا ہے وہ واقعی قابل ستائش ہے، اسکا صد مایہ افتخار یہ ہے کہ اس نے کبھی اسکی پرواہ نہیں کی، پائے استقامت سے ان محام باطل پروپیگنڈا کو ٹھکرانے چھوڑے، قوم ملت کی علمی و دینی تعمیر و ترقی کے میدان میں برابر شریک و کسہم رہے۔ حیرت نشاط انگیز اور روح پرور اجتماعات اجلاس عام کے ذریعے امت کے اندر دینی اگھدنی و روحانی شعور کو بیدار کیا، سیادت و حیادت کے میدان میں رہنمائی کی اور کہلوی اہیا پرستی، اسکے نشاط ثنائیہ کے لئے کمر بستہ ہو گئے اور بس

۱۔ انعام الحجہ ۳

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۴

۳۔ سیرۃ محمدیؐ

ندوۃ العلماء کی دور باتوں نے حالات زمانہ سے عمار کی ناداعفیت کو اپنا
 تفسیر، کوناہ نظری سطحیت، کو حقیقی الامکان دور کرنے کی کوشش کی
 اس تغیر پذیر دنیا کے بدلے حالات، زمانے کے نشیب و فراز پریشان کن
 مسائل، علماء رسو، و کم دکاشت غیر مستند باغیہ مفتی زمانے کی دعویٰ
 سافت واعفیت، دیگر جرائم پیشہ مذہبی رجحان کے دام نذر سے
 قوم ملت کو دور رکھنے، امت اسلامیہ کی اصلاح شرعی نقطہ نظر سے
 اچھے پیچیدہ مسائل کا حل ڈھونڈنے کے لئے ایک دارالافتا کا قیام عمل
 میں لایا، بانیان ندوۃ العلماء نے روز اول سے مسلمانوں کے اجتماعی
 مسائل کی فکر کی، مسلمانوں کی علمی و دینی ثقافت اور تہذیبی ورثہ
 کو بچایا، شریعت اسلامی کے ان نازک امور کی نشان دہی کی
 جس میں دشمنان اسلام اور بدخواہان ملت سے مداخلت کا اندیشہ
 تھا، محامی رائے عامہ کو ہموار کر کے ہمیشہ حکومت کو متوجہ کرنے، مصلحت
 دارالافتا کے قیام کے اس جلسے میں مولانا عبدالحق حقانی م
 نے قانونِ حجاج اسکو حکومت کے زیر تحویل رکھی، ندوۃ العلماء کو متوجہ کیا
 اور اس بات پر زور دلا باکر حکومت وقت کو ایسے قوانین اپنے
 دائرے عمل میں نہ لائے جس سے اسلامیان ہند کے ملی شخص کو ٹھیس پہنچے

بالآخر بہ تجویز بھی کافی رد و کد کے بعد پاس ہوئی ہے

ان تمام تجاویز کی منظوری کے بعد اب نخریک

ندوة العلماء کے سامنے اس راہ عمل میں خاطر خواہ کامیابی عرض
مقصود تھا، یہ بڑی سخت ترین گھڑی تھی، بے سروسامانی کا عالم
تھا، چنانچہ اس موقع پر مولانا محمد علی جوگیری رحمۃ اللہ علیہ نے
ان دہشہاں مسائل کی رہنمائی کی ضرورت اور اہمیت کا ذکر کرنے
پہلے مولانا موصوف نے تحریر فرمایا،

خاص عام کو معلوم ہے یہ علمائے انجمن ہے ہندوستان

مسلمانوں کا پوری توجہ اس انجمن کی طرف ہے جب کوئی ضرورت
انہیں پیش آئیگی یا اعتقادات و عملیات کے متعلق کوئی مسئلہ

دریافت کرنا ہوگا تو وہ ضرور ندوة العلماء سے سوال کریں گے
اس جلسہ عام کے بعد گیارہ دفعات پر مشتمل محکمہ افتا

کا عملی خاکے پیش کرے، "مفتی اطہر حسین" جب رئیس کاکوری بڑے

پر خلوص وہ محبت کے ساتھ اس عملی خاکے کی پرزور حمایت

کی اور عملی صدارت میں اس دارالعلوم افتا کا قیام عمل میں آگیا ہے

اور اس حشمہ عبوان نور علم عرفان سے اکتساب فیض کا لافناہی کلسہ

۱۔ تاریخ ندوة العلماء، ط ۱۲۶، ۱۳۰

۲۔ سیرت محمد علی جوگیری، ط ۱۴۳

۳۔ تاریخ ندوة العلماء، ط ۱۲۶

شروع ہو گیا ،
 مگر چونکہ ندوۃ العلماء تمام کارگزاری ناظم اول کی ہستم بہتر
 اور بالغ نظری پر مبنی تھی مگر اب مسئلہ ہر خاص و عام اور اعتبار
 طبقے سے منوانے کا تھا ، مسلمانوں کے لئے اس بہترین لائحہ عمل دستور
 حیات دنیا میں اور کیا ہو سکتا ہے جو ہر میدان میں قیادت و رہنمائی
 کی ضمانت لے جو اپنے حلو میں امارت شرعیہ اور اسلامی نظام کے
 کا ایک ایسا نسخہ کمیا اور درد کا مداوی رکھتا مگر اس پر مردہ
 خوم کے لئے شکستہ احساس نے ان تمام منصوبوں میں رنگ پھرنے
 کا خاطر خواہ موقع نہیں دیا اور دیرینہ فوآرش شرمندہ تعبیر نہ
 ہو سکا ، وقت اور حالات کے مطابق بالآخر احساس عدلیہ قائم رہی
 رات دن غیر اسلامی عدالتوں کا چکر لگانا باقی رہا ، اس امارت شرعیہ
 کے طرف نگاہ نہ اٹھائی ہو جو اسکے دعوہ اسلام پوشیدہ ہے ۳۷

ایک دارالعلوم کی ضرورت :- یہ بات محتاج تعارف نہیں

مؤید ندوۃ العلماء کی سطح ان تمام تحریکات سے بلند تھا ، ان کے اعراض
 و مقاصد بھی اوروں سے قدر مختلف تھے ، نہ کہ جاٹھاراں اور فیکساران

۱ . مقاصد ندوۃ العلماء ص ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۵

۲ . تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۵ ، ۱۶ -

۳ . مقاصد ندوۃ العلماء ص ۱۴

راعیانِ کریم، اراکینِ بیس کے فکر و نظر دیگر مسالک و معاتبِ فکر کے
لوگوں سے بالکل نرغے، جو اس سرزمینِ حقد میں کسی زکسی تحریک یا
علمی حلقے سے کسی حد تک وابستہ تھے، جنکی علمی و فنّی بصیرت شہرہ آفاق
تک پہنچی تھی، ندوۃ العلماء کے بانیانِ کرام سرکردگی اس میدان میں
اپنی مثال خود آپ تھے۔ مگر یہ تحریک ان جاٹارانِ ملت و ہمدردارانِ
قوم کے لئے دھما آزماتش بھی بن گئی، نصابِ تعلیم میں تغیر و ترمیم
انکے لئے مشکل ترین مسئلہ تھا انکے لئے یہ ایک ایسا اسٹیج تھا، جہاں بڑے
صائب الرائے حضرات کے پر بھی پھسل جاتے ہیں، اس راہِ محل میں
ساری ذہنی توانائی صرف کرنے کے بھی انہیں ان میں ناکامی اور گمناہی
کا احساس ہونے لگتا ہے، بانیانِ ندوۃ العلماء کو بھی ساری ہمار
دور کے بعد بھی یہ احساس پیدا ہونے لگا کہ جب ایک دارالعلوم
کا خیام میں محل میں نہ آئیگا، اسوقت تک یہ خواب پورا نہیں
ہو سکتا ہے

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء، مقدمہ ۱۵۲

۲۔ سیرت محمد علی قنیری، مقدمہ ۱۷

باب ہفتم دارالعلوم کا قیام

۱۔ اس تجویز کے تحت مسودہ دارالعلوم کی اشاعت ہوئی، مشاہیر علی صندے
 پاس بھیج کر اس دارالعلوم کے قیام کے متعلق رائے طلب کی گئی،
 حضرت کا عجیب اتفاق تھا ہر طرف سے صدائے تائید بلند
 ہوئی، فوش قسمتی سے اچھے نیک فعال سمجھا، اس سے ملے مانا ہند
 اور عالم اسلام کے مابین ایک جدید دارالعلوم کا اضافہ عمل پیرا
 اس طرح ملک میں علماء کا جو اثر کم ہو رہا تھا بحال ہوا خبروں اور
 حقائقوں میں مختلف علماء دین سامنے آئے، یہ خواہش پیدا ہوئی
 کہ اصحاب صفحہ کے مشاہیر ایک گروہ ہر وقت اس قوم میں موجود
 ہونا چاہئے، اس طرح اس دارالعلوم کا قیام عمل میں آگیا
 ساتھ علم و فن کے غریب اساتذہ کرام سفارت کے ترجمان،
 اور محققین حضرات کی ضرورت کا احساس ہونے لگا

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء ۱۵۲

۲۔ سیرۃ محمدی شکر ۱۶۷

دیباچہ، مفتاح
دارالعلوم کا قیام

لے بڑے غور و فکر کے بعد یہ رائے قائم کر لی گئی کہ یہ ماہ نامہ ناز ادارہ
شمالی و مغربی علاقے کہ مابین اید ایسٹ شہر میں قائم کیا جائے
جو علوم اسلامیہ کے لحاظ سے مرکزی اہمیت کا حامل ہو، اس
ادارے کا طویل و عرض پانچ سو بیگنے پر مشتمل ہو، تمام شعبائے
تعلیم کے لئے خاص جدا گانہ عمارت تعمیر کی جائے، تفسیر و حدیث
وغیرہ کا ایک الگ مرکزی شعبہ قرار دیا جائے طلباء کرام کے
قیام و طعام کا محفل انتظام ہو، اسٹاف ہاؤس دارالاکمل،
دارالمنافحہ، امتحان خانہ، شفا خانہ، کتب خانہ نے سنگ بنیاد
رکھی جائے، اے

۴۲ روز اول سے یہ بات طے تھی ہر طالب علم ثبوت اور
ارباب تحقیق کے لئے، جدا گانہ کمرہ ہو، روحانی پاکیزہ جذبات
کی تسکین کے لئے ایک وسیع و عریض مسجد کی تعمیر کی جائے، غنوں
صنائید کے لئے ایک خاص عمارت تعمیر کی جائے، اور اسکو طلباء
کی ذہنی رجحان پر موقوف رکھا جائے، ۴۳

ندوة العلماء میں عربی نصاب
تعلیم کے لئے جدید اور حالات :- اس میں تین قسم کے طلباء زیر تجویز تھے،
کے مطابق تصنیف ۱۔ اید زمانہ اور وقت کی رائج عام علوم عربیہ کی تکمیل،

۲۔ کسی خاص علم و فن صحت و حرمت کی تحصیل قدرے مناسب
 علم و فن کی تحصیل: اور ساتھ ہی دوسرا مقصد، تعلیم و تربیت کا بھیج اسوقت
 دو طریقوں پر مشتمل تھا، ایک طریقہ مردم، پر مبنی دوسرا قدیم اسلامی
 طرز پر مبنی، دوسرا قدیم اسلامی طرز پر جو رنوال غفار ابی ہو گا ہے
 استاذہ انالین، نگراں دینی دعت نظر، وسیع معلومات
 میں خطابت سے طالب علم کی علمی پیاس بجھانے میں معین و محبوب
 ہو گا۔ اسوقت بائیان ندوۃ العلماء کا بنیادی نقطہ نظر یہ تھا
 کہ اس دارالعلوم میں تین قسم کی کتابیں زیر تعلیم ہوں گی، ایک
 نفسی مسائل پر مبنی کتاب دوم واضح مسائل مع دلائل نیز
 کتب، سوم مغلق و پیچیدہ موضوع و دفا پر مشتمل کتب ۳
 ان تمام تر تبادیز کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ کسی طرح
 طلباء اندر دعت نظر، بالغ نظری، محل جوابر، غرض و حفا کو
 سمجھنے کی طاقت و صلاحیت آجائے
 ۴۔ اس موجود اجمالی خاکہ کے پیش نظر علوم قرآنی
 اعجاز القرآن وغیرہ ضمناً شامل تھی، ادب و انشاء شعرا، جاہلی
 کے دیوان تاریخ اسلام، سلف صالحین کے اخلاق و عادات

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء ۲۲۹ ص ۲ - تاریخ ندوۃ العلماء ۱۲۱ ص

۲ - ۲۲۵ ص //

۳ - روداد ۱۱

جذبہ اسلامی سے سرشار ، حسن برتاؤ ، طہارت و لطافت تزکیہ
نفس ، شایان اسلام اور مجاہد ملت ہمدردان قوم و جاں نثاران
ملت کی جاں فروشی اور اولوالعزمی واقعات پر مشتمل کتب ،
بلاد اسلامیہ حدود اربعہ عدرتی و جغرافیائی حالات ، ارض مقدس
محیط دہی مکن رسول ، انے جاں نثار صحابہ ، اسودہ صحابہ خدیجہ
رسول و سراپا کے حالات ، غیروں کے ساتھ من اہل حق روادری
برے نظیر و مثالی کتب اسکے تحت آجائیں ، منطق و فلسفہ سیر و بیاج
و جغرافیہ کو مد نظر رکھا جائے

لے دینیات علم کلام میں نہایت الفلاسفہ ، ابن رشد
کی بعض تطایف شرح مقاصد ، شرح تجربہ اور شرح مواقف
کو داخل نصاب رکھا جائے ، تہذیب الاخلاق تزکیہ نفس ، علم تصوف
میں مزاجی مواقف کے لئے ، معارف المعارف ، اعیان العلوم کے کچھ
حصے ، اس نوعیت کی دیگر مایہ ناز کتابیں داخل نصاب کی جائیں
کسی غن کی مطلوب کتابیں جو ہماری کامی اور ناداری کی وجہ سے
مفقور ہوئی جا رہی ہے اسکو از سر نو زندہ کیا جائے ، عالم اسلام
کے بڑے ادارے خصوصاً جامعہ اظہر کے مھوثر نصاب درس کے مطابق

۱۔ تاریخ دارالعلوم ص ۸۱ ، ۸۲

۲۔ تاریخ دارالعلوم

۳۔ رعداد نوریہ العلماء ، جسے انتظامی

ایک جدید نصاب درس مرتب کیا جائے^۱
 طلبہ مابین ہم آہنگی برقرار رکھتے ہوئے دارالمبائنہ
 میں اکی شرکت بلا چوں و چرا ردم خوار دیا جائے۔ اردو عربی زبان
 و ادب پر طلبہ کی مہارت اور خطابی مشق پر کافی زور دیا جائے، باہم
 گفت شنید، عربی نصاب کے مطالعہ، اصلاحات، محاورات پر مطلع
 ملا سلاصہ، دیگر ممالک کے حالات و واقعات پر گہری نظر رکھنے کی ہرزور
 تلقین کی جائے، وعظ و نصیحت علمی مباحثے، طرز نگارش سے دلچسپی اور
 انشا پرواز می پر طلبہ کو مجبور کیا جائے، نادار طلبہ کے لئے وظائف
 ایٹمانات میں کسی قسم کے شاہلی عدم رعایت کو ملحوظ رکھا جائے
 درجہ عالیہ کے پرچے عربی زبان میں کرنے ہونگے تحریری امتحان کے ساتھ
 قوت مطالعہ قابلیت و صلاحیت کا بھی جائزہ لیا جائے، اپنے علوم و فنون
 کے فارغین طلبہ کے انکو خفیہ حفر محدث یا معلم کا خطاب دیا جائے
 اسکے لئے باضابطہ اسناد فراہم کئے جائیں، اعلیٰ تعلیم ہرزور تکمیل علم و فن
 کے طرف رجہری اور ہمت اغزائی کی طلبہ آرام کے اندر عالی طرح
 دلیری ادلول العز می عقائی حوصلے سیمابی نگاہیں بیدار کی جائیں،
 خصوصاً "علم دینیہ میں کمال کرنا پیدا کیا جائے تاکہ کفر الحاد و حریت

خلع منع اور تیز و تند ہر کام کا روتھما ممکن ہو لے
 اس قسم کے دارالعلوم کے لئے مجوزہ اجمالی خاکہ
 مذکورہ بالا تجاویز کی پایہ تکمیل کے لئے بیش بہا لاگت میں جس
 مقدار رقم کی ضرورت ہے وہ کم از کم دس لاکھ تک پہنچنی ہے ،
 اس قسم کے معیاری سرمائے کے لئے قوم و ملت کے معقول طبقہ
 حاضر ہے ، روپے اور سرمائے کے تمام مراحل اتنے دشوار گزار نہیں
 ہیں صرف قومی ہمدردی اور علم دین کی ترقی کے لئے مجاہدانہ
 روش دلیری اور غلہ انگیزی اقدام کی ضرورت ہے ۲

رفع نزاع باہمی مسلمانوں کا آپسی اتحاد

۱۔ ندوۃ العلماء کا حقیق مسلمانوں کے اسباب و زوال کی تحقیق و تفتیش
 غیر شرعی قوم و ملت کو غیر شرعی اور جرمانہ اقدام سے روکنے
 مدارس و کتاب کی نگرانی ، امت اسلامیہ کی از سر نو تشکیل عہدہ
 کی یہ آخری کوشش تھی یہ بار آور ثابت ہوئی اس مثبت
 تحریک سے امت اسلامیہ کو بڑا عائدہ پہنچا دن بدن مسلمانوں

۱۔ سیرت مولانا محمد علی گیسوی ص ۵۲ ، ۱۴۹

۲۔ روداد عہدہ انتظامی ندوۃ العلماء

۳۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۸۴ ، ۸۵ ، ۸۷

کے اندر بے راہ روی ہر روک مقام ہے جہاں اسراف . دہنی مہتاب
 و مدارس کی تنظیم جدید ، نئے اداروں کا قیام ، اسلامی ورثہ کو
 بچانے کا عزم ، پختہ ہوا ، مسلمانوں کے مابین آہستی اتحاد و اتفاق
 فی سبیل اللہ اعلیٰ مکتبہ اللہ کا علم صدیہ بیدار ہوا ہر خاص و عام
 خاص کر علماء کرام نے اپنے تمام اختلاف کو پس پشت ڈال کر اس
 عالمی تحریک کی صدائے بازگشت پر بے جوں و چرا لبیک کہا ،
 بارشِ حیات و بے ریش حیات ، دیوبندی بریلوی وغیرہ
 مقلد کے زعم میں لڑنے پھرنے والوں کو اس میدان میں باہم ،
 شبر و شکر ہونے دیکھا ہے

ہنان رنگ بو کو چھوڑ کر امت میں گم ہو جا
 نہ ایرانی رہے باقی نہ طورانی رہے باقی

صاحب کمال فضلاء کی ضرورت ہے :- جہاں تک جلسے اجلاس

کا تعلق ہے خاص و عام کی خواہش ہوئی یہ اجلاس ہمارے علاقے
 میں منعقد ہو ، مگر مجلس انتظامیہ کے صلاح مشورے سے یہ اجلاس
 کلکتہ میں ہونا طے پایا ، مگر بعض وجوہات کے بنا پر مولانا خلیل الرحمن

صاحب سہارنپوری اور مولانا سید اشفاق صاحب ڈپٹی کمشنر وغیرہ کے
رائے سے یہ اجلاس بریلی میں ہونا طے پایا، اس موقع پر مولانا شاہ
نے فرمایا تھا صاحبوں پہلوں کی طرح، ندوۃ العلماء آج بھی
چاہتا ہے ہم صاحب کمال پیدا ہوں، ندوہ کو فکر ہے کہ ہمارے قوم
میں علوم عالیہ نہ جانے پائے مولانا عدم صاحب، ہوشیار پور میں
نے فرمایا، اے

ندوہ کا کارہائے نمایاں، ذمی خیم لوگوں کے سامنے
قابلِ قدر اور با عظمت ہے، بھلے کو رائے عقل و فکر والے اسے نہ
پسند کرتے ہوں، آج مسلمانوں کی علمی منزل حاد با میں کسی شخص
کو کلام نہیں ہے، اس صورت میں ضرور اس بات کا خواہش مند
تھا کہ ایک دارالعلوم ایسا قائم کیا جائے کہ مسلمانوں کی اس بلد
کو دفع کرے، ہم مسلمانوں کی غیاظیوں سے امید ہے کہ یہ
دارالعلوم جلد قائم ہوگا، اے

اس دارالعلوم کے وقت نرنے عقل و فکر کے پیداوار
طبقة کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا، مدرسوں کی تعداد تو بہت
ہے اس ایک اضافی مدرسے کی آخر ضرورت کیا ہے، یہ کیا انوکھی بات

آج عربی کی کیا قدر ہے آج یہ ہمارے کیا کام آسکتی ہے ان تمام اشکال کو بڑے ٹھنڈے دل سے سوچنے کی ضرورت ہے ، نفس بڑا مکار ہے بہانہ بنالیتی ہے ، ہماری غم پر زمانہ میں ایک ایسی ہی جماعت کا حشناقی رہی ہے جو اس امت کی قیادت کرے اسلامی ورثہ کو بچائے ، علم دین کو زندہ رکھے ، اس دارالعلوم کے عظام کے سامنے ایک مرکزی کتب خانہ کی ضرورت ہے ، اس کے علم دین کی بقا ممکن نہیں ہے

تحریک ندوۃ العلماء سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ

۱۔ آج یورپ کے منت نئے ایجادات کے ساتھ دھڑکتے ہوئے پیریت کھلے منہ سے سائے ، جیسی بے راہ روی کے عفریت ، ہر گز ساہنہ نہیں دے ، مسلمانانِ عالم اپنی نامعقبت اندیشی سے اس دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں ، آج مقلدیت ، شعیت و بریلویت ہمارے لئے اتنا بڑا خطرہ نہیں ہے ، جتنا کہ دھڑکتے ، آج غمخیز لڑکچہ کا سید بامدنا آ رہا ہے ، معرکہ ، حمیمہ کی غلط روش اب بھی ہماری ہے برادرانِ وطن کے معاندانہ روش نہیں ہے

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء ، ۶۲ ، ۶۳

۲۔ رد ، ص ۱۶۵

۳۔ اسلامیہ و غیرہ تنظیمات

۱۔ آج علماء اسلام کی علمی ترقی کا یہ عالم ہے کہ ہمارے مذہب کے کمزور اہلویہ
 واقف ہے، ان کے اندر رائے برہت دکھانے بات کو بشکریہ بنانے کی
 مافوق الفطرت صلاحیت موجود ہے، ان کی ریشہ دوانی کے خلد ف
 ہمارے پاس نہ کوئی علمی محققانہ جواب ہے نہ اس کا کوئی موثر طریقہ ہے
 اس صہوش میں ہمارا کیا انجام ہوگا اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اس وقت
 یہ وقت کا بہترین تقاضا ہے کہ ایک مرکزی دارالعلوم کا قیام عمل
 میں آئے، کمزور اتحاد اصلاح نصاب اور رفع نزاع باہمی کو فروغ
 دے

۲۔ آج مسلمانوں کی تعمیر و ترقی خلد و بہبود کا مدار صرف
 اسی دو اہلوں پر قائم ہے، تحریک ندوۃ العلماء کا قطعی یہ مقصد نہیں
 کہ شیعہ سنی مقلد و غیرہ کے مابین مذہبی و نظریاتی تبادلات پیدا کی جائے
 اور قائم و اعمال کا حقیقی روح جاتی رہے، سنی برادری شیعیت
 مقلوبت میں تبدیل ہو جائے یا مذہب کو باطل سمجھیں ہرگز نہیں
 نیر اس کا یہ مقصد نہیں کہ تمام فرقہ مدھیہ و مسلما متحد ہو جائے
 اس کا قطعی امکان نہیں، صرف مقصد یہ ہے کہ نزاع باہمی دور ہو
 جائے جو اسلام کے مرکزی چشم پر بدنام داغ، اور علمی و اخلاقی زندگی میں

۱۔ خلافت ابوالکلام آزاد

۲۔ سیرت محمد علی شگری ص ۱۵۱

۳۔ مقاصد ندوۃ العلماء مرزا حیرت دہلوی ص ۱۴

سنے بڑی رکاوٹ ہیں اسوقت بائیانِ رام دوز بستگان ندوۃ کو
 سب سے بڑی ٹکری رہی ہے کہ آج مسیحی یورپ جدید ترین اسکولوں
 سے لیسٹ ہر طرف عیسائی مشینوں کا جال پھیل رہا ہے لہٰذا اس
 برصغیر کے دینِ مسیح کے تبلیغ و اشاعت کے لئے تقسیم کر رکھا ہے
 مثلاً پنجاب، اسمٹ لینڈ میں ہر سری چرچ، راج پوتانہ اور
 ہندوستان میں ابر لینڈ کا رومن کیتھولک سماجی و مغربی ہندوستان
 میں منھ ڈیسٹ چرچ سرگرم عمل ہے، ہندوستان کا کوئی خطہ ایسے
 شری سے محفوظ نہیں کہ ان کے بے شمار سفاکان، پرنٹنگ پریس پھنت
 و جہت کار خانے اور مذہبی اسکول کے جال پھیلے ہوئے ہیں۔

دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں اسکا مشق نہ
 پایا جاتا ہو، اس باطل قوم کی یہ سرگرمی علماء اسلام کی قوم کے لئے لائق
 ہے، اس میں ندوۃ العلماء کا بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ ان باطل رشتوں
 کے خلاف صف آرا رہے۔

مخالفت کا طوفان :- ندوۃ العلماء کے اس شہسوار احمد

کا انعقاد ایک ایسے شہر میں ہو جہاں

مخالفتِ ندوۃ العلماء کا نہایت خطرناک مرکز تھا، مولانا رضا خاں صاحب بریلوی

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء، ۱۶۲

۲۔ میرٹ محمد علی سنگری ص ۹۹، ۱۰۵

۳۔ رواد ندوۃ العلماء

اس متحدہ محاذ کے لیڈر تھے، انہوں نے ندوۃ العلماء کے خلاف سخت مخالفت کی جس کا کھار کھی تھی یہ وقت ارکان ندوۃ کے لیے بڑا آزمائش تھا، مگر انہوں نے بڑی شجاعت و ہمت سے اس مخالفت کا سامنا کیا اور مولانا محمد علی مونگیری نے بڑی محبت و ہر فصوص و انشوری کے ساتھ مولانا موصوف کو لکھا کہ آپ اپنی روش کو چھوڑ دیں بلکہ اس سے ہمارے اسلام دین و ایمان پر ضرب پڑتی ہے مولانا خدا کے واسطے ذرا غور کیجئے، دشمنان دین کو اپنے پاک مذہب پر غصے کا موقع نہ دیجئے بلکہ

ایک اور صاحب و مباحث، مخالفین کے گمراہ کن اعتراضات

کا جواب اس انداز سے دے رہے ہیں۔

” لیجئے آپ حق پر ہیں، ہمارے لغزشوں کا حشفانہ طور پر امداد کیجئے، جو کچھ ہم سے لغزشیں ہوئیں ہیں اور آئندہ ہونگی ہم کو اس پر قطعی اصرار نہیں، مگر اب روٹو کر نہ بیٹھئے، ملے اور بردار خیر شگالی کو فروغ دیجئے، تاکہ قلبی صفائی ہو جائے۔“
مخالفین ندوۃ کے خیالات میں سرخبرست مولانا رضا گدھا
ہاں صاحب، مولانا نفیر احمد صاحب راہپوری اور مولانا عبدالقادر صاحب

۱۔ ”مارچ ندوۃ العلماء ۱۷۲ ص

۲۔ ”

۳۔ مراسلات و سنت ندوۃ ص ۱۶

۴۔ ہدایت اللطبار ص ۱

بدایونی یہ وہ نادر شخصیات تھے جو ملت اسلامیہ ہند پر کے مابین
 وصل کے بجائے فصل، اتحاد و اتفاق کے بجائے اصلاح و اختراق
 برادرانہ رواداری کے بجائے معاندانہ اور رقیبانہ رویے کو اپنایا
 دشنام طراری، پوسٹر بازی سلسلہ شروع کر دیا کہ لوگوں کی
 عفتیں ویران ہو گئیں، اسوغت مخالفین ندوۃ کے جرائد و رسائل
 ناشائستہ اور غیر مہذب خاتون بٹے ہوئے تھے، چنانچہ ان غیر
 مہذب ناموں ہی سے انکے رفتار و گفتار کا اندازہ لگایا جاسکتا
 مدافعی و وجدان کی کیفیت معلوم کی جاسکتی، مثلاً، جٹوہ، خردو،
 سٹوہ، خردو، زید انکی گٹھیا ہر غریب تحریر انکے پڑھنے اور ملاحظہ
 کرنے کی غلطی حاجت نہیں

پھر بھی ایک کلام منظوم مدافطہ کیجئے،

جو صومین صندلست یہ بنائے ندوۃ

کیا زمانے کو راہ راست پر لائے ندوۃ

بیر نیچر کی یہ شعبہ بازی

اگر لگ جائے ۱۷۱ سے بھار میر مجاہدۃ ۳۷

ایک اور نمونہ تحریر مدافطہ ہو

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء، ۱۷۵

۲۔ جدوۃ لرحوم، حزاب دارالندوۃ ص ۳۲

اب تمام کتب ندوۃ معصودہ بالاستیعاب ملاحظہ ہوں

آپ پروردہ عیاں ہو جائے اس کا ماروا نہان کس قدر اہل سنت سے کی گئی ہے ترک مذہب و افتیاء و عربیت کی کھلی دعوت دی گئی ہے

مذہب و سنت و ائمہ اہل سنت کی صریح توہین کی گئی ہے مخالفین کی اس ریشہ دوانی اور رخصۂ اندازی کے اس پر آشوب حالات میں مابینان و اراکین ندوۃ نے بڑی ہوش و گوش سے کام لیا کافی سعی و جہاںات بھی لگے مگر ہوا یہ کہ جب ظالم کی بگڑتی سے نیت تو نہیں کام دہتی ہے دلیل و محبت ان نام و نہاد علماء کو مسلمانان عالم کی زبوں حالی معلوم دینے سے بے بہرہ

مصابرہ خائفوں کی ویرانی، مذہبی اصول و ضوابط، شرعی احکام سے انحراف سے غلطی مکر نہیں ہے سماج عیسائی مشینری، مشینری کے بیہم حملوں کی کوئی فیر نہیں، اور فیر بھی کہاں سے ہو، جبکہ برادران اسلام کے مابین محاصرے سے انکو فرصت نہیں یہ ہمیشہ اس خیال پر مضر ہے، ندوۃ علماء، مسلم فرستہ بالمدہ معمول و رکت ہے یہ شعبہ سنی، دیوبندی و بابی، نیچر می مقلد اور فیر مقلد کے مابین رفع نزاع باہمی آپسی اتحاد پر کوشاں ہیں، یہ آگئی گمراہ کن روشن ہے، یہ بات غفہی مذہب و ملت کو ترک کئے بغیر ممکن نہیں ہے

مخالفین کے اس کردہ نے بہشتان قرازی بددیانتی اور بہت مبالغہ آرائی سے

۱ - تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۷۴ ، ۱۷۵

۲ - مقاصد ص ۱۳

۳ - اتحاد المجہ ص ۳

۴ - تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۷۵

کام لیا، مٹوئے بھی چھکایا، ہر خاص و عام کو اس تحریک کے خلاف، وغلبہ
 یہ خیال پھیلایا کہ ندوۃ العلماء کی اتباع کفر ہے اے

علماء حق نے بڑی دیدہ کادی سے اس طوفانی کماخی اور
بلد فیز سیدہ کا سد باب کیا اس خوفناک تحریک کی حمایت و حفاظت میں
ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ مخالفین کی اس عتوے ہازی کا اثر بغداد اور
عراق تک پہنچا مگر ناپید و غیبی کالجوالیا انتظام ہوا کہ یہ سرگرداں
نہ خدا ہی رہا نہ وصال ص ۷۲

منزید اس صورت حال کو دیکھ کر حاجی امداد اللہ بہار
 مکی ندوۃ العلماء کی بھرپور تائید کی اس ہر خطر حالات میں عظیم تحریک
 ندوۃ کو امداد غیبی سے تعبیر کیا مگر ان مخالفین کی بدقسمتی کا یہ عالم رہا
 غیر قوموں کو شائبہ کا موقع دیا۔ خدا ان حاسدین کی بغض و عداوت
 سے اس چمن بہار کی حفاظت فرمائے ^{رحمۃ} یہ محجب الثفاق سے ندوۃ العلماء
 تحریک کا آغاز ہوا، مخالفین کمر بستہ ہوئے، ریشہ دوانی کا سر لسی کی
 وہ پالیسی اختیار کی، جو ان کا طرہ امتیاز رہا، یہ ایسا موقع تھا،
 جہاں بڑے بڑے سوراخوں کے پیر پھسل جائے جہاں راسیات بھی
 لغزش بر انداز ہو جاتا تھا ^{رحمۃ} مگر بانیان ندوۃ العلماء کا مخرم مصمم

١- تحفة محمد بن حماد الدروبي

1. 4. 0, = 2

مسد - انعام المحم ص ٢

٢ - لا ينج نوحه ١٤٧

تو دیکھئے ثبات قدمی کا دامن ہاتھ سے نہیں گیا اس رقیبانہ مخالفت کو اپنے حق میں ٹپک خال سمجھا، اپنی اعاز کردہ تحریک سے آفر دم اند چمٹے رہے اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے تاہم مخالفین کی اس روش کو دیکھو بابیان ندوہ یہ احساس ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور خاں بدایونی کی اس عزم کی بے نیکی مخالفت سے ندوۃ العلماء کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا^۱ یہ بات بھی نہایت قابل غور ہے کہ خاں بدایونی اور شیخ بریلوی یہ دونوں وہ حضرات ہیں جنکے تیز و طرار بے زبان کلام زبان سے سلف صالحین نہیں محفوظ رہے^۲ چنانچہ شیخ المشائخ حضرت عبدالغفریز اور حضرت امجد شاہ ولی اللہ اور شیخ ملام محمد ثانی الف ثانی کی شان میں جس طرح زبان درازی کی وہ قابل نفرت ہے، میر رشد حورنا رشید احمد سنگو ہی اور مولانا حاکم نانوتوی اور عبدالحی کی تکفیر انکی ذہنی خلجان دیوانہ پن کا بدترین نتیجہ ہے انکے رفتار و رفتار دماغی الجھنے امت مسلمہ کے حق میں یہ ثابت کر دیا کہ انکا ہر اقلہ قدم لغزش میں ہے، لہٰذا انکو جلدی ذہنی و فکر طور ضرور معذور سمجھئے^۳

ارکان تحریک ندوہ کی استقامت^۴ ندوۃ العلماء کا جو چوتھا اجلاس ۲۱ / ۲۲ / ۲۳ مارچ ۱۸۹۷ء

۱۔ مراسلات سنت ندوہ ص ۶

۲۔ جدولہ لرحوم احوال دارالعلوم

۳۔ انعام الحجۃ الندوہ ص ۷

۴۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۷۱

بروز جمعہ حیرکو میں منتقل ہوا۔ مولانا لطف اللہ صاحب ضلعی عدالت مالہ
حیدرآباد دکن نے کرسی صدارت کو زینت بخشی، افتتاحی کلمات کیے،
اس بات کا تاثر دیا، اے

آج زمانہ اب ہلٹا کھایا کہ اہل علم اور صاحب فضل کمال
کا علمی نقش باقی نہ رہا، اب نہ وہ علم ہے اور نہ علمی مے خانے
نہ فضل و کمال، اسکا لازمی نتیجہ ہے کہ پوری قوم جہل و کرب میں مبتلا ہے
ان حالات میں ندوۃ العلماء کا حقیقہ نوعین الہی ہو سکتی ہے، سراپا
عدالت کا روشن منظر ہے مفسر۔ خاطر انسان کو یہاں روحانی جلد
ملتی ہے، عدالت خلق اللہ کا عمدہ راہ ہے، افسوس کہ بعض ناواقف
اندریش بدخواہان ملت نے مخالفت کو ترجیح دی ہے، اس ریشہ
دوانی کا مسموم اثر دور دور تک پہنچا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ بلا فیر مخالفت کا وہ طوفان اس شدت
سے اٹھا تھا کہ تصور نہیں کیا جاسکتا، اسکا سخت اندیشہ پیدا ہو گیا تھا
کہ کہیں شدید مخالفت کی یہ راگ علماء ربانین کے اس نوبت نشین
کو نہ جلا دے، یہ بھی حقیقت ہے کہ اس مسموم مضامین اس نوبت نشین
کی بغاوت تقریباً دشوار تھا، ستر بلدیان تحریک کی عزم مصمم نو دیکھے

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء، ۱۷۹

۲۔

۳۔ ندوۃ العلماء اجلاس چہارم

۴۔ تاریخ ر۔ ۱۸۲، ۱۸۳

ہائے استقامت سے تمام تر مخالفانہ شدت کو ٹھکرائے چلے گئے اور یہ
ثابت کر دکھایا کہ

باطل سے دینے والے اے آسماں میں ہم

مبارک رکھتا ہے تو امتحان ہمارا

جوں جوں ندوۃ العلماء نے ترقی کے منازل طے کئے مخالفین
کا پارہ ٹھنڈا ہوتا چلے گیا، مزید کرم یہ ہوا کہ اس تحریک کی حمایت
میں مختلف انجمنیں وجود میں آئیں

اس کی تائید و توثیق میں معین الندوۃ لاہور، معین الندوۃ
پٹنہ، معین الندوۃ غازی پور وغیرہ کا عظام محل میں آیا، ان شرکائے
انجمن کی دلی و قلبی خواہش تھی، تحریک ندوۃ ایک فن اور درفت کی
طرح مستحکم اور مضبوط ہو جائے، ان عزیزان ملت کا پارا اردہ
مفاد کہ یہ عظیم الشان کام ہے، امت کی وجود و بقا اس قسم کے نش
گاہوں پر منحصر ہے، لہٰذا اس کا استحکام بھی لائق شان ہونا چاہیے
ان اداروں سے صرف امید کی جاسکتی ہے کہ، اپنی شان رفعت، دلربائی
اور علمی کامرناموں سے عالم کو مسحور کر دے

اس چوتھے اجلاس میں مولانا شاہ سلیمان مغلوار دی نے

۱ - سیرت محمد علی مونگیری

۵ - سیرت محمد علی مونگیری، ص ۱۷۱

۲ - مقاصد ندوۃ العلماء، ص ۱۲ تا ۱۵

۳ - حامیان و مدافعان ندوۃ العلماء کے لئے ص ۲

۴ - رواد اجلاس

دولہ انگیز نذر بر کی ، اور کہا کہ سید کو نبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کا ایک باغ ہے جس کے مال ابو بکر و عمر ، عثمان و حدیب ، صدق و ثقی
 ثوبہ استغفار اس باغ کا بھلدار درخت ہے ، صحابہ کرام اور ان کے
 جہاں نثار مخلصین نے اس باغ کی آبیاری کی ، ان کے سنہرے گلے
 کو پورے عالم میں پہنچا دیا ، ان کی عطر بنریوں سے مسکن موعظ کیا
 اور یہ ثابت کیا کہ اسلام ہی حق ہے اور ان کے خدشہ سب باطل
 صدق و ثقی ، ثوبہ و استغفار ، اخادبت ہی اس کا ابدی پیغام ہے
 یہ خدا کا ابدی وازی پیغام ہے ، اسی میں اس عالم کی وجود و بقا
 کا راز مضمر ہے ، اس کے گود میں کائنات کی لازوال نعمت آسمانی
 ہے ، لاشانی کتاب ہے قسمتِ ذہنی انسان کے لئے یہ سرچشمہ حیات
 معدیت کا روشن منظر ہے ، تمام مخلوق اللہ کے در کے بھکاری
 ہیں حضور مآنان ، اربہ خدا کے عصیت سے بچنا چاہیں تو اس کی پیروی
 ان کے لئے ضمانت ہے ۔

مگر آج بادِ سکوم کی ان سکوم جھلکوں سے اس چمن بہار
 کی ہریالی مجلس کر رہ گئی ہے ، ان جہاں نثار صحابہ کرام کے جلوہ ہر
 ایک اور قیمتی دولت تھی ، وہ حقیقی علم کا باغ تھا

۱- تاریخ ندوۃ العلماء ۱۱۶ ، ۱۱۷

۲- رحوۃ ندوۃ العلماء ص ۵۰ ، ۵۲ ، ۵۷

مگر یہ بھی اب خزاں رسیدہ بہار ہے برگ و سبز ہو کر رہ گیا ہے
 آج ہم اپنے محفلوں کو روشن کرنے مگر اپنی دل کی اندھیلی
 کے لئے کوئی چراغ نہیں جلدے، آج ہماری تمام تر روشن برترین
 جہالت پر مبنی ہے آج صحابہ کرام کے اس علمی باغ کا ویرانہ پن ہماری
 دن بدن تساہی دہنی علمی فکری انحراف اسکا لازمی اثر ہے اسکا یہیں
 اقرار ہے لہٰذا ندوۃ العلماء کی آبیاری جان و دل سے ہونی چاہئے^۱
 سکہ اس چوتھے اجلاس میں مختلف تجاویز ہونی پاس ہوئی
 اسمیں خاں ذر تجویز بہ نئی کہ اہل سنت سے اختلاف رکھنے والے
 حضرات کو تحریک ندوۃ میں شریک نہ کیا جائے، مگر بہت غور و فکر کے
 بعد اتفاق رائے اس بات پر قائم ہوئی، کسی بھی مخالفت شخص کو
 کار ندوۃ میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اگر کوئی شخص اپنے نظریاتی
 اصطلاحات سے بالکل تر ہو کر شرف و کرم جہاد و لو آپ حاصل کرنا
 چاہے اور شریک کار ہونا چاہے تو اسکی قدم کاوش کسی حد تک مقبول ہو
 سکتی ہے، اس جلسے میں حارمی اسطیع صاحب ضیاء ہلی نے یہ رائے پیش
 کی و اسیان اعدو سلطنت دارالعلوم کے خارج التحصیل، سند باغیہ گمان
 طلبہ کو اپنی ریاست میں جگہ دے تاکہ رؤساؤں کو لائق دیندار

۱ - تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۸۱، ۱۸۹، ۱۸۶

۲ - مقالات احوال اسلام آزاد

۳ - تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۸۶، ۱۸۹، ۱۹۰

عہد داران میسر آئیں، قاری محمد شاہ بدایونی نے یہ تحریک پیش کی
جدید انگریزی طلبہ علوم اسلامیہ سے بے بہرہ ہیں انکو وظائف دے کر
علوم اسلامیہ کے طرف کھینچا جاسکتا ہے، ممالک غیر اشاعت اسلام کے
لے بھیجا جاسکتا ہے، اے

چنانچہ علماء اہل حق نے اس تجویز کی پرزور تائید کی
اور یہ بالاتفاق منظور ہوئی، منشی اندر حسین تحریک ندوہ کی روز افزوں
نمبر و نفعی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے ۲۷

اے جبر اس سے مانگے مل مل کے بہ دعا - ہم کو وہ کامیابی دے کہ خدا
ندوہ کی کوششوں کا جو چرچا جا بجا - جاوے طرف سے آنے لگے بس یہی
دعوت آفتاب ماحلوہ دکھادیا - قلمروں نے مل کر دیکھو نور یا ہادیہ

۱۔ روداد اجلاس چہارم ص ۵۲

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۹۵

۳۔ // ص ۱۹۰

انگریزی اسکول کالج میں مذہبی تعلیم کا عدم رواج اور ایک دارالعلوم کی ضرورت :-

لے یہ بات مسلم ہے کہ سامراجی علیہ تسلط کے بعد اسلامیان ہند کی نوعیت بدل گئی۔ انگریزی جدت پسندی فحش لٹریچر کا سیلاب ملک کے اسلامی افکار کو مسح کر کے رکھ دیا تھا۔ مذہبی تعلیم میں جو فراہمیاں آگئیں تھیں وہ دن بدن رستا بار ہا تھا۔ اس کے اصلاح کی بروقت جو کوشش اختیار کی گئی وہ کامیاب ثابت نہیں ہوئی، اس راہ عمل میں جو کئی ادارے بڑے آب و تاب کے ساتھ نمودار ہوئے بے دم ہو کر رہ گئے، اسلامیان ہند کے اندر اب وہ جو ہر مدافعانِ صلابت باقی نہ رہی جو کئی موجود تھی، بڑے بڑے مجاہد ملت اس فاعثِ سیلاب سے نتیجہ ازمائی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے بالآخر، نواب و غار الملک صاحب کی کوشش کامیاب ہوئی، اس سلسلے میں انھوں نے بڑے کدو کاٹش کئے نئی نال جا کر رہے، ایک حد تک کامیاب ہوئے، گورنمنٹ نے صرف ہفتہ میں دو بار نصف گھنٹہ مذہبی تعلیم کے مؤثر کیا، اس کا انتظام و انعام نصاب درس تغیر و زہیم مسلمانوں کے پائیزہ جذبات پر رکھا ہے لہٰذا اس کا ماریاے نمایا

انجام کے پیش نظر سلمان حصار کو نواب و تھانہ مالک صاحب کا حد درجہ
شکر گزار ہونا چاہئے، مگر چونکہ مذہبی تعلیم کے لئے ہفتے میں صرف دو
بار نصف گھنٹے ناکافی تھے، یہ بات بھی مسلم تھی کہ ایک جدید مایہ ناز
دارالعلوم کی سمیت ضرورت ہے لے

مگر اس قسم کا مسئلہ زیر بحث تھا کہ اس دارالعلوم ماقیم
آخر کہاں ہونا چاہئے، مولانا عبدالحق صاحب صفائی کی رائے تھی دارالسلطنہ
دہلی اس لئے سب سے زیادہ موزوں و بہتر ہے، چونکہ مقام دہلی علمی و ادبی
حفاظاتی حالات، محل وقوع کے اعتبار سے علم و فن کا مرکز ہے
یہاں کی سرزمین زرخیز ہے علم و حکمت کی قدر و منزلت دینی وضع داری
یہاں کے آب و ہوا میں علم کا خاص اثر ہے اس لئے اس عظیم الشان
ادارہ کا حیات یہاں ہونا چاہئے، مولانا سید محمد شاہ محدث راہپوری
نے اسکی پرزور تائید فرمائی، اور فرمایا کہ دہلی اولیاء کرام کا گہوارہ
ہے، ہزاروں علماء کرام کی جد خاکی اس سرزمین میں دفن ہے
لہذا اس قسم کی علمی درس گاہوں کو یہاں ہونا چاہئے، مگر مولانا
شاہ پھلواردی نے بھی اسی رائے دی کہ اظہار کیا^{۴۳} اور فرمایا کہ میں مولانا
عبدالحق صاحب کی رائے کا نہ دل سے معترف ہوں^{۴۴} مگر سوال اس بات کا

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء ۱۹۲۰ء

۲۔ اجلاس دارالعلوم ندوۃ العلماء چارم ص ۴۶، ۵۰، ۵۲

۳۔ تاریخ ندوۃ العلماء ۱۹۲۰ء

۴۔ روداد ندوۃ العلماء اجلاس چارم ص ۴۱، ۵۲

۵۔ تاریخ ندوۃ العلماء ۱۹۲۰ء، ۱۹۲۱ء

ہے کہ اس دارالعلوم کا قیام اسی مقام پر ہونا چاہئے جہاں فقط صحت کے لئے مناسب آب و ہوا کے قدرتی انتظام ہو لکھنؤ اس کے لئے زیادہ مناسب ہے، یہاں قیام ندوہ سے عظیم فائدہ یہ ہوگا کہ گردنواح کے مسلم رؤسائے کثرت سے اسکی خاطر خواہ اعانت ہوگی اے

تجویز مقام دارالعلوم :- مدوۃ العلماء کا قیام کئی برس پہلے عمل میں آچکا تھا، مگر جدید مہتمم بالشان

دارالعلوم کا دیرینہ خواب ابھی باقی تھا، بل و جہ کی تاخیر سے اس کی شدت وہ طلب بڑھتی جا رہی تھی، اس شدت ٹرپ کو دیکھ کر، حبیب الرحمن شیردانی نے یہ تجویز رکھی کہ اب اس مہتمم کا دارالعلوم کا قیام عمل میں آجانا چاہئے، مگر اب صورت حال یہ ہے کہ کافی عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ہم اس تحریک کا خاص اثر دہلی میں نہیں پائے، ہم سے اکثر حضرات وہاں عملی کارروائی کرنے سے قاصر ہیں، لہٰذا افسوس دہشت کے ساتھ دہلی اور شاہجہاں پور میں اس دارالعلوم کے خیال کو ترک کر دینا چاہئے، میری ناخوش رائے ہے کہ اسے قیام کے لئے لکھنؤ زیادہ مناسب ہے،

بالآخر رائے عامہ ہمدار کر کے لکھنؤ اسے قیام کا غیصہ کیا۔ اور یہاں
اسکی بنیاد ڈال دی جب یہ خبر دور دراز لوگوں کے کانوں تک پہنچی
تو اکثر خاص و عام۔ علمدار دروڑسا کے مسلمانوں نے اپنی دلی خوشی
کا اظہار کیا، انجمن یا اسدیہ، خصوصاً انجمن حمایت الاسلامیہ لاہور
محمدن رجسٹریشن کانسولس نے اپنے پرنسپل جسوں میں لکھنؤ اس کے
سند بنیاد سے اتفاق کیا ہے

مولانا حبیب الرحمن صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ دارالعلوم
کے ابتدائی درجے بڑے وسیع پیمانے پر کھولے جائیں مولانا عبدالحق صاحب
نے اسکی پرزور تائید کی ہے

اس سلسلے میں منشی احتشام علی کاکوروی نے بڑے جد جہد
کی، خاتون منزل نامی عمارت بمقام گولہ گنج ۹۱ ہزار روپے میں خرید
کر تحریک ندوۃ کے حوالے کر دی، اب تک تو تحریک کی کرزی دفتر کمانپور
ہی میں تھی مگر اب یہ لکھنؤ میں منتقل ہو گئی ہے

تحریک ندوۃ العلماء اور اسکا روحانی سلسلہ :-

تحریک ندوۃ العلماء اور اسکا روحانی سلسلہ، حضرت شاہ و علی اللہ، مولانا شاہ

۱- تاریخ ندوۃ العلماء ۱۹۴۲ء ص ۷

۲- ” ” ص ۲۰۵

۳- سیرت محمد علی منبری ص ۱۹۱

۴- تعداد ندوۃ العلماء ص ۴۶، ۵۲

فضل الرحمن گنج مراد آبادی، اور شیخ حاجی اسد اللہ مکی کے علمی خاندان سے
 اور ہم منہج السنائے کا ایک کرن ہیں یہ تحریک ندوۃ آج ہندوستانی
 مسلمانوں کا روحانی مرکز عقیدے کا مظہر، علم و فن کا مکتب، نور معرفت
 کا مخزن ہے، روز اول سے اسکا یہ امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے کبھی
 تصادم کے روپے کو نہیں اپنایا تاہم اسماعیلی علیہ واسشہاد حلاکت
 سور مظالم کو کبھی برداشت نہیں کیا، محبان وطن کے ساتھ جنگ آزادی
 عزم میں حصہ لیا خود داری، عدم استغناء، دچاپلوسی کے راہ کو
 اپنایا، جدید جہاد اور جائز و سنی ہمیشہ اسکا شعار رہا ہے
 اگرچہ اس تحریک کے المبردار اس ملت کے وہ چند حضرات
 ہیں جو ناموافق حالات کے پیش نظر، بد نصیبی سے قوم کی غیر مناسب
 اس پر پڑنے لگی، تاہم وہ عند اللہ محرز مقرب ہیں
 اسلامی عقائد کے پیش نظر بائیان کرام تحریک نے جن خیالات
 و نظریات و افکار کو اپنایا ہے وہ فکر مستقیم پر مبنی اور حقیقت پسندی
 کا آئینہ دار ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ کچھ غمی اور کورانہ تقلید حضرات
 کے سمجھ سے بالاتر ہوں، اس تحریک کو غلطی ضرورت نہیں کہ یہ آئینہ
 نظر انسانوں کے خیالات کی نہ میں دب کر رہ جائے، بلکہ

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء، ص ۱۱۶ ۱۱۷

۲۔ تحریک ندوۃ العلماء

۳۔ تیسرے جلد ۱۹۹۰ء

تحریکِ ندوۃ العلماء کی حیثیت خالص مذہبی اور دینی ہے۔ یہاں جوہر سازی ہوتی ہے، یہ شکم پروری کا کوئی میدان نہیں نہ حکومت کا بہ آلہ ساز فیکٹری نہ یہ صنعت و حرفت کا وہ میدان ہے جہاں حکومت کے کارندے تیار ہوتے ہیں، اسکے مقام کا بنیادی مقصد ملتِ اسلامیہ ہند کی تعمیر و ترقی امامت و خلافت کے اس خلد کو پر کرنا ہے جس کا یہ امتِ شدت سے منتظر ہے، ایک ایسی نسل تیار کرنا ہے جو کائنات کے اس لاد وال نعمت کی سطح نہیں، یہ کسی ناطے سے کسی بھی حکومت کے لغو تر کا محتاج نہیں، ہمیشہ حکومت کی بہ کوشش رہی ہے کہ دامِ فریب میں اس کو بھی لے ڈوے مگر بانیانِ تحریک کا ہمیشہ یہ اختیار رہا ہے کہ حالات اور وقت کے نزاکت کو سمجھا، حکومت کی ہر ممکن تعاون سے گریز کیا، خدا کا شکر ہے کہ اس سلسلے میں بانیانِ تحریک نے ندوۃ العلماء کو اس شکم کی نجاست سے پاک رکھا۔

قیام دارالعلوم کے بنیادی مقاصد :- قیام دارالعلوم کے

بنیادی مقاصد اسلامی علوم و فنون کے تکمیل، علوم اسلامیہ دینیہ کی تعمیر و ترقی اس میں غایت درجہ کمال، تفسیر و حدیث و فقہ میں

عبادات و معاملات میں عوام کی رہنمائی مستند و واجب النعمان فتاویٰ
کا اجرا، مسلمانانِ عالم کے اندر اسلامی اخلاق و انفرادی، ترقی نفس
و سلوکِ عالیٰ طرز، اور بلند حوصلگی کی آبیاری، اصول پسندی،
اسلامی تہذیب و ثقافت سے آراستگی اس دانش گاہ علمی کے اولین
مدرس مولانا حفیظ اللہ صاحب مدرس اعلیٰ و بہنیم مولانا عبدالشکوہ خاوی
کا کوردی، مولانا عبداللطیف صاحب سنبھلی اور مولانا عبدالحی صاحب
نئے انہوں نے اس مقصد کی برآری کے لئے ساری حسنِ زبانِ کردی لکھے
انہی کی لکائی ہوئی اس کرم نے دیا برگ و بار
لایا کہ ساری دنیا کی چاپ و حسرت بھری نگاہیں اس پر مرکوز ہوئیں

تجدد پسندی کا سب سے بڑا خطرہ :- ندوۃ العلماء کا اجلاس کا انعقاد کانپور

میں ہوا، مولانا سیح الزماں صاحب رئیس شاہ جہاں پوری اسکے
صدر نشین ہوئے، ندوۃ العلماء کا چھٹا اجلاس مختلف وجوہات کے
باعث ایک محدود پیمانے پر عقائد شاہ جہاں پور منعقد ہوا،
مولانا احمد حسن صاحب کانپوری خلیفہ شیخ المکرم حضرت حاجی اند اللہ
لکھی صاحب نے اسکی صدارت کی ہے

اس اجلاس میں خاص طور پر یہ بات سامنے آئی کہ آج غفلت
 شمار مسلمانوں نے کائنات کی اس لذت وال نعمت کے طرف نگاہ
 نہ اٹھائی جو اسکے دعوہ اسلام میں پوشیدہ ہے۔ اگر یہ صحیح
 ہے تو دنیا میں وہ کون سی تعلیم ہے۔ انسان کی معلم بن سکتی ہو
 آج عالم ہے کہ اس غلبہ طریقہ تعلیم کو نا عاقبت اندیش مسلمانوں
 نے اپنی مادی خواہش پر قربان کر دیا ہے اور یہ سمجھا کہ اس عرب
 تعلیم میں نئے زمانے کے ساتھ امید کی نئی کرن موجود نہیں ہے
 اس نے یہ اثنا قابل اعتنا نہیں ہے جتنا کہ جدید تعلیم۔ غرض کہ اس
 جدید تعلیم کے لئے اس طرح پہلو نہیں کی گئی۔ اور اسکے استقبال میں
 آنکھیں پھٹا دی گئیں مٹی کے برائے الم بردار بن بیٹھے اپنی مذہبی،
 دینی تعلیم کو یکسر غراموش کر دیا ہے

مسلمانوں کی قومی زندگی کا مدار اس فطرت پر ہے

اس میں ندوة العلماء کا رول :- علماء اسلام کو جدید تعلیم کی

ضرورت ہے کوئی انکار نہیں، البتہ عربی علوم سے انحراف پر اعتراض
 ضرور ہے، یہ حقیقت حسیہ مسلمانوں کی قومیت حیات قومی کی بنیاد رکھ

۱۔ سیرت محمد علی منبری

۲۔ تاریخ ندوة العلماء

مذہب پر ہے اس نے اُر جدید تعلیم بھی حاصل کریں تو مذہب کے دائرے میں
 عربی نصاب تعلیم پر ہماری قومی زندگی مدار ہے اے
 حالات زمانہ کے مصلحین قوم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی
 ہے کہ حالات اور وقت کے تقاضے کے مطابق نئے نصاب تعلیم کو ترتیب
 کریں اور اعزاد ملت کو صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگ دیں، ایسے
 وقت کے عربی جوان طلبہ میں ناکمل طرز تعلیم اور ناشائستہ تربیت
 کے غفلان عزت نفس کا خیال دلوں کو محو کر دیا اسکو پیست بہت ناکارہ
 بد اخلاق بنادیا تھا، اس میدان میں ندوۃ العلماء کا صدماہہ افتخار
 ہے کہ اس نے اسکا صد باب کیا ہے

آج تعلیم کا دور ہے علوم جدیدہ ڈاکٹری، بیرسٹری،
 انجینئرنگ کے لئے یورپ جانا ہو تو بڑے شوق سے جاؤں گے عربی علوم
 کے لئے آکسفورڈ جانا، کیمبرج جانا اور مارگومو کے سامنے زانوئے
 ادب طے کرنا، یہ خود انکے لئے موجب ہلاکت ہے یہ ان علوم سے
 بالکل کورے ہیں بعد یہ تمہیں کیا دے سکتے ہیں
 مسلمانوں کا حقیقی سرچشمہ حیات، اسدی تہذیب و تمدن
 کی بقا اور مسلمانوں کا روش مستقبل اپنی مدارس و کتب سے قائم ہو

۱ - حدودنا فی عمان ص ۶۷

۲ - اربعۃ فی تعلیم مکتب

۳ - تاریخ ندوۃ العلماء ص ۲۶۱

یہ اسلامی مدارس چاہے آج کسی بھی شکل میں ہوں یہ امت اسلامیہ کی جان ہے، آج ندوۃ العلماء کی قلبی خواہش ہے کہ مدارس عربیہ از سر نو منظم ہو، اس نے مولانا الیاس علیہ رحمہ کے تبلیغی تحریک کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا اسکی آبیاری کے لئے حتی الامکان کوشش کی ہے

ندوۃ العلماء نے عربی زبان و ادب پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کی ہے انہیں اردو رسالہ کے سائق عربی ترجمان ملت خرید کی ضرورت محسوس ہوئی، انکی یہ فطری خواہش تھی کہ، عالم اسلام سے علمی ثقافتی تعلقات قائم کرنے اور اصلاحی اور ایمانی دعوت کو فروغ دے ۲

قیام دارالعلوم کے بعد نو بہادران ملت علم و فن کے فریاد کی تشبیہ
ایک ایسے سرچشمہ کی تلاش ہوئی جہاں پر اپنی علمی پیاس بجھا سکے، مولانا شاہ صاحب بھلواردی نے اس کتب خانے کے قیام پر ہر زور تقریر کی، اس تقریر سے عورتوں کے اندر رقت طاری ہو گئی
ہر طرف سے اپنی نقد زبور زبان کرنے لگیں بعض نے ہزار روپے کی عفار کتب خانے کے نام وقف کر دی، اس موقع پر عبدالرافع ڈپٹی ملکر نے

۱۔ مسلمانوں کے روشن مستقبل

۲۔ سرسید اور تعلیم

۳۔ "مارچ ندوۃ العلماء" ص ۲۶۱، ۲۷۰

اپنا دس ہزار روگت پیش بہا قیمتی کتب خانہ ندوۃ العلماء کے نذر کر دیا ^۱
 سارے نواب حسن جوان رئیس راد آباد ہر ایسی رخت طاری ہوئی
 کہ اپنی سواری کا گھوڑا بند کتب خانے کو دے دیا مگر چونکہ شمالی افریقہ
 کا مشہور کتب خانہ کی طرح غریبہ اور غریب کا کتب خانہ اور بغداد کی
 بیت المال کی طرح ایک عالمی کتب خانہ کا قیام ندوۃ العلماء کے اعراض
 و مقاصد میں سے تھا خدا نے اسکو پورا کیا ^۲

۱ - تاریخ ندوۃ العلماء ۲۵۲

۲ - // ۲۲

۳ - // ۲۲۱۵

باب ہشتم

تحریک ندوۃ العلماء کا فطری ذوق

باب ششم

تحریک ندوۃ العلماء کا فطری ذوق

۱۔ ہندوستانی مسلمان خرافاتی حالات کے مطالبہ دنیا کے ایک ایسے
 خطے میں آباد ہیں، جہاں مختلف رنگ و نسل کے لوگ آباد ہیں، ندوۃ العلماء
 کا مقصد برداران وطن کے ساتھ اسلامی رواداری اخوت و مہمانی چارگی
 کو فروغ دینا ہے

۲۔ ندوۃ العلماء اس غلط غہمی کو دور کرنا چاہتا ہے کہ اسکا
 یہ مقصد ہرگز نہیں کل خرفوں کو ملا کر ایک عجیب و غریب تیار کرے بلکہ
 ندوۃ نے اس میدان میں جو طریقہ اپنایا ہے وہ نہایت شائستہ اور
 ترقی پسند ہے اور سلامت طبع سے فطری مطالعت رکھتا ہے اور
 جدید طبقات کے مابین غلط غہمی کا ازالہ کرتا ہے، ^۳ حکیم الدین ،
 امین الدین صاحب بیرسٹری نے اپنے تقریر کے دوران فرمایا تھا
 کہ جب والٹر نے لندن کی سوسائٹی کو بدلنا چاہا، تو اس خیالات

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۵۱

۲۔ رواد ندوۃ العلماء

۳۔ تاریخ ندوۃ العلماء

سرشتہ اسلام ہی تھا صلہ رشتہ کا بہ قول ہے کہ کسی قوم کو بلا وجہ زوال نہیں آتا ہے بلکہ اس پس منظر میں کوئی خاص وجہ ہوتی ہے
۱۔ اس موجودہ دور میں حرف جدید تعلیم ناکافی ہے
اس کے ساتھ دینی علوم بھی ضروری ہے آج یونیورسٹیوں کی چاہے کتنی کثرت ہوں مگر تعلیم و تربیت کا دائرہ اتنا محدود اور طلباء کے ذہن و فکر کے اندر گہر و نحوست کا ایسا غبار نہ ہونا چاہیے جو انکی رومی سہی علمی حیثیت کو داغدار بنادے، آج تعلیم کا یہ مقصد نہیں کہ اسکا عقل و فکر صرف ذریعہ معاش تک الجھ کر رہ جائے۔

۲۔ وہ تعلیم جس کا مثبت اثر انسانی عقل و فکر پر نہ ہو وہ عین ضلالت ہے اس سے انسان کے اندر انسانیت حب الوطنی پیدا نہیں ہو سکتا اس میدان ندوۃ العلماء کا یہ فرض ہے کہ جدید و قدیم علوم کا ایک ایسا مربوط نظام بنائے جو دین و دنیا کے اعتبار سے بہتر ہوں مگر دینی میدان سے حسرت و ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۳۔
۴۔ آج جدید و قدیم کی ذاتی کشمکش بُرا عجیب ہے، آج قدیم تعلیم کے الم برداروں کا نظریہ فکر یہ ہے کہ جدید تعلیم اسلامی و روحانی اثر بالکل خالی ہے البتہ جدید تراشگوں سے لیس ضرور ہے صرف جدید

۱۔ علوم اسلامیہ کی تشکیل جدید ۴۔ علوم اسلامیہ کی تشکیل جدید، اسماعیل رائی :

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء ۲۵۶

۳۔ سیرت محمد مصطفیٰ منبری

تعلیم ہر فضاغت کرنا عقل کی بات نہیں ہے اس سے مذہب و ملت کی ساکھ خاتم نہیں رہ سکتی، عداوت پسند طبقے کا یہ خیال تھک یہ نیا زمانہ ہے نیا رنگ و روپ ہے آج نئی تعلیم ہی وہ چیز ہے جو آج درد کا دربان ہے، آج اس نئے زمانے کے ساتھ نئے تعلیم کیا معنی رکھتی ہے، یہ تو ہیں دولتوں کے افکار و خیالات، مگر حقیقت اس کے پس پردہ کچھ اور ہے، علم کو تو برائے علم ہی سیکھنا چاہیے، البتہ یہ معاشی میدان میں زبردست معین ثابت ہونا ہے، حتی الامکان اس معاشی میدان اسے سہارا کیا جائے گا

۳۷ آج حالات زمانہ نے

رفتار زمانہ اور موجودہ ذہنی رجحان :- البسا پٹا کھانا کھایا ہے

کہ امت کے کریم طبقے کی طبیعتیں چل گئیں ہیں، آج زمانے کی ایسی رت بدل گئیں ہیں کہ علوم اسلامیہ کے الم برداروں کے عزیزان جند اسلامی اداروں کو فیرا باد کہہ کر، انگریزی اسکول و کالج میں زیر تعلیم ہیں بہ امداد کی سپائی اور بیمار ذہنوں کا عملی نمونہ ہے جو ہمیشہ طور پر آج زمانے کی غیر محدود ضروریات اور جدید تقاضوں نے امت کے ہر فرد کو مجبور کر دیا ہے کہ اس زمانے کے بدلنے ہوئے حالات کو بڑے ٹھنڈے دل

۱۔ "مارس" مدقہ العلماء

۲۔ سیرت محمدی ص ۱۰۰

۳۔ تحقیقات، مولانا مودودی ص ۳۳، ۱۴۹

سے سوچے ، آج انکے ذہن و فکر پر یورپ و امریکہ عقلی و عیسائی مذہب کی غاکم ہے ، آج ان مغربی علوم مادی احکام و خیالات سے منسوب و مسحور نگاہیں کس طرح بدل رہی ہیں ، چراغ کے نئے اندھیرا کا یہ مصروف ہے ، اس بدترین صورت حال میں ان بیمار خیالات اور مروجہ دہشت رکھنے والے والدین ، اور نا آسنائے مذہب اولاد کا یہ کام کر سکتے ہوگا ، کہ اسلام پر مقید ، علماء اسلام پر عدم اعتماد اور انکی تحقیر و تذلیل عربی علوم کا انکی محفل ذہنی و فکری مسافت کا لازمی اثر اور اسکی بد حوصلگی کا گھٹیا مثال ہوگا ، ان حالات میں انکے اندر فکر معنی ، فکر اپجانی کی صحیح ٹرپ ہوئی یا کچھ اور ؟

واللہ اعلم

آہ ، نو بہالان ملت :- ^۲ عرصہ دراز سے اس سرزمین ہند میں بوہڑ بھائیوں اسکول

۱۔ وکالج قائم ہیں مگر طلباء کے اندر خصوصی امتیاز ، اسلامی اہمیت اسلامی طرز معاشرت سرے سے مفقود ہے غیروں کو بہ ادارے اگر بر عرض بھی پور ی نہ کرے وہاں بھی صرف شکم پرور دلیبی وطن پرست بے دین نکلیں ، الحاد و اشتراک کے کارندے نکلیں تو اس قسم کے

۱۔ تنقیہی : ۱۰۳

۲۔ ۱۔ لای نقطہ نظر کی تردید

۳۔ تنقیحات مولانا مودودی ج ۱۰ ص ۱۰۶

رہید مسلم ادارے قائم کرنے کی آخر ضرورت کیا ہے اس میں اسلم کا
خود اٹا نقصان ہے ۔

۱۔ آغاز میں ان مسلم اداروں کا قیام اسلامی نصب العین
کے جائز پیش رفت ، اس جدید دور میں اپنی دنیا درست کرنے کی تھی
مگر اس میدان میں انکی ساری کوشش محتاج سعی ہیں

اگر آج اسی طرح کابل ، گورے ، خٹکی ، انگلو محمدن ،
انگلو انڈین پیدا ہونے لگے تو اس ملت کو تباہی سے کس طرح بچا سکتے
۲۔ آج اس جدید تعلیم کی خراب طبیعت اور مسموم غضا ،
ہماری اس نوفیز نسل کے لئے زہر قاتل ہے ، اسکے اندر دھن و غفر
کو بگاڑنے کی مافوق الفطرت صلاحیت موجود ہے ، ان حالات
میں اپنے جگر گوشتے کو ان اداروں کے سپرد کرنا انکو اپنے ہاتھ سے
کھود بننے کے مترادف ہے

۳۔ اگر بہ نو نہالان ملت فلسفہ پر ہیں تو اس کا نشانہ
کے نظام کو خدا کے بغیر حل کرنے کی کوشش کرنا ہے ، سائنس پڑھیں
تو معقولات و مدعیات سے متعرف ہو کر حواسی مدتوں کا غلام بن
جانا ہے ، تاریخ و سیاسیات و عمرانیات پڑھیں جو آج اسلام کا صہ
تو کس بنا دیر یہ ابد کی جانتی ہے تو انکی نظر اسلامی نظر ہوئی ، انکی سیرت ہو گئی

۱۔ مسلم یونیورسٹی کی جدید تعلیمی پالیسی ص ۴۸ ، ۵۱

۲۔ تنقیحات ، ۱۱۶ ، ۱۱۳

۳۔ علوم اسلامیہ کی تشکیل جدید اسلامی نقطہ نظر کی ترویج ص ۲۲

مولانا عبدالحی کا دور نظامت انکا علمی ادبی ذوق اور اسکے اثرات، عربی اور اردو شنگاری کا

بہترین نمونہ :- ^۱ جلیل القدر عالم و فاضل مولانا عبدالحی صاحب

المثال شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ خاندانی تعلق کے اس علمی خاندان سے تھے جو علوم اسلامیہ تزلکیہ نفس دسلور کا سرچشمہ صیانت سے، علماء کرام، سلف صالحین و حضرت شاہ علم اللہ اور، سید احمد شہید کے اس علماء خاندان کے روشن چشم و چراغ، آفتاب و ماضیاب ہیں۔ ^۲ مولانا کی نقوی و طہارت خود داری جاں بازی، علوم دینیہ میں شغف قابل تریف سے، ^۳ مسلمانوں کی تعلیمی و ثقافتی زندگی میں اصلاح و تبدیلی زندگی وہ شوق دل کی دھڑکن بنی رہی آپ خاموش طبیعت، بعد مانوس، پر غلبہ محبت جذبہ و عقیدت در پائے پیکر، ایک صوفی و عالم و محقق تھے، آپ کی پوری زندگی خدمت خلق خدمت دین کی روشن تصویر ہے، آپ کی ذات عالی روحانی انفرادیت و اجتماعیت کا اصول سنگم ہے، مولانا کی بے مثال جرات و بہادری کا بہ کمال تمغا، اس دور انتشار میں ڈٹے رہے

۱۔ تاریخ مدوۃ العمید، ۱۲۴

۲۔ سید احمد شہید، از مولانا خدام رسول

۳۔ سیرت سید احمد شہید علی بابا

اس عمر آشوب دور میں جبکہ ندوۃ کی دیواریں ہل رہی تھیں آپ نے اصلاح کا وہ کارنامہ انجام دیا جو صرف آپ کے مقدر تھا ، آپ کی دور نگاہت میں طلباء خدمت سے اراکین طلباء کا انتخاب عمل میں آیا ، آپ کی دور نگاہت تاریخ ندوۃ العلماء کا دور تھا ان حالات میں کسی تحریک کی عبادت کرنا ، ان شدید حالات میں کسی عالمی تحریک کی عبادت کرنا کسی بھی فرد شرکے لئے آسان نہیں مگر مولانا موصوف اس کے لئے صال اراکین ثابت ہوئے اے درگفت حاج شریعت درگفت سندان عشق ہر سو سنا کہ نداند ، جام سندان بافتن

جب سے ندوۃ العلماء کا رفع نزاع باہمی اور اصلاحی تحریک کا آغاز ہوا ، روز اول سے یہ مولانا موصوف کی دھڑکن پہنی رہی جبکہ ندوۃ العلماء کی کارگزاری جس بے لوث محبت و اخلاص کے ساتھ انجام دیا ہے وہ رعتی دنیا تک کے لئے بے مثال ہے لے تاریخ و سیرجاءہ علم ادب کے میدان میں آپ شان راہ تھے آپ نے اپنی علمی صلاحیت اور فکری بھرت سے نزہۃ الخواطر ، الشفاغۃ الاسلامیہ فی الہند الہند فی العہد الاسلامی

۱۔ معارف جہوری ، ۱۹۳۹ء جون ۱۹۲۹ء

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۱۲۱

۳۔ ۱۳۲ ، ۱۳۵

گل رعنا ، جیسی مایہ ناز کتاب لکھ مسلمانان عالم کی شکستہ ہژردہ
روح میں ، اسلامی اسپرٹ ڈال اور بپیش بہا علمی ذخیرہ جمع کیا جو
آپنی روحانی لادخانی شخصیت کا آئینہ دار ہے ۔

۱ - حیات عبدالحی ۱۳۶۰ ۱۳۶۲

ہندوستان کے مدارس :- اسد فہم مدارس کا آغاز مسجد سے

ہوا ہے مسجد نبوی سے ملحق
 و شہور چبوترہ تھا، جو تاریخ میں صفحہ کے نام سے شہور ہے، آنحضرت
 کے نزدیک تعلیم و تربیت و مدرس کی جو اہمیت ہے، تو اسکا اندازہ
 اس جملہ سے ہو سکتا ہے۔ انما بعثت معلما^۱

اسے موجودہ شکل نے باقاعدہ مدرس کا آغاز اسلام
 کی تاریخ پانچویں صدی ہجری سے ہونا ہے، عام خیال ہے، دنیا کے
 اسلام کا پہلا مدرسہ نظام الملک طوسی نے بغداد میں مدرسہ
 نظامیہ قائم کیا تھا، یہ تاریخی داستان صریح غلط ہے، بلکہ اولیت
 کا شرف نامور خداداد محمود غزنوی کے سر ہے ۱۱۱۱ھ میں،
 سلطان محمود غزنوی نے اپنے پایہ تخت غزن میں ایک بے نظیر
 جامع مسجد کی تعمیر کی، جو اپنی نفاست اور خوبصورتی میں،
 عروس ملک کے نام سے شہور تھی، اس مسجد کی عمارت کے ساتھ
 سلطان نے ایک عظیم مدرسہ کی عمارت بھی تعمیر کرائی، اس
 مدرسے کے دامن کو حوثیوں سے بھرنے، اسکے در و دیوار زیب
 وزینت سے آراستہ کرنے کے لئے، ایک عظیم نادر الوجود کتب خانہ

۱۔ سیرۃ النبی ص ۲۱۵

۲۔ سنن ابن ماجہ، فضل العمار

۳۔ البدائع والنہایہ، جلد ۲، ص ۲۷۲

کلا آغاز کیا جو غام روج و منفول علوم و غنون پیش بہا
 لعل و گور سے محو زخواریا، اس عظیم مدرسہ مکتب خداداد
 اس نادر الوجود کتب خانہ نے جب اپنے نورانی کروں آتش
 زیر شعادوں کو ملک افغانستان کے چہار طرف پھیلنے کی
 کوشش، تو یہ سارا ملک غزن اپنی کثرت آبادی، تمدنی
 ترقی، صن و جمال و رکبہ منظر میں خلعت عباسیہ کے
 پایہ تخت بغداد کا ہم پلہ نظر آیا۔ جب اسی آتش ریز کرن
 اپنی چہار دیواری کو پیچھے چھوڑ دیا، بیرونی دنیا میں اپنے بال
 پر تھانے کی کوشش کی تو اسکی چمک دیکھ سے انعام عالم
 کی نگاہیں مسکوری ہو گئیں

سے چنانچہ اس زمانے کے علم کے مہدشی، علم و فن
 کے خرباد در درخاک چھاننے والے حضرات اس چشمہ حیوان علم
 و عرفان کی المذبح میں، تو اسکی طرف تاحث الفرائض کھینچے جے
 آئے اور یہ نہ صرف دنیائے اسلام کا علمی و فن نی گوارہ بنا
 بلکہ یہ ان اہل فضل و کمال متجرب علماء و شعراء کی موجودگی
 میں ایک عجوبہ سا ملک ہو رہا تھا آفتاب بن گیا،

۱۔ حاشیہ تاریخ الکامل ابن اثیر

۲۔ تاریخ طبرستان جلد اول ص ۳

۳۔ سفرنامہ ابن بطوطہ ص ۳۲

اسی بگرد خار کا ایک نفا جو سلطان احمد غزنوی کے خزند
 ارخندہ کی صورت میں نظر آیا مگر چونکہ انکے خاندان آبائی
 درست کے طور پر اسلام پرستی غوی ہمدردی کا نمایاں عنصر
 موجود تھا اسلئے انہوں نے اپنے باپ کے قدیم روایات کو برقرار
 رکھا اور اپنی حدود مملکت میں بکثرت مدارس قائم کئے گئے
 جہاں ہندوستان کا تعلق سے تو اس سلسلے میں
 حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا پیغام اور اسکی روحانی غتوات کا
 دور ہندوستان میں سکھ کشوت، دن کی آمد سے پہلے ہو چکا
 تھا مگر اس کا باضابطہ سلسلہ ۶۰۲ھ خطبہ الدین ایک سے
 شروع ہو جاتا اس زمانے میں ناصر الدین نے ملتان میں
 ایک مدرسہ تعمیر کرایا۔ ۷۱

شیخ بہاء الدین زکریا کا زمانہ تھا، وہ زانہ خ کے
 بعد اسی مدرسہ میں بڑھے تھے، خطبہ الدین کا شانی کے ماوراء النہر
 سے ملتان آنے کے موقع پر حبا چہ نے ایک اور مدرسہ قائم کیا
 جس میں کاشانی مدتوں تعلیم و تدریس میں مشغول رہے، اسکے
 بعد بے درپے مدرسوں کے عیام کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ

۱ - تاریخ ندوۃ العلماء، ص ۴۰۶، جلد دوم

۲ - تاریخ فرشتہ جلد دوم

آٹھویں صدی تک ہندوستان میں اسلامی مدارس قائم کرنے
کا عام رواج ہو گیا ۱

چنانچہ علامہ بھڑی کی روایت کے مطابق محمد تعلق
۱۳۲۲ء کے عہد حکومت تک صرف دہلی میں ایک ہزار مدرسہ تھا
مدرسین کا تنخواہ شاہی خزانوں سے مقرر تھا، عام طور پر
ان مدرس علوم و فنون میں معقولیت اور علم رباعی کی تعلیم
دی جاتی تھی ۲

محمد تعلق کے جانشین فیروز تعلق نے جس شان کے
مدارس تعمیر کرائے نہ کہ صرف دہلی کا مدرسہ فیروز شاہی اپنی
شان و شوکت، خوبی مہارت محل وقوع جس انتظام کے
لحاظ اپنی نظر رکھنے سے ظاہر تھا، فیروز شاہ کا سب سے
بڑا کارنامہ یہ رہا، جہاں یونیورسٹیوں کے بڑے بڑے مدارس
قائم کئے وہاں پرانے مدرسوں کی تجدید بھی کی، اس میں صنعت
و حرفت کا بھی انتظام کیا، لڑکیوں کے لئے بھی جداگانہ ادارہ
قائم کیا ۳

اس سلسلے میں مشہور سیاح امین بطبر نے جنوبی

۱۔ کتاب المخطط، مقدم مقتضی جلد دوم ۱۳۴۴

۲۔ تاریخ خروڑ شاہی ۵۵۹

۳۔ تاریخ فلسف جلد اول ص ۱۵۱

ہند کے مقام ہنسور کا ذکر کرنے ہوئے لکھا ہے " یہاں عورتیں حافظہ
قرآن ہوئی تھیں علم کا شوق اس قدر تھا کہ صرف اس میں
لڑکیوں کے تیرہ کتاب دیکھے گئے تھیں

اے گجرات کا خزانہ روا سلطان محمد عادل شاہ ۱۶۹۹ء

جو سلطنت بیجاپور کا حکمران تھا، جو مدارس اپنے حدود
مملکت میں جاری کئے اس میں حکومت کے جانب سے طلباء
کو کھانے کے علاوہ برہانپانی اور مزعفر اور ایک طلبہ کا سہ
ہر طالب علم کو روزانہ دیا جاتا تھا سلطان مشرقیہ جو جونپور
کے حکمران تھے، انھوں نے سینکڑوں مدارس قائم کئے علماء
و فضلاء کو دور دراز سے بلا کر گراں قدر جاگیریں دیں،
جو جونپور کی علمی و تعلیمی ترقی لودی سلطان کے آخری دور تک
قائم رہی، اٹا مسجد کے ساتھ جو مدرسہ قائم تھا اسکی عمارت اب
تک موجود ہے، اس میدان میں ہندوستان کے سید، محرز بادشاہ
شیر شاہ سوری نے اس مسجد کے دارالعلوم میں زانوئے ادب

نہضت کیا ہے

کچھ زمانے کے نشیب و فراز، گردش ابام کی وجہ سے دیراقوام

۱۔ سفرنامہ ابن بطوطہ ص ۷۰۲ مطبوعہ نقیصہ اکبری کرچی

۲۔ بشان السلاطین ص ۱۹۹ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی

۳۔ جونپورنامہ ص ۴۔ سیرت المناخرین ص ۱۴۰ جلد اول

کی حسرت بھری نگاہیں اس پر پڑنے لگیں، طول زمانے کی وجہ سے اسکے اندر اضمحلال کی کیفیت طاری ہونے لگی دفاعی موت کمزور پڑنے کی وجہ سے غمزدگی کی نگاہیں اس پر اٹھنے لگیں، غمزدگی نے اس حد تک وسیع کاری اور ریشہ دوانی اختیار کی، حرم سراؤں سے لے کر ایوانوں تک ایک ایسی بھینک سازش تیار ہوئی ضیاء ایمان کی لونگوں سے اٹھی، کفر و الحاد کا وہ طوفان اٹھا کہ اسلام اپنوں میں اجنبی بن گیا، قدرت کا مجیب اتفاق ہوا کہ جو نہور کا سارا علاقہ، البیسٹ انڈیا کمپنی دائرے اثر میں داخل ہو گیا، اسکے بعد اکلیمان حبیب کا بہ سارا علمی خزانہ اور دانش گاہ علم و فن ایک داستان کتبہ خاصہ پارینہ بنکر رہ گیا ۱۲

۱۳ سلطان سکندر لودھی نے اپنی دور حکومت میں بکثرت مدارس، صلیبہ جو نہور، لکھنؤ میں شاہ پیر محمد نے مدتوں ہزم تعلیم گرم رکھی، اسکے بعد ان کے شاگرد رشید نے اپنی ذات و شہرہ فیض و برکات سے اس مجلس کو کچھ زیادہ رونق بخشی، ۱۴ جینا پتہ غلام شاہ پیر صاحب کا مدرسہ اور خانقاہ لکھنؤ میں دربانے گوئی کے کنارے ٹیلہ پیر محمد کے نام شہور ۱۵

۱ - تاریخ نام جو نہور ص ۱۴۰ جلد اول

۲ - ۱ - معافوں کی قدیم ۱ - لادی در ۱۲۰ ص ۱۲۰

۳ - تاریخ خورشید جلد اول ص ۱۸۷

۴ - ص ۱۵۰ شبلی ص ۱۵۰

ہماہوں کی وفات ۱۵.۵۵ اور اکبر کے عہد میں بھی مدارس
کے مقدار میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی وفات ۱۶۴۲

اخلاصیاریہ میں اپنی تحصیل علم کے سلسلے میں لکھا ہے کہ انہوں
نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایک سے دوسرے
مدرسے کا رخ کیا ہے

مولانا مہتمم علی آزاد بلگرامی نے لکھا ہے ”صوبہ

اودھ اور صوبہ الہ آباد کے اکثر مدرسوں میں مدرسوں اور خانقاہوں
کی کثرت تھی، شاہ جہاں کے عہد میں دہلی لاہور،
سیالکوٹ، احمدآباد اور جوپور مسلم دکن کے لحاظ سے
ایسے مقامات تھے خوات اور بدخشاں سے طبیبان آفتاب
محبض کے لئے آنے لگے

۱۔ ضمیر روزنامہ خوی آواز لکھنؤ، ۱۸ مارچ ۱۹۷۲

۲۔ اخبار الاخیار ص ۶۹۲

۳۔ معاصر الآرام - ص ۲۲۱، ۲۲۲

شاہ جہاں کے عہد میں مسجد فتحپوری ، اور مسجد اکبر آبادی تعمیر ہوئی
مسجد فتحپوری کا مدرسہ اس دور کے

اپنے مسجد فتحپوری کا مدرسہ حوادث زمانہ کا نظر ہو چکا تھا
یہی وہ مسجد تھی جس میں شاہ عبدالقادر دہلوی کا قبام تھا
اس کے میں شاہ جہاں کا سب سے بڑا کارنامہ یہ رہا
کہ اس نے جامع مسجد کے قریب جنوبی سمت ایک عظیم الشان
مدرسہ دارالبعثا کے نام سے تعمیر کرایا ، مگر غنوس بہ دانشاہ
تیسرے صدی کے آخر میں آ کر ختم ہو گیا ، مفتی صدرالدین آزرہ
نے اسکو از سر نو زندہ کیا ، مولانا قاسم نانوتوی بھی اس میں مقیم
رہے مگر بد قسمتی سے ہنگامہ سحر کی ضد اس پر پڑی

مفتی صاحب کی جائداد جب انگریزوں نے ضبط کی تو
مدرسہ دارالبعثا ہمیشہ کے لئے موت کے آغوش میں چل گیا
مغلوں کی دور حکومت میں اورنگ زیب

کی علمی ترقیاں عالمی پیمانے پر شہرت رکھتی تھیں ، اورنگ زیب
کے بڑے بڑے شہروں کے علاوہ خوبصورت اور دیہات میں
مدارس قائم کئے ، علماء و مدرسین کو جاگیریں دیں ، طلباء کے لئے

و مخالف مقرر کئے۔ انکی اس فخلصانہ بے لوث کوشش کا نتیجہ یہ
 ہوا کہ ہندوستان کا یورپ اور اعلیٰ علمی شمعوں سے روشن ہو گئے اور
 ملکوت میں فرنگی محل دارالعلوم اس عہد کا یادگار ہے
 یہ مکان فرنگی محل کے نام سے مشہور ہے۔ یہی وہ مدرسہ نظامیہ
 ہے جسکا رتبہ رتبہ شدہ نظام تین صدیوں سے ہندوستان
 کے مدارس عربیہ میں مسلسل رائج ہے۔ اس ادارے نے ہندوستان
 میں عظیم الشان خدمات انجام دیں ہیں ملا نظام الدین کے خلف
 میں بحر العلوم مولانا عبدالعلی، مولانا عبدالحمید، ملا حسن اور
 آخر میں مولانا عبدالحی نہ صرف اپنی درس و تدریس کے مسندوں
 کی زینت رہے ہیں بلکہ اپنی تصانیف و شروحات و حواشی سے
 بیش بہا علمی خدمات انجام دیں ہیں ۷

دہلی میں غازی الدین خاں غریز جنگ نظام ملک
 اکھنڈ جاہ کے حدامجد نے اجمیری دروازے کے قریب ایک مدرسہ
 قائم کیا۔ یہی مدرسہ بعد میں دہلی کالج کے نام سے مشہور ہوا
 مولانا رشید الدین خاں دہلوی اور مولانا محمود علی اسی کالج
 کے صدر مدرسین رہے ہیں۔ مولانا محمد حاسم نانوتوی، مولانا

۱۔ تذکرہ علماء فرنگی محل

۲۔ تاریخ دہلی ۱۰۹۷

رشید احمد گنگوہی ، مولانا یعقوب نانوتوی ، مولانا احسان نانوتوی ،
 مولانا ذوالفقار علی دہلوی ، مولانا فضل الرحمن دہلوی ،
 اور دیگر علماء کرام مدرسہ علم و فن دامن فیض کے چشم و چراغ
 ہیں ، دہلی کی یہ کالج اس دور کے مدارس کی ایک زندہ
 یادگار ہے ، اسکی تعلیم الشان اور وسیع عمارت سے ہمارے
 ارار کے اندر علمی ذوق اور بلند مہنی کا بخوبی اندازہ کیا
 جاسکتا ہے

رام پور میں ایک مدرسہ عالیہ موجود تھا جو آج تک
 موجود ہے والی رام پور خلیفہ اللہ خاں نے ہر المعلوم مولانا
 عبدالملکی خاں کو بلدر مدرسہ مقرر کیا ہے ، ملا دن بھی
 اس مدرسے کے مدرس رہے ہیں ، انہیں لوگوں کے فیض تعلیم
 سے علم رام پور کے علم و فن کا بازار مدنیوں تک گرم رہا ہے
 لے عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں ہمارے قدیم مورخین
 کی توجہ زیادہ بادشاہوں کی جنگوں اور سیاسی کارناموں پر
 مرکوز رہی ہے ، علمی و ثقافتی کارناموں کا ذکر کہیں کہیں ضمیمہ
 آجاتا ہے ، قدیم خاندانوں میں تعلیم کی صرف میں آئی تھیں

ان مسلم اداروں پر حکومت کی خوب سرپرستی رہی ہے اور
مسلمانوں کی ذوقِ علم کی وجہ سے حکومت کے خزانے کا بہت
کم خرچہ ہوا۔ اس زمانے کے خالقائیں اور علماء
وامرار کے مکانات سے لیکر میدانوں تک تعلیم و تربیت کی بزم
آراستہ رہی ہے۔

اس دور میں علم کی اشاعت، تعلیم و طلباء کی
امداد و اعانت کتابیں، دیگر ضروریات، درس و تدریس کی
خواہی مدارس کی تائیس، مصارف کے جائداد و وقف کرنا
موجبِ فیروہ و برکتِ خلد دارین سمجھا جاتا تھا، علم کی اشاعت
و ترقی کے وسائل پیدا کرنا، دوسری ضروریات کی طرح زندگی
کا لازمی جز تھا۔ اس دور میں یہ کام مساجد سے سہولت لیا جاتا
تھا، اس میں طلباء کے قیام و طعام درس و تدریس کا انتظام
تھا، مگر افسوس کہ بارہویں صدی ہجری کا زمانہ وہ برآشب
سے جس میں حکومت و عظمت کے ساتھ مسلمانوں کی علمی سرگرمیاں
بھی سرد پڑنے لگیں تھیں، دہلی کی تخت محمد شاہ ۱۷۱۶ء ممکن تھا
جو اپنے لارباہی پن، اور کثرتِ خوشی کے سبب صرف

رنگیلا باز بادشاہ شہر ہو کر رہ گیا، شاہ د شاہ دل اللہ
صاحب دھولی کا مدرسہ جے علی فیضان سے آج برصغیر معطر ہے
یہ اسی رنگیلے شاہ کا علمی فیاضی کا مرحون سنت ہے لے

بارہویں صدی ہجری کے ربیع الاول کے آخر میں
شاہ عالم بہادشاہ اول ۱۷۰۶ء کے انتقال کے بعد
جہاں مغلوں کی سلطنت گہن آلود ہو گیا وہیں اس زمانے سے
علم کے سوط بھی خشک ہونے لگا، خصوصاً دینی علوم کی ساری
کوشش سرگرمی سرد پڑنے لگی

اس وقت ہندوستان کے مدارس میں تفسیر و حدیث
اور فقہ کے بجائے علوم عقلیہ بعبار فضیلت سمجھے جانے لگے
صدر الشمس، بازغہ، شرح مطالعہ کی شروح و حواشی ہماری
درستیاہوں کی زینت تھی، اس زمانے میں مسلمانوں کا مضامین تسلیم
ان علوم کے سوا کچھ نہیں تھا، علوم دینیہ کا اگر کچھ چرچا بھی تھا
تو وہ بھی چند فقہی تفاسیروں تک محدود، تفسیر و حدیث کا رواج
بہت کم تھا، میرزا محمد خلیل عربی مدارس میں اپنے رائے دہندہ
کے بدولت خاص شہرت حاصل تھے منطوق و فلسفہ میں شائع

کے استاد عالمگیری خوج میں ایک بڑی مذہبی خدمت، یعنی غرضیہ احشباب پر مامور تھے جسکا براہ راست غفہ اور غفہی مسائل کی تفصیلات سے تعلق ہے مگر پیر زادہ کو اپنے اوپر غفہ میں اعتماد نہ تھا عرض کر ان عربی مدارس میں منطق و فلسفہ کا سکہ بیٹھا ہوا تھا طلباء کا سارا وقت انہی علوم کی تحصیل میں صرف ہو جاتا تھا لے

ان تاریک ترین حالات میں دینی علوم سے استفادہ بعد پیدا ہو گیا تھا کہ اسکا اندازہ مشکل ہے، محنت ارحال کے اس دور میں دھلی کی تاریخی سر زمین سے، علوم نبوی کا ایک طلباء اٹھا، دیکھنا نامی اسمِ راعی حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی ہے، ایک دفعہ حجاز روانہ ہوئے وہاں مقیم رہ کر شیخ ابو طاہر مدنی سے مدینہ منورہ میں علم حدیث کی تحصیل کی ۱۲۳۲ھ میں شاہ صاحب حجاز سے واپس آئے، ہندوستان میں علم و حدیث کا سرچشمہ جاری کیا، مگر شاہ عبدالغنی کے دھلی سے ہجرت کرنے کے بعد اس سرچشمہ حیات کو زبردست خطرہ پیدا ہو گیا، مگر خدائے وعدہ لاشریک اس امت

اسلامیہ پر بے پایاں کرم اور انکی مشیت دیکھئے اس کی شکل
 میں ایک دوسرا سرچشمہ جاری کر دیا اس سے پہلے علمی سرچشمہ کو
 خشک ہونے سے بچایا، خدا نے اس سرچشمہ حیات کو اس جوش
 خروش کے ساتھ جاری کیا آج اسکا غنیمت صرف برصغیر ہی
 تک محدود نہیں یہ حقیقت ہے کہ دارالعلوم کا قیام شاہ ولی اللہ
 صاحب کے بحرِ غار کا ایک قطرہ تھا، سمندر کی شکل میں اب بھی جاری
 ہے، جو اس علمی میدان کے غریب اور نشہ لبوں کو ایک مدت سے
 سیراب کر رہی ہے

سلطنتِ مغلیہ کے دورِ زوال میں مختلف قوتوں کی
 کشمکش اور بیہم بورشوں نے ملکی نظام کو نہ صرف برباد کیا،
 اسکا اندازہ مشکل ہے، اس نے مسلمانوں میں غلامی پسندی اور
 افلاتی زبانوں والی کے ساتھ علمی و دینی اور غلامی پسندی پیدا
 کر دی، اس میدان میں شاہ صاحب کا صد مایہ اجتہاد کہ
 اس نے دانشمندانہ دیدہ درمی اور اثر انگاہی سے حالات
 کا حکیمانہ جائزہ لیا اور اس سے مسلمانوں کو متنبہ کیا،
 انکی یہ سماجی جہلم کے غنیمت کے دریا بہائے، آج برصغیر میں

جو دینی علوم کا چرچہ دینی بیداری اور شرک بدعت سے جفا
 اہتمام نظر آتا ہے یہ سب شاہ صاحب کا دین ہے ، اسی
 خاندان علم نبوت ماسٹر ملہ مذہ کی ولولہ انگیزی ہے کہ
 انہوں نے اس سرزمین پر برصغیر علم حدیث میں عنت مثال بنادیا

باب نہم

ندروہ کا عربی زبان میں حصہ

باب نہم

عربی زبان و ادب میل سکا حصہ

مسلمان اپنے دور غنوجات میں جہاں کہیں بھی گئے تھے اپنے ساتھ علم و تہذیب کی روشنی بھی لے گئے اور اس قدر اپنی اعلیٰ قیمت اور ہم گیری سے بھیلنا شروع ہوا کہ اس کے ساتھ اسلامی علوم و فنون کی ترویج بھی شروع ہو گئی، چنانچہ بڑے بڑے ارباب علم، علماء و فقہاء جنم لے، ماہرین محمولات ادبار شعراء پیدا ہوئے جنہوں نے صرف اندرونی و بیرون ملک اپنے شہر و علمیت کا سکہ جابجا اور خراج تحسین حاصل کیا بلکہ عرب سے لیکر مغرب میں اسپین اور مشرق میں ہندوستان کو اس قدر تہذیب و تمدن کا ایک درختاں باب بنادیا کہ ہندوستان اس لحاظ سے بہت ہی فوش قسمت سے کہ مسلم حکمرانوں نے اس کو غنچ کیا ہے

محمود غزنوی جسوقت ملکی فتوحات میں مشغول تھا
 تو ابروئی علمی فتوحات کے ساتھ اس کے ہمراہ تھے، شہاب الدین
 غوری، سلطان الدین شمس کے عدم جسوقت ہندوستان میں
 جم رہے تھے تو دوسری طرف شیخ طریقت معین الدین چشتی
 خواجہ بختیار کاکی میں اپنے غیوضِ دہرکات سے اس ظلمتِ کدہ کو
 روشن فرما رہے تھے، بغائرِ نظر دیکھا جائے تو بات روزِ روشن کی
 طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ یہی علماءِ مشائخ، دینی پیشو مثلاً سلطان
 محمد تغلق کے ۱۷ حضرت شیخ علاء الدین کے حلقہ ارادت میں داخل تھا
 ہمایوں ٹوٹ گوالیار کے قریب تھے البر بوسلیم حبشی سے بڑی عفت
 تھی، جہانگیر بھی انہیں کے دستِ شفقت پہلے تھا، بعد میں آئے ساتھ
 شاہ جہاں بھی حضرت محدث الف ثانی حلقہ ارادت میں داخل ہوئے
 حکمرانوں اور سلطنتوں کے معیار تھے، اور یہ بادشاہ اور
 سدھن اپنی سلطنت و بقاء اور استحکام کے لئے ان پورسین
 علماء و صلحاء کے قدم قدم کے محتاج رہے، یہی نفوسِ قدسیہ شمس
 بنکر جہلاد میں ٹھنڈ پیدا کئے، طوفانِ بنکر ظلمتِ اشنائے قلب
 و جگر کو جنبش دی، انہیں ردِ حق شناس کے بدوات شہر

۱ - ہندوستان کے شہر علماء

۲ - تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲

تجسس، مسجد و مدرسے اور خانقاہیں آباد ہوئیں، انہیں علماء نے اپنے زندگی کے رُشد و روش کو جلا کر، علم و عمل، نقوی و طہارت کے چراغوں کو روشن کیا، اور ظلمتِ کورہ ہند کو ایک نئی زندگی ملی

اے ہندوستان کی تقریباً سبھی علاقوں کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس سعادت کا جیسا حصہ صوم اور دھرم کو عموماً اور ندوۃ العلماء کو خصوصاً ملا ہے، وہ کسی اور کو نصیب نہیں یہاں صوفیائے و مشائخ کا مسکن، شمسۂ دلوں کے لئے حریم اور سہکاروں کے لئے سرچھپانے سامان ہے، روز اول سے لیکر آج ندوۃ العلماء نے طالبانِ علوم نبوت کو بہرہ مند کیا اپنی فکری استدلال اور علمی تسخیر سے اسے علمی شاہکار منصف شہود پر لائے جو دیکھنے کے قابل ہے، علوم سید عبدالحمی حسنی رائے بریلوی جو ندوۃ العلماء کے ناظم رہے ہیں الشفاغتر اللہ علیہ غی الہند اور نزعۃ الخواطر رتب کر کے گویا ترغن کفایہ ادا کیا ہے

جب فوں جگر کی آمیزش ہوئی ہے تب ہی بات بنتی ہے

جن حضرات نے اس دشت کی بادیہ پہنائی کی ہے وہ راہ
 کی اہم پائی سے خوب واقف اور شگستگی سے خوب واقف
 ہیں، یوں تو اودھ کا پورا علاقہ اپنی مردم فیزی میں بہت
 مشہور رہا ہے مگر اب ان کے دعوت و تحریکات ندوۃ العلماء
 کی بدولت اپنی مردم فیزی علم پروری اور ادب نوازی میں
 بہت اہم ہے اس میں رنگ برنگ کے بھول کھلے ہیں خاص کر
 آج ندوۃ العلماء حسن و خوبی اور رنگینیوں سے ناظرین کی نگاہوں
 کو مسحور کر رہا ہے ان کے خوشیوں سے شام اودھ معلوم ہے،
 عربی زبان و ادب اور علوم و فنون کی ترویج و اشاعت میں
 ترقی ندوۃ العلماء نے بہت رول ادا کیا ہے اے

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ لکھنؤ کوئی خاص اور
 اہم شہر نہیں تھا، نواب آصف الدولہ یہ دینے کے کہ یہ قابل
 شہر بن گیا ہے اور سدھین اودھ کی فیاضی، علم روشنی، اور
 ادب نوازی کا ثمرہ ہے دارالسلطنت لکھنؤ میں علماء و مشائخ
 شعراء و ادباء، اور ارباب فضل و کمال کا اجتماع ہوتا رہا
 نئے نئے اصناف سخن وجود میں آئے اور علوم و فنون کو نئی راہ

ملی، خاص کر ندوۃ العلماء کے وجود سے کلفنؤ اور اس کے
 تحصیلات علوم و فنون فضل و کمال میں سمرقند و سی راکنی طرح
 حبت مثال بن گیا ہے

یہ بات حجاج تعارف نہیں کہ عہد رفتہ میں
 یہاں دو بڑے بڑے ادارے قائم تھے ایک خوشگلی محل دوسرا
 شعبی مجتہد کا ان دونوں اداروں نے اردو عربی و فارسی تفسیر
 و حدیث فقہ، اصول منطق فلسفہ علم و کلام و عقائد اور جمہ
 علوم کی اشاعت میں اہم کردار رکھا ہے اگے نامور اصناف
 نے علوم دینیہ، علوم عقلیہ، علم ریاضی حسیت و غیرہ میں
 بڑا نام پیدا کیا برکات راز والے کے مصداق ان تحصیلات و فنون
 پر جب زوال آتا تھا وہیں وندھری انخطاط کے عفریت نے
 رفتہ رفتہ ان پر اپنا تسلط جانا کیا انجام کار وہ بستیوں
 وہ علاقے جو مردم خیزی اور علم پروری جو کئی بہیم ہم
 شیراز و خراسان و اصفہان تھے اہل علم و فضل سے
 خالی ہونے لگے اور علماء و فضلاء کی مسندیں مدفن
 بنتی گئیں، ۲

۱۔ سوانحات سلطین اودو ص ۳۵

۲۔ گزشتہ کلفنؤ، ص ۱۱

اسکا زور ٹرانزیرہ ہو آکر مسلمانوں کے مختلف
 غرض کے درمیان باہمی جذب و جدل ، جامعی عصبیت
 کا تنازعہ روز بروز سامنے آنے لگا ، غفہ جزئیات
 اختلافی مسائل میں ذہنی ورزش کے طور پر ضخیم مناظرانہ
 کتابیں لکھی جانے لگی ، نصاب تعلیم نظام تربیت جو کسی قوم
 و معاشرے کی روایات کی آئینہ دار ہوتی ہے ، صفحہ ہستی
 سے محاکب ہونے لگا ، باقی ماندہ صلاحیتی جو زیادہ بہتر
 دینی خدمات اور علمی عبادت کا مظاہرہ کرتیں تکفیر و تفسیق
 فلسفیانہ موشگافیوں کا زور ہونے لگیں تو جب علماء حق
 شناس اور ہمدردانِ عموم نے ادتِ اسلامیہ کی یہ صورت
 حال دیکھی تو کبیرہ خاطر ہو گئے ^۱ حسن اتفاق سے مدرسہ متیف العلوم
 کانپور میں ادتِ اسلامیہ کے ملاح دیہود کے لئے ایک مجلس قائم
 ہو ، اور اسماعیل ندوۃ العلماء بڑا

آج ہندوستان میں مسلمانوں کی جو بھی حیثیت ہے وہ
 وہ ایک حد تک اسلاف کے عظیم الشان کارخانوں کا دین
 ہے انہی کے بدولت ندوۃ کی ٹائیس محل میں آیا ، جو وقت

کی اہم ضرورت اور ناگزیر تقاضا بن چکا تھا آج ندوۃ العلماء کا بہ صدیابہ افتخار ہے بڑے بڑے صاحبان تحقیق اور ارباب فضل و کمال پیدا کئے، اسدی عظمت رفتہ کو یاد دلایا، اور ان مایہ ناز بہنوں جو آج گوشہٴ گمنامی میں بڑی صیغہ روشناس کرایا اور اپنے علمی ادبی اصلاحی رخلع، معاملہ وجود میں لائے۔

۲۔ یہ بات ہی آبِ ذر سے لکھنے کے قابل ہے جب مسلمانوں کے ہاتھ سے جب زمام اعتبار بالکل ہٹا گیا، تو وہ سبکی و بے بسی دونوں ہی اعتبار سے بست ہوئے تو انکی تمام تر جدوجہد دین کی بقا اور اسکے استحکام پر صرف ہونے لگیں، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ بازی بھی وہ اپنے حریف سے ہار گئے، اور زحمتی علمی ارتداد کا شمار ہو گئے تو محیثیت مسلمان اس ملک سے انکسار وجود ہمیشہ کے لئے قائم ہو گیا، چنانچہ انہیں تاثرات کا نتیجہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء اور مظاہر العلوم سہارنپور جیسے عظیم الشان علمی و دینی قلعے تعمیر ہوئے، جو مسلمانوں کے دینی و علمی زندگی کے لئے مشکل راہ

ہیں گئے اور ساتھ ساتھ جنگ آزادی میں انکی سیاسی قیادت
 بھی کی انکے مابین ندوۃ نے عربی علوم و فنون اردو عربی زبان
 ادب تاریخ سیر کی، تصنیف میں جو رول ادا کیا، تحقیق و تفتیش
 ذہانت و احتیاط کا ابا ثبوت پیش کیا، وہ قابلِ تریف
 ہے، مسائل کے استنباط حیات و اجتہاد کے سلسلہ میں اصول
 و فقہ کی طرف توجہ ہوئی، علوم بنفوسہ میں کی طرف توجہ مرکوز
 کی، مختلف قوموں اور مختلف مذاہب کی اجتماع، ہونانی
 فلسفیانہ خیالات کی وجہ سے مسلمانوں میں جو عام غفلت
 پیدا ہوئی، فلسفہ اور علم کلام کے تقابل سے جو ذہنی پچیدگیاں
 اور بعد زمانہ کی وجہ سے جو بدعات اور شرکمانہ خیالات
 پیدا کئے گئے تھے تو ضرورت تھی ایسے مصنفین پیدا ہوں جو عقل و
 نفس کے اس محرکہ میں اسلامی مفائد و مسائل کی حکیمانہ
 تشریح کریں، اور خالص اسلام کی دعوت دین چنانچہ،
 ندوۃ العلماء نے ہر درجہ تک اسکا التزام کیا،
 نامائروں کے ہاتھوں سقوطِ بغداد کے بعد علم و
 فن کی یہ باط حقد و نشان میں بڑی شان و شوکت سے

پچھائی گئی انکی بدولت عرصہ دراز تک علمی و ادبی تحریکات
یہاں سرگرم رہیں

ندوة العلماء انہیں ادبی علمی و فنی تحریک کی
ایک کڑی ہے، یہاں بکثرت ایسے علمی و مصنف پیدا ہوئے
اور انکی علمی ادبی تاریخچہ تصانیف اس زمانہ کی عام روش
سے بہت حدت خیال بن گئی، عربی زبان پر قابو، اور صحت
کا بے مثال شائبہ ہے۔ میرا خیال ہے یہ ایک البسا کارنامہ ہے
جسکی زہر ہندوستان کے کسی دوسرے علمی حلقوں میں ملنی
مشکل ہے، بلا شک یہ ایک غیر معمولی ذہن اور دماغ کا کام

ہے
۱۔ تفسیر

خلافت راشدہ کے دور ہی سے اسلامی فتوحات کا
دائرہ وسیع ہونا گیا، جسکی وجہ سے فکری ذہنی اور سماجی تقدیر
پیدا ہوا، جب مختلف اقوام ملل نے اسلام قبول شروع
کیا تو نئے نئے مسائل پیدا ہوئے، تو غور و فکر تقصیر بغیر
کی ضرورت محسوس ہوئی، ندوة العلماء نے غایت درجہ تک

اسکا بھی التزام کیا ہے اے

حدیث

علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے کے اقوال احوال و افعال جانے جاتے ہیں ، احکام شرعیہ میں قرآن مجید کے حدیث شریف ہی جہت ہے یہی وجہ ہے کہ اس علم کے اہول اور اسکے اصول و قواعد و اصطلاحات کو ندوۃ العلماء نے اپنے نصاب درس میں داخل کیا ہے اور حدیث کے درس و تدریس کا کام بڑی ہی عری ریزی سے انجام دیا ہے

حکومت اودھ کے دور سے آج تک یہاں ایسے بے شمار لائق خالق علماء حدیث گذرے ہیں جنہوں نے حدیث کی نشر و اشاعت اور ترویج میں بڑے بڑے حصہ لیا اور تمام اسلامی علوم اپنی موسٹ گائیوں کا اظہار کیا ، مجموعی اعتبار سے ندوۃ العلماء کے محدثین علماء اور ائمہ ، کارناموں پر روشنی ڈالی جائے تو ایک طویل فہرست تیار ہوگی

۱۔ تماریح ندوۃ العلماء

۲۔ تدوین حدیث ضاطر حسن کبلی

اگر اس حدیث اہول حدیث اسماء الرجال وغیرہ شامل کیا جائے
 تو اسکی لمبی چوڑی تفصیل یہاں ممکن نہیں ہے

نزوۃ العلماء میں ان سب کتابوں کا پیش بہا ذخیرہ
 موجود ہے ، اور داخل نصاب بھی ہے ، غنۃ وہ علم ہے جس میں
 تفصیل دلائل کے ذریعہ احکام شرعیہ کے استنباط سے بحث کی
 جائے ، اس علم کے بنیاد اہول و فقہ کے حائل ہیں ، دوسرے
 علوم شرعیہ سے بھی اسکو مدد حاصل ہوئی ہے ، اسکا سارا ،
 دار و مدار کتاب سنت ہے ساتھ استنباط اجتہاد و اختلاف
 رائے کی گنجائش بھی ، بلا چوں و چرا ساری کتابیں داخل ہیں
 اور علماء سفرائے دایم ضرور سے انت اسلامیہ کو پہچانے کے لئے
 دارالافتاء و دارالفضاء کا عظیم ادارہ زمانے قائم ہے ،

علم اسرار شریعت :-

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

عالم اسلامی عربی میں ایک
 ایسا علمی انخطاط اور تصنیفی زوال شروع ہو گیا جو عندوستان
 انگریزی علیہ استبداد تک قائم رہے بلکہ اس سارا جی حکومت

غلبہ و استبداد اسکی ریشہ دوانی، مسلم کش پالیسی، اور اسلام دشمنی کی وجہ سے ہندوستان کے علماء و مصنفین میں اجتہاد و فکری حوت گویائی بالکل فہم ہو گئی، غنوں کی شرح و تفصیل و تغلیہ ایک عام دھشت بن گئی تھی بہت نظر اور حدیث طرازی کا میدان بالکل تنگ ہو گیا تھا۔

زبان و ادب میں آگاہی کی عربی نثر کا نمونہ تھی مضامین و خیالات کے مقابلے میں الفاظ و محاسن لفظی کی ترجیح حافیہ بندی، دائرہ خیال کی تنگی و مائوس الفاظ کا استعمال عربی تحریک کی خصوصیات تھی ۲

مگر چونکہ ندوۃ العلماء کا وجود ہی اسلامی علوم فنون عربی زبان و ادب کے میدان میں طوفان تھا، لہٰذا اس کے لئے اس طرز تحریر کی پیروی میں آئے، سنجیدہ علمی اور وسیع علمی مضامین اور حکیمانہ خیالات کا اظہار بے حد مشکل تھا لہٰذا اس میدان میں ندوۃ العلماء ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ اس نے اس لفظی طلسم کو توڑا، لفظی پیچیدگیوں اور محووض و حفا سے آزاد ہو کر علمی و تاریخی فلسفیانہ مضامین کو جتنی جاگتی اور

۱۔ ہندوستان کی مشاہیر علماء ص ۳۲، ۳۱

۲۔ "تاریخ ندوۃ العلماء"

۳۔ //

پرکشش زبان میں ادا کیا

ندوۃ العلماء کے سلسلے میں یہ بات اہل نظر سے
 پوشیدہ نہیں ہے، ہندوستان کے دوسرے مدارس میں اسکی
 طرح کبھی بھی عربیت کا ذوق نہیں رہا، اور تحریر میں عربیت
 اور قدرت نایاب رسی، میر عہد علم علی، آزاد بلگرامی،
 ابوالفضل خٹن، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ کو چھوڑ
 یہاں ایسے مصنفین کا سلسلہ ملنا مشکل ہے جنکی عربی تحریر مقام
 سے پاک ہو، عربی ذوق کے مطابق سلیس رواں ہو۔
 ابوالحسن علی ندوی وہ ہیں ہندوستانی مصنف ہیں جنکی عربی،
 تصنیف، صاذا خسر العالم با نخطاط المسلمین، حال الفکر والدعوہ
 روائع اقبال، الطریق الی المدینۃ میں اہل زبان کی
 کی سی عربیت اور ان سے اعتدالیوں سے پاک ہے
 جو سمجھی کی عربی تحریر میں بائی جاتی ہے اور یہ کتابیں اپنی
 موضوع پر بالکل منفرد اور یگانہ ہے

علم لغت :- ^۱ علم لغت وہ علم ہے جس میں مرد
الفاظ کے حقیقی معنی بیان کئے جائیں

اس علم کا مقصد یہ ہے کہ الفاظ کے حقیقی اور محاورہ اور معقول
معنی کے درمیان تمیز میں غلطی سے بچا جائے ، ثواب صدیق حسن
حان مجموعہ پالی نے اپنی کتاب البالغہ فی اصول اللغۃ میں لغت
کی ان تمام جہان کے زمانے تک لکھی گئی ہیں حتیٰ الوسع جمع کر دیا ہے
ندوۃ العلماء نے علم لغت عن تاریخ و سیر ، عن تاریخ ادب و سیر
عریض عن ہے ، ان کے تریف میں ملکوں اور قوموں کے احوال
رسوم و عادات انساب و نسب و سیرت نگاری سب ہی شامل ہیں
ندوی علماء نے عن تاریخ میں بڑی دل چسپی کا ثبوت دیا
اور تاریخ کے پہلو پر خوب لکھا ہے ، مگر چونکہ حکومت وقت
زیادہ تر اردو تھی ، اس لئے حذرہ یہ سارے کام بھی اردو
میں ہونے لگے

ندوی حضرات ہمیشہ تاریخ و سیر میں دلچسپی لیتے
رہے ہیں ، یہاں تک کہ شاخ صوفیاء کے حالات ، واقعات کشف
و کرامات اور ارشادات کو بے کم و کاست علم بند کیا ہے

۱ - نزهة الخواطر ج ۱ ، ص ۱۳۷ ، ۱۶۰

۲ - مقالات سلیمانی ،

سلاطین عند ملکوں و صوبوں پر ریاستوں کے تاریخی ضرائعہ
اور ثقافتی حالات بکثرت کتابیں دستیاب ہوئی ہیں مگر چونکہ
ہندوستانیوں سراج اور رحمان مام طور پر عاریسی تھا اسلئے
عام استفادہ کے پیش نظر زیادہ تر کتابیں اردو میں ہیں

منطق و فلسفہ :-

۱۔ منطق و فلسفہ دراصل یونانی

علوم میں یونانیوں کا جب زوال
ہوا، اور وہ رومی حکومت کے زیر اثر آئے تو یہ فلسفیانہ علوم
و فنون بھی متروک و مہجور سے ہو گئے اور قسم کی کتابیں حرف
کتب خانوں کی زینت بن گئی

جب عرب مسلمانوں کا عروج ہوا، اور ان علوم
سے ان کو واقفیت دی تو انہوں نے ان کتابوں کی طرف توجہ
کی، اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی خلفہ کا موجب
کون ہے، اس بارے میں حتمی فیصلہ مشکل ہے، البتہ وہ روح
خلفہ جو غیر اسلامی وجود اور خصوصاً ہندوستان میں رائج ہوا
اسکا اصل موجد اور بانی ارسطو ہے لیکن ابو علی سینا نے اس

خلفہ کی تعمیر و توجہ اور توثیق کی ہے اس لئے وہی اس
مذکورہ خلفہ کا بانی ہے

ہندوستان میں نویں صدی معری میں ان علوم
کی طرف توجہ دی گئی اور داخل مضاب ہو گئی ، ندوی
مصنفین اور علماء کرام نے علم معقولات میں بڑی خدمات
انجام دی ہیں ، اور ندوۃ العلماء میں فاضل اسکالرشپ
جمال نظر آیا ہے

ہندوستان عرب ممالک سے جغرافیائی اور سیاسی
دونوں ہی اعتبار سے الگ رہا ہے اس وجہ سے ہم دیکھتے ہیں
کہ یہاں پر خالص عربیت کا ذوق بہت کم رہا ہے اگرچہ
اسلامی علوم و فنون کی شاخوں پر بہت کام ہوا ہے لیکن خالص
ادبی و شعری ذوق کم رہا ہے شاہ ولی اللہ صاحب محدث
دہلوی اور عظیم علی آزاد بلگرامی علوہ اتنے بڑے
ہندوستان میں عربی زبان و ادب کا الم بردار کوئی نظر نہیں
آتا ہے ، آٹھویں صدی معری کے بعد جب عالم گری پر
انحطاط کا دور آیا ، تو مقدمہ ابن خلدون اور مجتہد الباقی

ہی علمی مضامین کی ادائیگی کا نمونہ تھی لے
ندوۃ العلماء اس کمی کو محسوس کرنے ہوئے خالص
ادبی و شعری حیثیت سے بھی اس زبان کی طرف توجہ دی ہے
یہاں تک کہ بقیہ بیرونی ممالک میں عزت کی نگاہ دیکھے گئے
برصغیر کے ہندو پاک دوسرے عربی اداروں میں آرزو از نہ کیا
ہائے، تو یہ اندازہ ہوگا کہ آج ایک عربی زبان و ادب میں
کوئی حدت و ندرت پیدا نہ کر سکے، ندوۃ العلماء کے خالصین
کو ہمیشہ یہ امتیاز رہا ہے کہ وہ عربی زبان و ادب طرز الکلام
حسن ادا طرز نگارش، شیریں بیانی اور سلاست روانی
میں ایک ممتاز حیثیت کے ہمیشہ مالک رہے ہیں، اگرچہ
ہندوستان میں عربی کوئی سرکاری زبان نہ رہی ہے مگر ندوۃ العلماء
نے اس صطرح کو عربی زبان و ادب کا نفعہ نور بنادیا، معنی
دسیج عبارت آرائی بھی تراکیب کے محمود کو ٹوڑا، اور حدت
طرازی میں حسن امتزاج پیدا کیا ۲۰

ماذا خسر العالم باخطاط المسلمين :- چنانچہ اس

میدان میں مولانا

ابوالحسن علی ندوی کی ماہ نامہ کتاب ماذا خسر العالم باخطاط المسلمین اس کتاب کو مصنف اودو عربی زبان میں لکھی ہے ، اس وقت موجودہ عربی کا دسواں ایڈیشن ہے جو ۲۲۴ صفحات پر مشتمل ہے ، یہ کتاب اسلامی نشاطِ ثانیہ کی قابل قدر کوشش ہے اور یہ عربی اردو نثر پر مبنی ہے ۔

اس کتاب میں بالکمال مصنف نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ قبل اسلام دنیا کس بڑی اتر حالت تھی ، جہالت ، تاریکی ، علوم بھی ، دنیا کی تمام قومیں ، ملی مذہبی اخلاقی سیاسی ، معاشی ، اندھیرے میں ، تمدنی حالت ، بے حد خراب تھی ، لیکن اسلام نے افکار نظریات اخلاقی واعداد میں اضطراب و انقلاب پیدا کر دیا ، توحید و خدا پرستی کی تعلیم دی اس لازمی نتیجہ پر یہ ہوا کہ ایک ایسی امت پیدا ہوئی جو حسن انسانیت کا پیکر بن گئی

یہ تعاب خیالِ آخرین سے بحث کرتی ہے اور علمائوں

کے عروج و زوال سے تعلق رکھتی ہے ، نہایت سنجیدگی سے انسانی افکار ، اسلامی اثرات کا جائزہ لیتی ہے ، مغربی دنیا کو لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے ، ملہ

المسلمون فی الہند ، یہ کتاب معذوستانی مسلمانوں کے کردار ، علمی کارنامے اسلامی تمدن چھاپ ، قیادت و مذہبی سے بحث کرتی ہے ، مولانا نے اس کتاب کے ذریعہ ان لوگوں کو موثر جوابات دئے جو معذوستانی عہد کو تاریک عہد کہنے کے حامل ہیں ۔

الفکرۃ الاسلامیۃ والفکرۃ العربیۃ

خیالات و افکار سے بھرپور یہ کتاب مشرق کی روحانیت اور مغربی دنیا کی مادیت کی کشمکش کا دیا تدارانہ جائزہ پیش کرتی ہے الارکان الاربعۃ فی ضوء الکتاب

الادکان الاربعۃ فی ضوء الکتاب والسنتہ ، اس کتاب میں عبارت کے اسرار و حکم سے بحث کی گئی ہے ، اور اس تقابل ادیان کا کافی و شافی تقابلی مطالعہ شامل ہے ، رجال الفکر و الدعویہ فی الاسلام ، اس کتاب میں مجدد کو کششوں کا تاریخی جائزہ ہے

احصیت ریح الایمان ، اس کتاب میں شہید احمد شہید کی جہاد و قربانی اور بالذکر میں شہادت کا روح و ساداسناں ہے اور انکی سیرت کا مکمل حلدہر ہے

یہ ایک معلوماتی و دعوتی دورہ کی مفصل رداد و ڈائری ہے القابانی و القانیہ ، اس کتاب منالوانہ رند سے بہت کر خالص علمی تحقیقی اور تاریخی نقطہ نظر سے تحریک خادیاہیت اور بانی تحریک کا تجربہ ہے

الصراع بین الفکر و المادیۃ ، ناملات فی سورة الکہف النبوة و الدنیا فی ضوء القرآن ، النبی الخاتم ، عاصفة بوحہماا لعالم الاسلامی ، مذاکرایہ الشرق ، سائح فی الشرق الاوسط الطریقة المدینہ ، رسالہ التوحید ، القراءة الواضحة ، قصصین ، مختارات ، روائع اقبال

مولانا سید راجح الحسنی کی الادب العربی بین عرض و نقد منشورات میں ادب العربی بین المتصوف و الحباۃ ، فضائل الدعوة الی الخیر و التبلیغ لدین ، البعث الاسلامی میں ادبی مضامین ، مثلاً اقبال و شوقی ،

شعر الطبع، طبیعت الشاعرو، سورة اللهم، اقبال والانسانيہ
 شائع ہوئے، مولانا سید محمد الحسنی، الاسلام بین لاد نعم
 همسات الی جزیرة العرب، عربی مضامین میں اکثر بیروت اور
 حجاز کے رسائل میں نقل کئے جاتے رہے ہیں، انکی ایک اور
 کتاب، کتاب الاسلام الممتحن بھی ہے، مولانا سعید الاعظمی
 کی لاسام احمد من عرفان شہید کے نام سے ایک عربی رسالہ تحریر
 فرمایا، اسباب المسلمین وشتقاوتهم

مولانا زکریا صاحب کی کتاب اسلام سیاست کا
 جوہی تحریر ہے، النظام توزیع، الشرح فی الاسلام، یہ
 مفتی شفیع صاحب کے رسالہ نظام تعلیم دولت کا عربی ترجمہ ہے
 مگر یہ اب تک زلیفہ طبع نہیں ہو سکا، مسئلۃ القائدہ ولاحکام
 والدولة الاسلامیة، یہ مولانا امین احسن اصدی کے رسالہ
 اسلامی حکومت کے سربراہوں کی ذمہ داری کا عربی ترجمہ ہے
 الفران بتحدث الیکم، رجال الفکر والاعمال، اعلام النایخ
 الاسلامی المعاصر فی الهند،

عربی شاعری کی طرف بھی ہندوستان نے اپنی بساط بھر کوشش کی ہے

خود صرف :- عربی زبان کی تعلیم کے لئے صرف خود
 کو بنیادی حیثیت حاصل ہے ، دونوں عربی زبان کی معادلات میں سے
 ہے ، اپنی حیثیت اور اہمیت کے بنیاد پر عربی زبان کی جان
 ہے ، لہٰذا اس سفر میں

باب دہم

علامہ شبلی کی مختصر حالات زندگی

باب دہم

علاصہ شبلی کی مختصر حالات زندگی

محمد شبلی نعمانی لقب ، خطاب شمس العلماء ، والد ماجد کا نام حبیب اللہ
 ولادت رگر سکری ضلع اعظم کوٹھ ، ص ، آپنی ولادت باسعادت
 ایک ایسے انقلاب آفریں بلائیز زمانہ میں ہوئی ، جبکہ پوری قوم
 انگریزی سامراج کے چیرہ دستی کا شکار تھی ، دونوں تجارت
 رُوں کے درمیان ، فوں پر معارکہ بازار گرم تھا
 شبلی سرسید کے اصحاب میں بڑے فعال ، متنوع عالم تھے
 شخصیت تھے ، علم و مطالعہ ، زبان و ادب میں دولت نظر ، حقیقت
 شناسی انکا رصب العین تھا ، علامہ شبلی تنہا ایک مصنف نہیں
 بلکہ ایک انقلابی تحریک کے بانی تھے
 مولانا شبلی کے تصنیفی زندگی کا آغاز ۱۸۸۷ء دی
 سے شروع ہو جاتا ہے ، ادکا سب سے پہلے مقالہ ، دہانوں کی گزشتہ

تعلیم کے اوپر مبنی تھی۔ علیحدہ کے ایک اعلان میں سابعین کے سامنے پیش کیا گیا، جس پر بڑی شریف و خرمین کی صدائیں بلند ہوئی، شبلی، چونکہ ان کے اندر اسلامی صحبت، اخوت و محبت، و ایمانی غیرت کی دھکتی جنگاری موجود تھی، یہ مسلمانوں کے درد کا دامن کے لئے نئے سوال بن کر ابھرے، انہوں نے اپنی عداوات و ادا دہی، صلاحیت علم و لیاقت سے قوم کی پڑردہ ضمیر کو جھنجھوڑنا چاہا، انہوں نے اپنے اپنے آتش ریز مودغاتی فیر خلم کے سہارے، اسلامیانِ حق کو بیدار کیا، اپنے فکر و عمل کی دو طرفہ صلاحیتوں سے ملت اسلامیہ کی اسلامی، ملی و سماجی زندگی میں ایک ایسا انقلاب آفریں مذہبی، خود اعتمادی خود داری کی لہر دوڑا دی کے جس کی وسعت کا اندازہ کسی قدر آسان نہیں آپکی حرکت اللہ را کتاب، النعمان، الغافر سے ان تمام مذکورہ صفات کا بہترین نمونہ ہے،

اور چونکہ حالات و زمانے کے تحت سرسید کی

نظر حال و مستقبل ہی تک محدود تھی، مگر مولانا شبلی کو رفتار زمانہ کے ساتھ مسلمانوں کے عہد رفتہ سے والہانہ لگاؤ تھا

اس نقطہ نظر کے بعد دونوں کے مابین ایک خلیج حائل کر دی
 دوسری طرف، سرسید کی نفوذ و فکر اس تحریک کی انتظامی مصلحت
 کے بنیاد پر، ہم عصر رفتار کی ناز برداری اور آئنا و صد خٹاکے
 حرکت تھی، ان کے علاوہ اختلافی رائے کو برداشت نہ کر پائے تھے
 شبلی کو یہ ساری باتیں ناگوار تھیں، نیز جب انہوں نے سرسید سے
 الفاروقی تصنیف کرنے کا اظہار کیا تو انہوں نے اس کتاب کی
 تصنیف بشیم دینی کے مابین اور نواب محمد الدین سید حسن بلگرامی
 سے بد مزگی کا خطرہ ^{پیدا} ہو گیا، اور اس کتاب کی تصنیف پر اپنی
 ناپسندگی کا اظہار کر دیا، یہ بات علاوہ شبلی کو بڑی شاق گذری
 اور دیگر سیاسی و تعلیمی و مذہبی اختلاف کے پیش نظر عدم عذر پر
 سرسید کی ذہنی دباؤ کو کسی طرح برداشت نہ کر سکے اور علیحدہ کو
 داع مفارقت دے دے، چونکہ وہ اس شہرہ آفاق غیر فوج
 تعارف شخصیت کی انسانی دنیا تھی، ہر ایک ایک کی خواہش تھی
 کہ ہمارے دانش جمہ علم و فن کی زینت ہے،

عذر دان کی کمی نہیں
 اکبر کے تو کوئی حال پیدا ۷۲

مگر شبلی کو ایک چشمہ حیوان کی تلاش تھی جہاں وہ اپنے علمی و
 فکری پیاس کو بجھا سکے، قدرت نے انکی پائیزہ کی صفی الدھان
 قدر کی، حیدرآباد جہاں تصنیف و تالیف کا میدان اور علمی و
 خفنی و ادبی ذخائر موجود تھے، سرورِ سرِ علوم کی نظامت
 کا عہدہ، انکی خدمت میں پیش ہوا، انہوں نے اس کو تہ دل
 سے قبول کیا، یہاں انہوں نے اپنی قلبی روش و علمی و ادبی
 میں ہم تن گوش رہے، بڑی غرق رہی اور دماغ سوزی
 سے الترابی، علم الکلام، السکلم، سوانح دوم، حوازیہ انیس
 و دیر، اور شعر العجم کی کچھ جلدیں لکھی، جو رھنی دنیا تک۔
 روش یادگار ہے، اس مدت میں مولانا شبلی کا علمی وسعت
 اتنا بند ہو گیا کہ اس وسیع علمی میدان میں تنگی محسوس ہونے لگی
 ٹھیکہ انکی خوابوں کی عین تعبیر ۱۸۹۵ء تحریک ندوہ کا آغاز
 ہو گیا، یہ انکی مقصد حیات کا عین مطالب تھا انہوں نے
 اسکی صدا پر لبیک کہا، اور حیدرآباد میں صنعتی ہو کر ندوہ
 چلے آئے۔

انکی آمد پر بڑی دھوم مچی ۱۹۰۵ تک ندوہ کا باقاعدہ

عہدہ منتخب ہوئے

ندوة العلماء میں علامہ شبلی کی آمد

اور اسکے اثرات : - لے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مولانا شبلی کے جد حیات کے عائد ، یہ رجحان زور پکڑ گیا ، کہ یہ ندوۃ العلماء ، خالص عدم طرز کا مدرسہ نہیں ہے ، بلکہ یہ ایک ایسی تحریک ہے اور دانش گاہ ہے ، جہاں حالات زمانہ اور علم دین کے ساتھ جدید تقاضوں کی رعایت رکھی گئی ہے ، اس جدید تعلیم و تربیت کے درمیان سکونت پذیر اخبار و رسائل ، اور نئے نئے مضامین و خیالات کے عادی طلباء کے ذہن و فکر میں علامہ شبلی کے چھٹوں اور محفلوں نے ایک ایسی طوفانی موج پیدا کر دیا ، نتیجہ یہ ہوا کہ طلباء آزاد فکر کے عادی ہو گئے ، دینی روح شرعی پابندی سے بیگانہ نظر آنے لگے ، مولانا خلیل الرحمن صاحب کوراکوں میں اس قسم کی تبدیلی سے ایک عظیم فطرے کا احساس پیدا ہو گیا ، مولانا نے صورت حال کی تحقیق و تفتیش کے لئے ایک کمیشن مقرر کر دی ، اتفاق سے یہ منظور ہو گئی ، اس صورت حال میں یہ آخر تو یہ تھی کہ مولانا شبلی اس تجویز سے ناگواری اور

۱۔ جبر کا ردائی ، ص ۷۲

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء ص ۵۴ ، حصہ دوم

اور سخت اہانت محسوس ہوئی، تڑپیر بھی خاموش رہے صلح صفائی کی، برداشت کوئی پیش قدمی نہیں کی، اسکا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ اختلاف کی خلیج بڑھتی چلی گئی، اس دوطرفہ تنازعہ کو دیکھ کر، کچھ صلح بند حضرات، باہمی گفت و شنید کی کوششوں کی، یہ کوشش کسی حد تک کامیاب بھی ہوئی، پھر کرنل عبدالحمید خاں منسٹر پیٹالہ کے توسط سے صلح صفائی ہو گئی

یہ تو باہمی دفع کی صورت تھی لیکن اس اختلاف کی اندرونی و بیرونی بہت گہری تھی، یہ اندرونی و بیرونی اختلافی کڑت تعداد علماء دینی طبقہ، ذوقی تقاضا اور مختلف نظریات اور مبنی تھا درحقیقت یہ اندرونی و بیرونی اختلافات قدیم و جدید کا بے مثل سنگم اور عدم توازن سے ندوۃ العلماء کا رشتہ و حدت ہو گیا، یہ قدیم روایت اور جدید روایت کا باہمی تضاد یہ دونوں کے عدم توازن، مال میل طاقت کا نتیجہ تھا، کہ دونوں کا جلد کوئی باہمی نقطہ اشتراک نہ ہو سکا، اور سخت طوفانی بحران کھڑا ہو گیا، اس آتش فشاں اختلاف کے بیش زلزلہ حقیقت پسندانہ مفصلہ یہ ہے کہ ان میں کوئی خلیق حور الزام نہیں ہے، جہاں

۱۔ "مارکچ ندوۃ العلماء، صفحہ دوم ۵۲، ۵۳

۲۔ حیات عبدالحی صفحہ ۱۶۳ ۱۶۴

تک مولانا شبلی کا سوال ہے تو عہدِ نقا ہے اور ذہنی وسعت کے
 پیش نظر، دارالعلوم کے نصابِ تعلیم میں موثر تبدیلی کے خواہاں تھے
 یہ ایک طبعی اور خطری امر تھا، اور یہی ندوۃ العلماء کے مستقبل
 کا آئندہ دار تھا، جسے کسی بھی صورت میں خاموش نہیں کیا جا
 سکتا ہے

مگر انہوں نے اس کے لئے کوئی نرم رویہ امد سائنس
 انداز نہیں اپنایا، اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ انکا یہ اصلاح
 نصابِ تعلیم کا پاکیزہ، اصلاح و افزائی کا نظر ہو گیا ہے
 اور قدیم طرز کا شیدائی اور الم بردار علماء کرام مولانا
 شبلی کے اس خواہش کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگے، اور مولانا
 نے اندر اسلام کی گہری رنگ و روحانیت میں کمی محسوس کی
 بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کے شکار ہو گئے نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا
 شبلی نعمانی کی دیرینہ خدمات والہانہ وابستگی انہی ندوۃ العلماء
 سے بے لوث تعلق کو کسی خاطر میں نہیں لایا، یکسر خاموش کر دیا گیا
 اور اس محاسبہ میں ضبط و تعلق کا سہارا نہ
 لیا، جس سے مولانا کو زبردست نفیس پہنچی، یہ حقیقت ہے

۱۔ حیاتِ شبلی ۲۱۵ ۴۱۶

۲۔ "مارکچ" ندوۃ العلماء ۵۲ ۵۴

۳۔ "....." ۱۱

کہ جب طبیعتوں میں عدم اعتماد شبہ پیدا ہوتا ہے تو وقت اور موقعہ کا انتظار دھنا ہے ، اس موقعہ پر کوئی معمولی واقعہ بھی بیٹر دل کا کام کرنا ہے

ولیعہ تو دارالعلوم ندوۃ العلماء (سدرہ) برسنی اور غیرت ایمانی کے بیش نظر حکومت کی نگاہ میں کھٹک ہی رہا تھا اچانک اسی دوران مولانا عبدالکریم اللہوہ کا ایک آنکس ریز جہادی مضمون شائع ہوا اس سلسلے میں سیاسی و انتظامی مصلحتوں کے بنیاد پر ارکان ندوی کے مابین نقطہ نظر مزید اختلاف پیدا ہو گیا ، اس کے رد عمل میں جو کاروائی کی گئی اسے یہ اسلامی محبت قومی ہمدردی ، جہاد جیسے اس پاکیزہ جذبہ کی پردہ پوشی اور حکومت کی جانبداری پر مبنی تھی ، لہٰذا اس مصلحت آمیز کاروائی نے اس خاکستر میں دی ہوئی چنگاری کو اور رونما کر دیا اگلے اخبارات نے بھی اسکو بری طرح ہوا دی ، اس علامہ شبلی کا زخم اور تازہ ہو گیا ، بددلی اور بڑھ گئی ، اور آپ نے دارالعلوم ندوۃ کے محمدی سے استغلی دے دیا ۳۷

۱۔ حیات عبدالحی ، ص ۱۰۶ - ۱۳۵

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء ، ص ۵۲ ، ۵۶

۳۔ حیات شبلی ص ۲۴۰ ۲۴۵

اس ہنگامی صورت حال سے متاثر ہو کر ، مفتی احسن علی
 اور مولانا سید عبدالحی صاحب ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء ، بھی
 استعفی ہو گئے ، بکثرت رائے سے مفتی احسن علی صاحب
 کے استعفیٰ نو منظور ہو گئے ، مگر مولانا سید عبدالحی صاحب کا
 استعفیٰ بھی زیر غور رہا ، اور دوسرے دن مولانا فضل الرحمن
 صاحب نائب ناظم کی حیثیت سے منصب زمامت پر عازم ہو گئے۔
 ۲۷۔ مدرسہ شبلی کے اس استعفیٰ پر جمعیت طلباء کا
 جو سخت رد عمل ہوا ، اسکا ہونا خطری اور قدرتی تھا ، یہ
 ہو کر رہا ، طلبہ ہریم گئے ، حالات کی اس سنگینی کو ذیقصر ،
 انتظامیہ نے ایک ہنگامی جلسہ طلب کیا ، بڑی عازری کے
 ساتھ مولانا سے درخواست کی گئی وہ اس استعفیٰ کو واپس
 لے لیں ، لیکن مولانا اپنے اٹل فیصلے پر قائم رہے اور بدستور
 ایک رکن کی حیثیت سے ندوۃ العلماء کی خدمت کا وعدہ کیا
 مگر طلباء نے مولانا کے استعفیٰ پر جس سخت ناگواری کا
 اظہار کیا تھا اس سے عام بے چینی پائی جانے لگی ، خاص طور
 پر طلباء اپنے مخلص استاد کی ذلت و اہانت اور آگماں

۱۔ حیات علیہ الرحمہ ۱۴۵ - ۱۷۱

۲۔ نزد کار دانی علمی مخطوطہ حسمہ انتظامی دفتر ندوۃ العلماء

مجلس کی جانبداری اور بے رخی سے سخت مشغول ہو گئے اور اپنے سخت مجرد جذبات پر کنٹرول نہ کر سکے اور جذبہ انضمام و عقیدت میں محبتوں ہو گئے کہ سخت اسٹرائٹک میچاؤسی، یہ اسٹرائٹک ندوۃ العلماء کے واقعہ کریمہ ٹھاکوئی معمولی اسٹرائٹک نہیں تھا، کیئر تعداد آزاد خیال پرچوں نے اس ہنگامہ فیز اسٹرائٹک کو خوبی دیکھ کر بنا دیا، خاص طور پر تعلیمی باغیہاتوں میں بڑی پہل مچ گئی۔ اس نے ملک کے ہر خاص و عام خود کلی نوبہ کو اپنی طرف مبذول کر لیا، مولانا آزاد بھی اس گہم پر ٹکھڑے دل سے غور و خوض نہ کر سکے، اپنا آئینہ ریز غم کے سہارے علامہ شبلی کے حمایت، اور طلباء سے بے پناہ ہمدردی بنی اس طرح فیصلہ کر لیا کہ عالم اسلام کا آئو سب سے بڑا نازک مسئلہ بنا دیا، اس واقعہ حقائق سے اس وقت اب محسوس ہو رہا تھا کہ عالم اسلام کا عروج و زوال اور ملت اسلامیہ کی تعمیر و ترقی کا دار مدار ندوۃ العلماء کی اصلاح نصاب، نمبر نمبر پر منحصر ہے^۱

جسے راہ میں چند خدمات پسند دہقانوس حامد ذہن

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء ۷۳، ۷۴

۲۔ حیات شبلی ۲۶۰، ۶۵۸

حائل ہیں، اس لئے سارے ملک میں پمفلٹ کا سیرلاب آگیا
اس سے اس اسٹرائک پر ضبط و کنٹرول ہو گیا، طلباء کی
شدت یہاں تک بڑھی کہ وہ علامہ شبلی کی نقل و حرکت
اشارات و کنایات کو بھی اس اسٹرائک کے بہم استعمال کرنے
کی کوششیں کی اور ہنگامہ کا لا مثا ہی سلسلہ ڈھائی ماہ تک
جاری رہا۔

اس اسٹرائک کے دوران طلباء کی جرأت اتنا سخت
تھا کہ اندازہ نہیں کیا جاسکتا، اس نازک صورت حال میں
بابیان ندوۃ العلماء نے بڑی سوچ سمجھ سے کام لیا اور
ہمدردی و اخلاص کے ذریعے اس اسٹرائک کے ذریعے فرو کیا گئے
اس موقع پر اگر یہ اخلاص نہ ہوتا تو یہ ٹرک
اسٹرائک کے نظر ہو کر، ایک تاریخی داستان یا حصہ ڈارنہ بن
جاتا اور اس کی عمارت کھنڈر میں تبدیل ہو جاتی۔

علامہ سید سلیمان ندوی کی شخصیت اور ادبی خدمات

سید صاحب ۱۹۰۱ء دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے پانچ سال تک زیر تعلیم رہے

-
- ۱۔ حیات عبدالحی ۱۷۵ ۱۷۴
 - ۲۔ حیات شبلی ۱۷۵ ۱۷۴
 - ۳۔ تاریخ ندوۃ العلماء ۷۹ ۷۸

علامہ شبلی نے دینی جوہر شناسی ٹاڈ لیا اور سید صاحب انکے دامن
 تربیت میں آگئے۔ علامہ شبلی کے زیر تربیت ان میں مضمون نگاری
 کا جذبہ پیدا ہوا، رسالہ الندوة میں اسکا ہنگامہ مضمون شائع
 ہوا

لے مولانا حفیظ اللہ سے حدیث منطق و فلسفہ، اور
 ادب عربی میں زبردست مہارت حاصل ہوئی ۱۹۰۶ء سے
 سید صاحب نے عربی مضمون نگاری، عربی رسالہ البیان،
 اخبار المنار میں شروع کر دی، خارج التحصیل طلباء کی
 دستار فضیلت کے موقع پر علوم و قدیم جدید کے موازنہ پر
 اردو عربی زبان میں اس قدر ولولہ انگیز تقریر، کہ عوام الناس
 کو درط میں ڈال دیا، اسی سال علامہ شبلی نے رسالہ الندوی
 کی سب اڈیٹر اس کے سپرد کر دی اور دارالعلوم ندوۃ العلماء
 میں علم کلام اور جدید عربی ادب کے استاد مقرر رہے اس کو
 نامی معروضات کے باوجود دروس الادب کے نام سے دو عربی
 ریڈر بن گئے، سید صاحب کی لکھنا کاش کے ذریعے دارالمصنفین
 کا آفتاب نصف النہار تک پہنچ گیا ۱۹۱۰ء میں جب علامہ شبلی

۱۔ علامہ سید سلیمان ندوی

۲۔ پرانے چراغ طے، ۲۱

کی تدوین و ترتیب کا ایک شعبہ قائم کیا تو سید سبر پڑھی
 اسٹینٹ مقرر ہوئے ۱۹۱۰ء میں مسجد کا پتہ کی شہادت
 حائل، فونی سانحہ سے متاثر ہو کر، شہید آبر کے عنوان سے
 ایک درد انگیز مضمون لکھا، حکومت نے اسکا تاب نہ لا کر
 اس شمارہ کو ضبط کر لیا، جب سیاسی حالات کو یہ سکون ہوا
 تو علامہ شبلی کے ایما پر دکن کالج یونانی عربی و فارسی کے استاد
 ہو گئے، علامہ شبلی نے اپنے وفات سے قبل دارالمصنفین داغ
 بیل ڈالی ہے، اپنی شہرہ اعلیٰ تصنیف ارض الفواآنی کی،
 اشاعت سے دارالمصنفین کی تصنیف مہم کا آغاز کیا ۱۹۱۹ء میں
 جب مجلس خلافت کا پہلا جلسہ منعقد ہوا، تو سید
 سید صاحب عماد اور باب سیاست کے درمیان خلف انصال کا مآل

۲۷ بیسویں صدی کے ربیع الاول کا زمانہ اردو ناول
 و ادب کو ذریں دور غرار دیا جا سکتا ہے، اس دور میں اقبال
 و صرت، جگر و اصغر، سرور، شرر پریم و چکسبت ماعہ و
 آزاد سب اسی عہد کے کل سرسبز آفتاب و مہتاب ہیں،

۱. تاریخ ندوۃ العلماء، جلد دوم

۲. علامہ سید سلیمان ندوی

سید سلیمان ندوی کو اس علمی کہکشاں میں جو حیثیت حاصل ہے اس کی تنوع ہمہ گیری، معاصرین کے مابین نہ صرف کتاب بلکہ ایک خواب ہے، اردو سرمایہ کو مذہب و تاریخ کے رنگ ڈھالنا، تحقیق و تنقید میں باہم پیدا کر کے علمی ادبی تاریخی مذہبی، اور تخلیقات کو جنم دینا، ادکا صد مایہ افتخار ہے، اپنی لسانی ادبی تنقیدی موضوعات کو فروغ دینا، ادکا ایک مستقل جذبہ ہے، انکی تخلیقی کاموشوں پر اس متنوع شخصیت کے گہرے نقوش رقم ہیں، سید صاحب کے طرز اسلوب میں سب سے استاد محمد عیسیٰ شہلی کا قائم ہے، اسکی طرز نگارش میں ایک امتیازی اور انفرادی رنگ جھلکتا ہے، اس طرز اسلوب کو دیکھ کر آزادی کی عہد آفرین اسلوب میں حیرت انگیز حد تک اشباع میں اصل و نقل کی تمیز دشوار ہو جاتی ہے، فطرت انسانی کے مطابق اپنے زمانے کے متنوع سماجی و سیاسی میلانات پہ متاثر نظر آتے ہیں، خارجی موثرات کا پر تو اسکی تخلیقات میں نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔

اے سید صاحب کی شخصیت بنیادی طور پر ایک ماہر علم غن

نظر آتی ہے ، سید صاحب کا دوسرا امتیاز با مقصد علمی
 و انہماک ہے ، علم سے انہی زندگی کا کوئی بہتر خالی نہیں ہے
 انہی با مقصد زندگی ہمیشہ حق اور علمی سفر کا راستہ اختیار کیا ہے
 آپ نے زندگی کی سب سے بڑی توازن و اعتدال ہے
 اے سید صاحب نے عربی کے بے اور تفضیل الفاظ پر تفصیل
 لغات حدیدہ کے نام سے تیار کی ، مولانا عبداللہ محمادی کے
 مجد البیان لکھنؤ وغیرہ بڑے بختہ اسلوب میں عربی مضامین
 کے مولانا آزاد کی غرائش الحریۃ الاسلام ، کا نزول قرآن
 قصص بنی اسرائیل ، شہید اکبر ، جیسے تحریر الدار مضامین
 لکھے ۱۹۱۱ء کے اواخر میں دکن کالج بمبئی یونائٹڈ اسٹوڈنٹس کے
 وسیع ہوئے جہاں ارض القرآن اور سیرت عائشہ لکھا
 سیرت النبی کے ابتدائی جلدوں کی تیاری میں سید صاحب
 نے اپنے استاد مرموم کا ہاتھ بٹایا ، جامع ملیہ اسلامیہ دہلی
 مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ، مدرسہ شمس پٹنہ ، محکمہ تعلیم یوں کی
 نصاب و تعلیم کی تیاری میں آپ نے خاطر خواہ حصہ لیا
 ۳۰ تک دارالعلوم کے . . . معتمد تعلیم رہے ۲۷

۱۔ عہدہ سید سلیمان ندوی

۲۰۲ مارچ ۱۹۵۵ء

پہر علم نصوصِ تزکیہ نفس ، راہِ حق کی مددش اسکی راہ میں انگیز
 پیدا کر دیا ، علم عقل کے ساتھ عجب وقار کا سوز و گداز ، قلب و روح
 کا نیاز بڑھتا رہا ہے

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت

علی نام ہے ابوالحسن کنیت ہے ، والد ماجد کا نام سید عبداللہی ہے
 آپکی تاریخ ولادت محرم الحرام ۱۳۳۲ھ ہے ، آپ کا نسب تعلق ایک
 شہور خانوار علم و نصوص سید احمد شہید ہے
 آپکی ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری ہے ، جس ماحول
 میں ہوئی ہے خود آپ انکی زبانی سنئے ، چنانچہ مولانا نے اپنے
 بارے میں صاف گوئی سے رقم طراز ہیں
 میری عمر صرف نو سال کی تھی کہ والد ماجد کا
 انتقال ہو گیا ، پورے خاندان میں انگریزی تعلیم رائج تھی ،
 معاشرتی طور پر سب انگریزی تہذیب میں رنگے ہوئے تھے مگر وہ
 میں زمین داری تھی ، اپنے پورے ر کے ساتھ میری ساری تعلیم

۱۔ تاریخِ ندوۃ العلماء

۲۔ خیالاتِ مرتبہ یونس گندامی ص ۲۴ ، ۲۵

و تربیت ڈاکٹر عبدالعلی صاحب نے دی لیکن ایک بات ضروری تھی
 جو پورے خاندان میں موجود تھی وہ شرک وہ بدعت سے اجتناب
 و پرہیزگاری، یہ اثر حضرت سید شہید کا ہے، ساتھ ہی ساتھ
 عورتوں میں دینداری کا رجحان بہت نفاذ ہوا تھا
 اس دور میں عربی تعلیم میں شمول تھا اور اس میں زندگی
 بسر کر رہا تھا

آپ نے عربی تعلیم شیخ خلیل بن محمد سیانی سے
 شروع کی، عربی ادب کے قدیم سرمایہ کا بغور مطالعہ کیا
 نہج، کلبہ و دمنہ، نہج البدیع، دلائل الامجاز، دیوان حماد
 کو بڑی محنت سے پڑھا آپ اپنی تعلیمی زندگی گفتگو بنجورشی سے کچھ امتحانات
 بھی دئے، آپکی عربی تعلیم شیخ تقی الدین البدلی مراکشی کے زیر نگرانی
 مکمل ہوئی، جو اسوقت ادارہ دارالعلوم ادب عربی کے اہم ترین
 استاد تھے، اسکے بعد آپ ندوۃ العلماء میں باضابطہ داخل ہوئے
 مولانا صدر حسن خاں سے حدیث کے موضوع پر کچھ کتابیں
 بڑی تحقیق و دلچسپی سے پڑھیں
 ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد مولانا کا حکام کچھ ہسپتالوں

۱۔ تذکرہ علماء اہل حدیث ص ۱۱۱ ج ۱ - ۱۱۱

تک دارالعلوم دیوبند میں رہا اور شیخ الہند مولانا حسن احمد مدنی سے غن حدیث میں اضافی تعلیم حاصل کی ۱۷

مولانا نے اپنی تعلیمی سلسلہ کے لئے لاہور پاکستان کا بھی سفر کیا اور یہیں مولانا کی ملاقات شاعر اسد م ڈاکٹر ^{مولانا احمد علی سے غن سے تیسرے آنسو فیض کیا ۱۸} عدم اقبال سے ہوئی، یہ بات بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ جہاں تک ہندوستانی مسلمانوں کے عربی دانی کی تاریخ ہمارے سامنے ہے، عربی زبان پر اہل زبان جیسی قدرت خواہ میدان سخن ہو یا میدان خطابت، یا غن تحریر اس میدان میں سوائے مولانا ابوالحسن علی ندوی کے کسی اور کو نصیب کہاں، یہ صحیح ہے کہ غلام علی آزاد بلگرامی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی اس دم میں آجائیں ۱۹

لیکن جو بھی زبان کی روشناسی، نشیب و فراز و برجستگی کا حصہ قدرت نے صرف انہیں کے قسمت میں رکھا تھا ۲۰ جس زمانے میں آپ ندوۃ العلماء کے مستند درس پرفائرنر تھے ایک عربی ماہنامہ ضیاء بھی نکلتا تھا، اسے انڈسٹری مولانا محمود عالم ندوی کے سامنے اسکی ادارات میں برابر شریک رہے ۲۱

-
- ۱۔ خیالات پوسٹنڈرامی ۲۵
 - ۲۔ ماذا حسرت العالم بانحطاط المسلمین
 - ۳۔ ردائع اقبال ۵، ۱۲
 - ۴۔ تراجم علماء اہل حدیث ص ۵۷
 - ۵۔ خیالات و شب، فوسننگ ۲۵

دارالعلوم کا ترجمان الندوة نشاط کچھ دنوں تک اس کی بھی اڈیٹر کی پندرہ روزہ نمبر کے بھی اڈیٹر رہے ، اب البعث اکادمی کے اب بھی نگران اعلیٰ ہیں ، رسالہ معارف کی مجلس ادارت میں عرصہ دراز تک شامل رہے ۔

خاص طور پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ امام احمد بن حنبل شیخ اسلم ابن نبیم ، شیخ احمد سریندی ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور سید احمد شہید غیر معمولی شخصیت سے بے حد متاثر ہوئے یہ ندوة العلماء کے متعدد رہے تعلیم کے دوران ڈاکٹر عبدالعلی صاحب ناظم ندوة العلماء ساتھ رہیں ان کے بعد آپ بحیثیت ناظم منتخب کر لئے گئے مولانا ۱۳۶۷ھ میں حجاز مقدس کا پہلا سفر کیا ، مصر ، ترکی ، یورپ کا سفر ہوتا رہا ۱۹۵۶ء میں وزٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے مدعو کیا گیا ۱۹۵۷ء میں المجمع اعلیٰ وفاق کے رکن منتخب کئے گئے ۱۹۶۱ء رابع عالم اسلام کی مجلس کے رکن منتخب ہوئے ، اسی سال مدینہ یونیورسٹی کے وائٹنگ کمیٹی کے ممبر بھی منتخب ہوئے ، ان کے علاوہ ہندوستان کے اسلامی اداروں کے صدر صدر رہے ہیں ۔

۱۔ ہندوستان کے مشاہیر و علماء بونس گرامی ۱۹۲

۲۔ ماذا غسر العالم بالخطوط المسلمین

۳۔ ہندوستان کے مشاہیر و علماء ۱۹۲

۴۔ فیلاٹ رتبہ بونس گرامی ۲۶

شیخ تقی الدین السبلی کی آمد اور اسکے دور رس اثرات

اے ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کی دور نظارت میں علامہ السبلی المرشی
کا بحیثیت استاد ادب عربی انکا نفوذ ہوا اس باکمال عام دماغ
کی آمد نے دارالعلوم کے تعلیمی حالات نظریات پر بہت گہرا اثر
ڈالا، نودہ العلماء کے دوران تعلیم شیخ تقی الدین السبلی نے جس
طرح یہاں کے علمی ادبی ذوق کو متاثر کیا، یہ کسی بعد کے حصے
میں نہیں آیا، اپنے دوران تعلیم انکا صدمہ بہ اختصار و
کارکردگی یہ رھی کہ اس نے عربی دانش پر داروں اور
ادیبوں کی ایک جدید شکل پیدا کر دی، چنانچہ مولانا ابواللہ
صاحب ندوی مولانا ناظم ندوی، مولانا ابوالحسن علی ندوی
اور مولانا سعید ندوی اور دیگر ماہر علماء اسی زریں
دور کا پیداوار ہے، عربی مائتہ ضیاء اسی ذوق حبیب کا
ایک مظہر ہے، جس نے عالم اسلامی میں نہ صرف داد تحسین کا
صفحہ قرار دیا، بلکہ دنیا کے وسیع و عریض خطوں میں بڑی
بازگشت پیدا کی، عربی زبان و ادب کے میدان میں

ان میں ندوۃ العلماء کو نیا رخ دکھانے

اتفاق سے ۱۹۳۱ء دارالعلوم ندوۃ کے جلسہ افتتاحی
کچھ ملی بحران کے پیش نظر بلدی صاحب کے خدمات جاری رکھنے
سے معذرت کر دی، مگر چونکہ ڈاکٹر عبدالعلی صاحب پہ خوش
دلی و سرگرمی اور بلدی صاحب کی تشریف آوری میں
اکٹرا ہاتھ تھا تو سید صاحب نے انکو چھ مہینے تک انکے جملہ
مصارف کا بار اپنے ذمے لیا اور انکے سکون خاطر نے ہر
سن اتفاق سے بلدی صاحب کا دوبارہ تقرر ہوا اور
تقریباً ہر سال تک ندوۃ العلماء میں انکا قیام رہا اپنے دوران
قیام ندوۃ العلماء کو نیا آفاق دکھایا

ندوۃ العلماء میں عالم مشاہیر کی آمد
ڈاکٹر صاحب کو
عالم اسلام اور

روایاں کی علمی و ذہنی شخصیتوں سے جو روحانی و ملی تعلق تھا
وہ مضامین تعارف نہیں، اس میدان میں انکی پاکیزہ جذبات و دلی

خواہش، عربوں سے اچھے روابط کا ثمرہ ہے کہ ان دور زحمت
میں عالم اسلام کی ممتاز رجفنا ملت عبقری شخصیں دارالعلوم
ندوہ آئیں، اور دارالعلوم کی سرزمین اسکی وجود پاک سے مطر

ہوئیں۔ ”عالم اسلام اور عالم عربی سے گہرے روابط

ان ممتاز ترین علماء میں الحاج مفتی امین الحسنی،

شہر فلسطینی عالم درجفنا، جنہوں نے فلسطین کی بڑی خدمت

کی علامہ پاشا، سابق وزیر ادعات مصر، شیخ ابراہیم الحسانی

شیخ عبدالوہاب، امیر مساعد بن عبدالرحمن، سردار عبدالعزیز

سعود بانی مملکت سعودیہ عربیہ، بنزل رؤف پاشا ترکی، علامہ

عراقی عبدالکریم رنجانی، علامہ عبدالعزیز تویسنی، شیخ امجد الزعاجی

اسناد علماء عراق، شیخ محمود، شیخ ابراہیم حربشی اس میدا سر فہرست

فہرست میں لے ڈاکٹر عبدالعلی کے دور زحمت میں عالم عربی

سے گہر تعلقات قائم ہوئے، اس سلسلے میں انہوں نے دو طرفہ

آمدورفت اور علمی ثقافتی تعلقات کو فروغ دینے کی پوری کوشش

کی، اسکے بعد سے ہندوستان و عالم عربی میں تعلیمی ثقافتی تفرقا

ہوا، دونوں اداروں، تحریکات، شخصیات سے متعارف ہوئے

اس اسلامی احوت و مساوات اور باہمی خیر شگالی کی بڑی تقویت ملی، انہی یہ پائیز خواہش تھی، عالم اسلام اور عالم عربی میں صحیح اپنی جذبات و خیالات پرورش بائیں، مولانا ابوالحسن علی ندوی کے دور میں خاص کر اس ربط و تعلق کو بڑی وسعت ملی انہوں نے اپنی گراماں تصنیف و تالیف مثلاً ماذا خسر العالم ماخطا المسلمین (الارکان الاربعہ، المرئض)

بلند پایہ علمی و دعوتی کتابیں اور دوسرے مقالات و خطبات کے ذریعے اپنی خالی قدر صلاحیتوں کا ثبوت کلمہ و ملت کے سامنے پیش کر کے، دین و ایمان و اسلام کی قوت و قیادت مولانا نے ۱۳۰۷ھ کے آغاز میں مشرق وسطیٰ کے دوسرے دعوتی و علمی تقریر پر تشریف لے گئے تھے

۲۔ اس دوران مصر و شام سعودی، اردن، فلسطین اور سوڈان کا سفر کیا، پھر آگے بدائع مختلف اسفار ہوتے رہے مولانا کا یہ سب سفر دعوت اسلامی، فکر صحیح علمی و ادبی صفات، عالم عربی سے براہ راست واقفیت، عربوں کو منصب نبوت کی اہمیت اور آپ کے مقام و پیغام کی یاد دہانی

۱۔ مقدمہ شرقی اوسط کی ڈائری ص ۱۲

۲۔ تاریخ مدوہ العلماء ص ۲۲

پر مبنی تھا ، مولانا نے اپنے ، مولانا نے اپنے عزم و حوصلے سے
اس مشق کو پورا کیا ،

۱۔ ڈاکٹر صاحب کے دورِ نظامت میں عالم اسلام میں
درس احادہ کے لئے چند حوصلہ مند موجدوں کو بطور نمائندہ منتخب
کیا گیا ان نوجوانوں میں عبداللہ عباس ندوی مولانا معین اللہ
صاحب ندوی مولانا رفیع صاحب مولانا عبدالرشید صاحب ندوی
مولانا رضوان ندوی کو ، اس عرصے سے ملک حجاز بھیجا
وہ علمی حلقوں میں دعوت تبلیغ کا کام انجام دیں اور اپنی
عربی کی استعداد پر اس دو سالہ عہد کے دوران حجاز
مختدر وادبا سے ملاقاتیں ہوئیں ان سے ندوۃ کے عربی
ادبی خدمات عربی وسائل و جرائد کے سلسلہ میں اکتانعارف
ہوا اور فوراً اکتے عہد کے دوران ان مختدر کو علمی ادبی
زبردست نمائندہ پہنچا

عرب سے روابط اور اسکے اثرات :- مولانا ڈاکٹر

سید عبدالحمید صاحب

کی دور نظامت کو ایک زریں دور کہا جاسکتا ہے ، یہ کمیت اور

۱۔ تاریخ ندوۃ العلماء ط ۱۰ ، ۱۱

۲۔ حیات عبدالحمید ، مصنف ، مولانا ابوالحسن علی ندوی

کثیت دونوں اعتبار سے ایک عہد کا حقدار ہے، بڑی ہوش رعبی ہے کہ انہیں ندوۃ العلماء کا انتظام و انتظام کا جو سر ملادہ کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکا، انکا دور اپنی ایک حقیقی اندرونی استحکام و رغبت کا باہمی تعاون اور ہمدردان ندوۃ العلماء کا پورا اعتماد حاصل ہے خاص کر ندوۃ العلماء کا انتظام و انتظام میں انکی دینی تعلیم و روحانی ربط و تعلق کا بھی دخل تھا، خواتین ہندوستان کے تعلیم اداروں مثلاً، دیوبند، سہارنپور دینی و روحانی حلقوں سے مرتب لایا، اس روحانی ٹرپ و تگن نے ان کو ندوۃ العلماء کے تعمیر و ترقی کے راہ میں ایک نئی سمت د اور انکے واسطے سے دارالعلوم دینی و روحانی و دینی رجحان پیدا ہوا، دعوت و تبلیغ کاموں سے کاخی دل چسپی شروع ہو گئی، ندوۃ العلماء سے تبلیغی مشق کا خصوصی تعلق بھی شروع ہو گیا ہے

ڈاکٹر صاحب کے دور خطابت کی ایک خصوصیت عربی زبان و ادب پر خصوصی توجہ عالمی عربی سے خصوصی ربط و تعلق بھی ہے

اس ریل و تعلق کی دم سے ندوۃ العلماء کو پیش ہوا علمی و
 اخلاقی حاصل ہوتے ہیں، عالم عربی میں ندوۃ العلماء کا کھلدار
 تعارف ہوا، اسکے بعد سے ایسے مسلسل ترقی ہوئی، ندوۃ العلماء
 کے بنیادی نخیل و مقاصد کو ایک نئی زندگی ملی، عربی زبان و
 ادب نصاب اور طرز تعلیم میں مناسب تغیر اور اصلاح ہوئی
 اس تغیر و ترمیم کے پیش نظر ندوۃ العلماء اسلام میں رحمانات
 پر مشتمل ایک موثر نصاب تیار کیا، نئی تعلیم نظام میں آگلی
 اغادیت کے پیش نظر اندرونی و بیرونی ملکہ میں آگلی
 مقبولیت عام ہوئی، اور اس نے نصاب تعلیم میں خود کفالتی
 کا ایک مثالی نمونہ قائم کیا، انکی عہد نظامت میں ڈائریکٹ
 بیٹھ کر عربی زبان پڑھنے کا پہلی مرتبہ تحریر کیا گیا، جو بہت
 کامیاب رہا، انہوں نے اساتذہ کی خواہش پر قدیم طریقی تعلیم
 سے طلبہ کے اندر عربی زبان و ادب کا خطری ذوق و جذبہ پیدا
 ہوا، عربی تحریر و تفسیر کے میدان میں طلباء کی دل چسپی بڑھی
 اس طرح ندوۃ العلماء کے اندر منظر عربی زبان و ادب
 کی عظمت و جاشنی اس حد تک بڑھی کہ خود عربوں نے اسکو قدر اور

شکر کی نگاہ سے دیکھا اور اسے قطعۃ من العرب قرار دیا، اے

رسالہ الضیاء کی بازگشت :- ندوۃ العلماء نے عربی زبان و ادب عربی انکار

پردازی کی طرف جس طرح اپنی توجہ مرکوز کی ہے وہ جبریتاً ائیرز
ہے، ندوۃ العلماء نے اپنی اس فکر کی ترجمانی کے لئے ایک اردو
رسالہ الندوہ کا اجرا کیا ہے۔ اس نے اندرونی ملک اسلام
کی بڑی خدمت کی، مگر اسکی بازگشت اندرونی ملک محدود رہی
پھر ندوۃ کو یہ فکر لاحق ہو گئی کہ عربی میں کوئی ایسا رسالہ ہونا
چاہئے جو اندرونی ملک ندوۃ العلماء کی ترجمانی کرے اور اسکے
ذریعے عالم اسلام کے درمیان علمی و ثقافتی روابط مضبوط ہوں
ان صنفی مقاصد کے پیش نظر شیخ تقی الدین ^{مدنی} صاحب
سلیمان ندوی قطارت مولانا محمود عالم ندوی کی صدارت
میں ۱۹۳۲ء میں عربی ماہنامہ ضیاء کا اجرا ہوا، اور اسکا
پہلے شمارہ منظر عام پر آیا

سید سلیمان ندوی غلط دعوۃ الضیاء کے عنوان سے محض

۱۔ مقدمہ شری اداس کی ڈائری

۲۔ تاریخ ندوۃ العلماء ۱۹۲۲ء حصہ دوم

اغتیا جیہ لکھا ، جو ادبیت سادست میں آہد دکنش رقع
 تھا ، اس نے صندوقستان کی عری مہافت میں بہت بڑا مقام
 پیدا کیا ، اسکی ادارے میں مولانا محمود عالم نے اپنے آتش
 ریز طوفان فیز علم کا سہارا لیا ، اپنی غنی علمی مہارت دکھائی
 اسکے ذریعہ مولانا ابوالحسن ندوی کچھ دکنی آواز میں باہر آئے
 اور مولانا ناظم ندوی ، مولانا عبدالرحمن صاحب کاشغری اور
 مولانا ابواللیث ندوی کی علمی ادبی جدوجہدیں عالم اسلام کے
 سامنے آئیں ، مگر صرف چار سال کے بعد ۱۳۳۷ھ میں یہ
 بند ہو گیا

چنانچہ مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی انضیا
 کی مقبولیت اور اہمیت کے بارے میں لکھتے آئے
 محرم سے انضیا کا اجرا ہوا ، اسکے مضمون نگار گروہ
 محدود تھے اور پرچہ پتھر چھپتا تھا ، جو عرب خوانین کے طبیعت
 کے خلاف ہوتا تھا ، لیکن زبان کی صحت ، حسن انشائیہ کی وجہ
 سے عالم اسلام کے علمی ادبی حلقوں میں بہت مقبول ہوا
 ان لوگوں نے بڑی گرم جوشی سے اسکا استقبال کیا ،

وسیع رسائل و جرائد و محلات نے دل کھونکر اسکو داد
 تحسین دی، لبنان کے امیر الدین ناہر نے ادبی تنقید اور ادبی
 نکات جس میں دنیاوی کے مددگار نامور نے اپنے اپنے اقبالیہ
 میں بڑے بلند کلمات کے ساتھ اسکا تذکرہ کیا

یہ عہد ہی رسالہ اپنی مہمت ایمان اور عربیت میں خود
 محالہ عربیہ کے بہت سے رسالوں پر فوقیت رکھتا ہے اسی طرح
 شام کا عربی رسالہ العرفان نے بڑا زور دار تبصرہ کیا، بغداد
 کا عیسائی محقق انتہاس کریمی نے اپنے خط میں سعود عالم
 ندوی کو ملامت کے لفظ سے خطاب کیا، اور لکھا کہ اگرچہ
 آپ کی عمر میں لیکن آجئے علم و فضل کی وجہ سے مجبور ہوں کہ
 آپ کو ملامت کے لفظ سے خطاب کروں

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا مشہور ترجمان ماہنامہ
 النذرة ایک ماہ نامہ رسالہ رہا ہے، اس عظیم الشان رسالہ کا
 نہیں دود گزر رہا ہے، اسکا پہلا دور عدم شبلی کی ادارت میں
 رہا، دوسرا دور مولانا اکرام اللہ ندوی کی ادارت میں، اور
 تیسرا دور مولانا عبدالسدم قدوائی، ابوالحسن ندوی مدظلہ العالی

کی ادارت میں شروع ہوا، یہ نیرا دور گرم بہت مختصر رہا۔
 مگر اس مختصر دور میں اس نے بڑا کام نامہ انجام دیا ہے، اس نے
 اندرونی ملک میں ایک موثر کردار ادا کیا ہے گراں قدر علمی
 ثقافتی معاملات اور تعلیمی اصلاحات کے میدان میں اپنے آپ
 کو منفرد بنایا۔ یہ جنوری ۱۹۵۰ء میں شروع ہوا ۱۹۵۲ء
 میں تک جاری رہا، یہ پورا رسالہ حالاتِ ندوہ، جدید
 تعلیمی نظریات، عربی مدارس کے درپیش سائل، اسکی تعمیر و
 ترقی اور مضامین پر غور و فکر شامل تھے۔

البعث الاسلامی :- ماحنامہ الضیاء کا سلسلہ جب ختم
 ہو گیا تو ہندوستانی صحافت کی بازار سرد پڑنے لگی۔ ہندوستان
 کے علمی و ادبی حلقوں میں مایوسی چھائی، حسن اتفاق سے ماحنامہ
 الضیاء کا نعم البدل بن کر البعث الاسلامی کے نام دوسرا پرچم
 دارالعلوم ندوۃ سے شروع ہوا تو ہندوستانی عربی صحافت میں
 ایک نئی لہر آئی، چنانچہ اکتوبر ۱۹۵۰ء میں اسکا پہلا شمارہ منظر عام
 آیا، ابھی زیادہ وقفہ ہی نہیں گزرا کہ اس اسلامی فکر عربی عالم

صحافت پر اپنا نمایاں (رنگام) پیدا کیا، عربیت، قومیت، کفر والحا،
 مغربی ثقافت کی سیج کٹی میں اس عربی رسالہ نے جس طرح حصہ لیا
 وہ قابلِ شریف ہے اس نے صحیح اسلامی فکر کی نمائندگی کی
 ہے۔ اس نے باطل کے طلسم کو توڑا، باطل اعتکاف و خیالات زبردست
 تنقیدیں کیں، اور حق کی آواز کو ہمیشہ بلند کیا اس نے اپنی
 اس سالہ زندگی میں حق و باطل کے بہت ترکے طے کئے، ایمان
 اسلام کی جوت جگادی

۱۹۵۹ میں مولانا سید محمد

الرائد و تعمیر حیات :- راجع ندوی، صدر شعبہ عربی

ندوۃ العلماء کی ادارت میں عربی پندرہ روزہ الرائد، کا آغاز ہوا
 جو اپنی اخلاقیات، خصوصیات، و مقاصد میں البعثۃ الاسلامیہ کا
 شریک، اور ہندوستانی عربی صحافت کا سنگ میل ہے، یہ ظاہری
 ہو یا باطنی ہر لحاظ سے یہ دادِ تحسین کا مستحق ہے ابھی فی الوقت
 اسکی ادارت مولانا واضح رشید حسینی، مولانا سعید الرحمن
 الہ عظمیٰ، اور مولانا عبداللہ حسینی صاحب کے سپرد ہیں یہ مکتب
 ضوئی اپنے اس مبارک خزانہ بڑی دیدہ کاوی سے انما دینے
 رسالہ الندوہ کے مثل ایک اردو پندرہ روزہ ہرچہ تعمیر حیات ایک مدت سے
 جاری ہے، اسکی ادارت مولانا شمس الحق صاحب کے سپرد ہے

کتابیات

۱. مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ، حیات عبدالحی ، ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۷ء
۲. " " " " " " ۱۹۶۱ء ہندوستانی مسلمان
۳. " " " " " " ہر آنے چراغ
۴. " " " " " " سیرت سید احمد شہید
۵. " " " " " " ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین
۶. " " " " " " روائج اقبال
۷. " " " " " " مسلم ممالک میں اسلامیت اور خربیت کی کشمکش ۱۹۶۴ء
۸. " " " " " " اسلامیت اور خربیت کی کشمکش میں مسلمان مصنفین
۹. " " " " " " مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ
۱۰. " " " " " " تذکرہ علماء حال لکھنؤ ۱۹۹۷ء
۱۱. " " " " " " تاریخ ندوۃ العلماء (جلد اول) مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ
۱۲. " " " " " " تاریخ ندوۃ العلماء (جلد دوم) مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ
۱۳. " " " " " " سیرت مولانا محمد علی ننگری
۱۴. " " " " " " سیرت مولانا محمد الیاس ننگری
۱۵. " " " " " " مولانا اسحق جلیس ندوی
۱۶. " " " " " " مولانا شمس تبریز خاں
۱۷. " " " " " " محمد الحسنی

- ۱۱۳ محمد الحسنی
- ۱۱۴ مرزا جبرئیل دہلوی
- ۱۱۵ رحمن علی ۱۹۱۴ء
- ۱۱۶ صادقہ ذکی
- ۱۱۷ کمالات محمدیہ
- ۱۱۸ ڈاکٹر سید انور حسین
- ۱۱۹ اسماعیل راجی
- ۱۲۰ مولانا شاہ فہیم حسن بہاری
- ۱۲۱ ریاست علی ندوی
- ۱۲۲ ڈاکٹر سید انور زیدی
- ۱۲۳
- ۱۲۴ ایم افضل حسن
- ۱۲۵
- ۱۲۶ شیخ محمد آرام
- ۱۲۷ علامہ سید سلیمان ندوی
- ۱۲۸ حلیم سید عبدالحی حسنی
- روداد حسن
- معاہدہ ندوۃ العلماء
- تذکرہ علماء ہند
- دہلی اور اسکے اطراف از حکیم سید عبدالحی
- کمالات محمدیہ
- ملت کے تعلیمی مسائل
- علوم اسلامیہ کی تشکیل نو
- کمالات رحمانی
- اسلامی نظام تعلیم
- ملت کے تعلیمی مسائل
- تاریخ دارالعلوم دیوبند
- ملت کے تعلیمی مسائل اور اذکار
- سوانح خاموشی
- شبلی نامہ
- ہیات شبلی، دارالمصنفین اعظم دہلی
- نزعہ الخواطر

۱۲۹	حکیم سید عبدالحی حسنی	التفاخنة الاسلامیہ فی الہند
۱۳۰	" " "	الہند فی العہد الاسلامی
۱۳۱	انیس فاطمہ بریلوی	۱۸۵۷ء کے ہیرہ
۱۳۲	خورشید مصطفیٰ رضوی	ہندوستان کے جنگ آزادی میں مسلم خواتین کا کردار
۱۳۳		جنگ آزادی ۱۸۵۷ء
۱۳۴		علیگزہو مسلم یونیورسٹی سو سالہ انسائیکلو پیڈ
۱۳۵		امتحان علیگزہو
۱۳۶		اذا حببت ریح الایمان
۱۳۷		دقائق احمدی
۱۳۸	سید احمد الحسنی	اتمام الحجۃ
۱۳۹		سیرۃ اور تعلیم
۱۴۰	ڈاکٹر مجید اللہ فراہی	عدرہ شبلی کا نظریہ تعلیم
۱۴۱	شاہ حسین الدین	حیات سلیمان
۱۴۲	امین زبیری	سیاست علیہ
۱۴۳	قاضی عبدالغفار حسان	حیات اجل
۱۴۴	اکرام اللہ ندوی	حیات و وفات
۱۴۵	مولانا مودودی	تنقیحات

معندوستان اور پاکستان
 نارنج عروج سلطنت انگلینڈ
 معندوستانی سلمان آئینہ ایام بین
 سلمانوں کا روشن مستقبل
 سید سلیمان ندوی شخصیت و ادبی خدمات
 بہار می بادشاہی
 شہر کی ادبی اجماعت
 اردو کے معلم
 فقیر التواریخ

۴۸، عبد القدوس ہاشمی

۴۷، مولانا ذکار اللہ

۴۸، ڈاکٹر عابد حسین

۴۹، طفیل منظور می

۵۰،

۵۱، ڈاکٹر نارا چند

۵۲، محمد حسن

۵۳،

۵۴،

رسائل و جرائد

۱، دائرۃ المعارف الاسلامیہ

۲، تعمیر حیات

۳، معارف

۴، الندوة

۵، نومی آواز